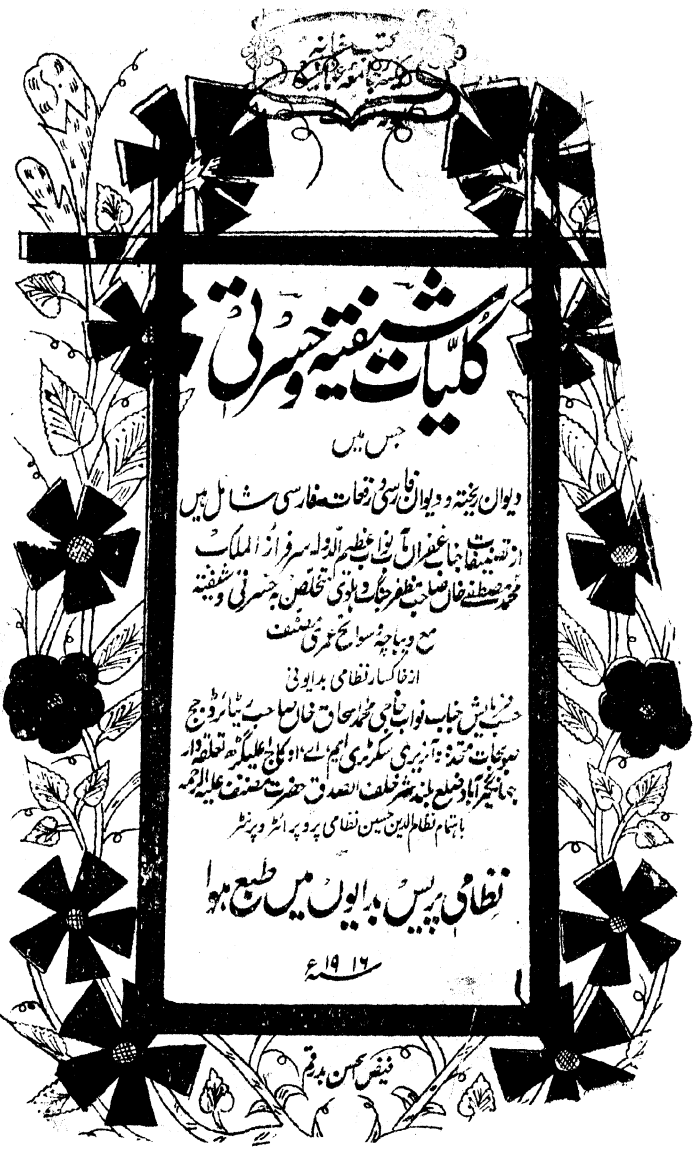
# THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222404

UNIVERSAL
LIBRARY



# کلیات شیفتہ و حسرتی

جس میں

دیوان پختہ و دیوان فارسی و رقعات مع فارسی شامل ہیں

از تصنیفات جناب غفران مآب نواب عظیم الدولہ سرفراز الملک

محمد مصطفےٰ خاں صاحب مظفر جنگ دہلوی تخلص بہ حسرتی و شیفتہ

مع دیباچہ و سوانح عمری مصنف

از خاکسار نظامی بدایونی

حسب فرمایش جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا جج

صوبجات متحدہ و آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علیگڑھ تعلقہ دار

جہانگیر آباد ضلع بلند شہر خلف الصدق حضرت مصنف علیہ الرحمہ


باہتمام نظام الدین حسین نظامی پروپرائٹر و پرنٹر

نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۱۶ء


فیض ہمن بدرقم

OUP—67—11-1-68—5,000.

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ۸۹۱۶۴۳۱۵ Accession No. ۶۰۸۷

Author ک - ح

Title کلیات شیفتہ و حسرتؔ

This book should be returned on or before the date last marked below.

# حضرت شیفتہ کے مختصر حالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح زمانے کی ہوا پلٹ جانے سے ملک کے لوگوں کے خیالات خصائل، عادات، مشاغل، طریق بود ماند، لباس و خوراک میں تغیر واقع ہو گیا ہے اسی طرح ان کا علمی مذاق بھی بدل گیا ہے تیرھویں صدی کے وسط میں اُردو اور فارسی ادب میں جن لوگوں نے چار چاند لگائے تھے آج اُن کے کلام کے سمجھنے والے بھی نظر نہیں آتے ذوق، غالب، مومن، صہبائی، علوی، آزردہ، حسرتی اُن باکمال لوگوں میں ہوئے ہیں کہ جن پر آج ہندوستان جسقدر فخر کرے کم ہے اور اب اس گئے گزرے زمانہ میں اِن بزرگوں کا نام زندہ رکھنے والے حالی اور شبلی باقی تھے وہ بھی ایک ایک کرکے دُنیا سے اُٹھ گئے۔ لیکن بغور دیکھا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو حیات جاوید حاصل ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعلم ✦ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما[1]

[1] ایک موقع پر خواجہ حافظ کے اس شعر کو سید مرحوم نے کچھ تصرف کے ساتھ لکھا تھا ہمنے بھی اُنھیں کا تتبع کیا ہے ۱۲

اُن کا کلام جو اعلیٰ اخلاق اور سچے جذبات سے پُر ہے جس سے ان کے دل و دماغ کے صحیح ہونے کا پتا چلتا ہے اور اُن کی بلند نظری اور غوض و فکر وغیرہ کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے اس وقت بھی ملک کے لیے ویسا ہی سرمایہ افتخار ہے جیسا کہ آج سے پچاس ساٹھ برس قبل تھا۔ اس مختصر تمہید کے بعد جو دیوان آپ کی نظر سے گزرے گا وہ جناب غفراں مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آباد ضلع بلند شہر (المتخلص بہ شیفتہ بہ اُردو و حسرتی بہ فارسی) کا کلیات ہے جس کی اشاعت کا فخر ہمیں نواب صاحب مرحوم کے خلف الرشید عالی جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ریٹائرڈ جج صوبہ متحدہ و آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علی گڑھ کی کرم گستری و اجازت سے حاصل ہوا ہے۔ چونکہ کسی شاعر کے کلام کے مطالعہ سے قبل اُس کی زندگی کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا ایک حد تک ضروری ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ نواب صاحب مرحوم و مغفور کے حالات زندگی اس موقع پر مختصراً درج کریں۔

**خاندان** نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم نواب عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضےٰ خاں صاحب بہادر مظفر جنگ کے فرزند تھے۔ اور نواب ولی داد خاں

مرحوم خاندان بنگش سے تھے جبکہ دہلی میں خاندان بنگش کا عروج تھا وہ کوہاٹ سے دہلی تشریف لائے اور اپنے صاحبزادہ نواب مرتضےٰ خاں صاحب کی شادی اُس زمانہ کے مشہور سپہ سالار اسمٰعیل بیگ خاں ہمدانی کی صاحبزادی نواب اکبری بیگم صاحبہ سے کی۔ اور جو فوج مرھٹوں سے اُس وقت برسرپیکار تھی اُس میں عہدہ دار ہوئے۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے دہلی میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم کی۔ اُس وقت نواب مرتضیٰ خاں صاحب کو لارڈ موصوف نے دہلی کے قریب ہوڈل پلول کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اس دور میں جو سات رئیس با اختیار بنائے گئے تھے منجملہ اُن کے نواب مرتضیٰ خاں صاحب بھی تھے۔

سنہ ۱۸۱۴ء میں نواب ممدوح نے جہانگیر آباد کا علاقہ جو پہلے راجہ کھودس رائے کی ملکیت تھا اور بعلت عدم ادائے مالگذاری نیلام ہوا خرید لیا اور گورنمنٹ سے سند تعلقہ داری عطا ہوئی۔ نواب صاحب کی رحلت کے بعد ہوڈل پلول کے علاقہ کو گورنمنٹ نے واپس لے لیا اور اُس کے عوض میں اراکین خاندان کی پنشن مقرر کردی جو غدر سنہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہی۔

نواب مرتضیٰ خاں صاحب نے جہانگیر آباد کا علاقہ اپنی حیات میں صاحبزادہ

مصطفےٰ خاں کے نام منتقل کر دیا تھا جو اُن کے بعد اُن کی اولاد کی ملکیت میں آیا اور اس وقت تک قائم و برقرار ہے۔

ولادت | نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب کی ولادت ۱۸۰۶ء میں بمقام دہلی ہوئی۔

تعلیم و تربیت | میاں جی مالا مال[۵۱] سے جو دہلی کے ایک مشہور بزرگ اور سرسہ آوردہ معلمین میں تھے فارسی، عربی پڑھی اور علوم مروجہ حاصل کیے۔

حضرت مولانا حاجی محمد نور[۵۲] دہلوی نقشبندی سے بھی جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے خاصکر فن حدیث و تجوید میں اُس وقت اُن کا کوئی ہمسر نہ تھا آپ نے حدیث و قرارت کا استفادہ حاصل کیا۔ علوم دین سے آپ کو ایسا شوق و شغف تھا کہ طلب کی تشنگی کسی وقت فرو نہ ہوتی تھی۔

۱۲۵۵ھ میں جب کہ آپ کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی مکہ معظمہ

---

۵۱ میاں جی صاحب کا مزار دہلی میں حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں نواب صاحب کے سرہانے ایک چھوٹے چبوترہ پر واقع ہے۔

۵۲ حاجی محمد نور صاحب کا مزار سورت میں ہے جب آپ دوبارہ حج جا رہے تھے راستہ میں بمقام سورت شعبان ۱۲۵۲ھ میں وصال ہوا۔

کے فاضل اجل عالم باعمل حضرت شیخ عبداللہ سراج حنفی سے آپ نے صحاح کے ابتدائی حصے تبرکاً پڑھے تھے جبتک مکہ معظمہ میں قیام رہا آپ برابر اُن سے فیض حاصل کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں شیخ محمد عابد سندھی سے اکثر حدیث کی کتابوں کے خاص خاص مقامات پڑھے اور روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ مولوی کرم اللہ[1] صاحب محدث علیہ الرحمہ سے جو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے تھے آپ نے کچھ علوم پڑھے تھے۔

عادات وخصائل وطریق ماندوبود

نواب[2] صاحب مرحوم رات کو باختلاف موسم دو بجے سے ۳ بجے تک تہجد کے واسطے بیدار ہوتے تھے اور نماز تہجد اور صبح کے درمیان مسنون قیلولہ کے بعد صبح کی نماز مسجد میں جاکر سفر ہو یا حضر اول جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے اور اکثر مسجد سے واپس آکر اشراق تک وظائف واذکار ختم کرنے

[1] از ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد معصوم صاحب مجددی مقیم مدینہ شریف ۱۲

[2] یہ حالات ہمیں مولانا فرحی صاحب سے جب مقام رامپور اوائل ۱۹۱۵ء میں اُن سے ملاقات کا فخر حاصل ہوا تھا دستیاب ہوئے مولانا موصوف کو ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء تک نواب صاحب کی خدمت میں مسلسل رہنے کا اتفاق ہوا تھا ۱۲

کے بعد متعلقین سے ملتے تھے دس بجے کھانا تناول فرماکر قدرے قیلولہ فرماتے تھے اسی کے بعد ظہر سے پہلے پہلے حدیث شریف یا تصوف یا سیر کی کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرمالیتے تھے۔ اول وقت ظہر کی نماز مسجد میں جاکر جماعت والوں کے ساتھ پڑھتے تھے اسی طرح عصر اور مغرب کی نمازیں اول وقت ادا فرماتے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد رات کا کھانا تناول کرکے بلافصل استراحت فرماتے تھے بیماری کی حالت میں جبکہ راتوں کو نیند کم آتی تھی دیگر امرا کی طرح داستان یا قصے نہیں سنتے تھے بلکہ کسی کتاب سے حمد و نعت مناجات یا منقبت اہل بیت پڑھوا کر سنتے اور سو جاتے۔

عصر اور مغرب کے درمیان مصاحبین و اکابر مہمانوں سے جو آپ کی مہمان نوازی کے سبب اکثر موجود رہتے تھے صحبت رہتی تھی۔ مصاحبت میں مولانا حالی مرحوم جیسے لوگ ہم صحبت تھے۔ نواب مرحوم اسقدر کم گو تھے کہ ابتدا ملاقات میں نئے آدمی کو خود داری کا گمان ہوتا تھا لیکن اُن کے جلسہ میں کسی ادنیٰ یا اعلیٰ کی غیبت کا گزر نہ تھا اُن کی صحبت متین اور مہذب ظرافت اور لطیفوں سے خالی نہ تھی یعنی زہر خشک سے جو ریا کے درجہ تک پہنچتا ہے بری تھی دینی و دنیوی جو بات تھی بناوٹ اور تصنع سے کوسوں دور تھی۔

نواب صاحب کا اصول تھا کہ تمام خطوط کا جواب فوراً دیا جائے چنانچہ جو خطوط آپ کے پاس آتے تھے اُن کا جواب ہمروزہ لکھوا دیتے تھے جس زبان میں خطوط آتے تھے اُسی زبان میں جواب لکھواتے فارسی خطوط کا جواب فارسی میں اُردو خطوط کا اُردو میں جواب دیتے تھے۔ آپ اپنے پیش دست کو عبارت خطوط کی خود نہیں لکھواتے تھے بلکہ وہ خط لکھکر پیش کرتا آپ اس کی اصلاح فرما دیتے تھے اصلاح کے بعد خطوط صاف کیے جاتے تھے۔

ایک زمانہ تک خطوط نویسی کا کام نواب صاحب اپنے بڑے صاحبزادہ نواب محمد علی خاں صاحب سے لیتے رہے جس سے صرف اُنکی تربیت و تعلیم مقصود تھی مولانا فرخی صاحب نے بھی جب مولانا موصوف جہانگیر آباد میں طالب علمی کے زمانہ میں موجود تھے نواب صاحب اکی خدمت کو انجام دیا ہے۔

مولانائے موصوف فرماتے تھے کہ "نواب صاحب مرحوم ہمارے لکھے ہوئے خطوط کی اصلاح میں محاورات زبان اور املا کا بے حد خیال فرماتے تھے یہاں تک کہ اگر کبھی میں لفظ "تم نے" کو ملا کر تمنے لکھدیتا تو اُس کو کاٹ کر "تم نے" لکھدیتے" گویا آپ ہر لفظ کو علٰحدہ علٰحدہ لکھنے کے حامی تھے اور اُردو املا کے اس رسم خط کی ضرورت کو جسے آج کے مصلحان اُردو رائج

کرنا چاہتے ہیں آپ آج سے پچاس برس پہلے محسوس کر چکے تھے۔

نواب صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا قلم کا نمد کیسا ہی خراب ہو مگر معلوم ہوتا تھا کہ مینا کیا ہوا ہے۔ باوجود خوشخط ہونے کے اپنے ہاتھ سے قلم نہیں بناتے تھے۔

جوانی میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ پیرانہ سالی کے زمانہ میں بھی اسی شوق کے یادگار کے طور پر ان کا اصطبل گھوڑوں سے مامور رہتا تھا۔

بزرگوں سے عقیدت و بیعت

سب سے پہلے قدوۃ الاصفیا شیخ الفقہا سید المحدثین مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب سے جو شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز کے نواسے اور دہلی کے مشہور محدث اور اکابر شیوخ سے تھے بیعت لی۔ ان کے وصال کے بعد شاہ ابوسعید صاحب اور شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سجادہ نشین حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فیوض باطنی کرتے رہے۔ آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز سے تجدید بیعت فرمائی۔ شاہ صاحب نے آپ کو سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں سند خلافت بھی

عطا کی تھی۔ شاہ صاحب موصوف اُن کو اپنے خلفائے اجل سے سمجھتے تھے اور اپنے مریدین کو تکمیل کے واسطے نواب صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

نواب صاحب شب و روز مجاہدے اور ریاضت میں بسر کرتے تھے آپ کا کشفِ قبور اُس وقت مشہور تھا اور نسبت زبردست تھی۔ مولانا ولی النبی صاحب رامپوری جو خاندان نقشبندیہ کے صاحب کمال بزرگ تھے فرماتے

---

۵۱ شاہ صاحب کا مندرجہ ذیل خط قابل ملاحظہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عبد الغنی عمیم الاحسان نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب۔ سلام مطالعہ فرمایند۔ تا شانزدہم محرم الحرام بخیر رسیدم و سلامتی ایشاں مطلوب پیشتر بدست مومن علی خاں مکتوب فرستادہ دام امیدکہ دعاوِ حق تقریر مسفر مودہ باشند۔ میاں اسد اللہ داخل علیقہ شدہ انداميد کہ بحال ایشاں عنایت مبذول دارند والسلام۔ دختر نیک عزیزہ معہ فرزندان سلام برسد میاں عزیزہ میاں رشید سلام خوانند۔

ایک دوسرا خط تبعی: احمد جان صاحب دہلوی برادر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کے نام شاہ صاحب نے بھیجا تھا جس سے ظاہر ہوتا کہ ان کے تعلقات نواب صاحب کے ساتھ کس درجہ کے تھے خط ہذا بسم اللہ الرحمن الرحیم از عبد الغنی برادر عزیز جان علیہ اللہ خاں المشتہر بیاں احمد خاں سلام خوانند دو مکتوب آں کرم فی الحال در رکاب مظہر رسید مضامین مطالعہ او فرحت وخط تمام حاصل گشت الحمد للہ فقیر تا الکتابت بخیر ہست و خیریت شما از مصائب دارین مطلوب۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین از رحلت نواب مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ عزوجل چہ ذوق بدل ناتواں رسید ند ۔ من از چشم تماشائی ساقی خراب افتادہ ام ؎ اتا بلائے کز حبیب آید بمن ارزش مرحبا گفتم۔ اما شاء اللہ تعالیٰ وایاکم فی حبہ واحیانا وایاکم فی ودہ۔ چنانچہ از طرف ایشان وصی برابل و عیال ہستید از طرف من نیز شما وکیل ہستید۔ وکفیٰ باللہ وکیلا۔ عیال اوشان را عیال من شمارید و ذوق تماز صحبت ایشاں بر خود شمارید و شنیدہ تماز مجلس شان برخواستید۔ سیر گل سیر ندیدند و بہار آخر شد۔ از کیفیت ہائے خویش نوشتید بسیارے محظوظ شدم۔ چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ؎ بیاد آر ما محبان بادہ پیمارا۔

محذوما۔ ولی بایل عمر است ازو ے بہ توقع خیر است دروی کہ بایل بہ کنہ است نفس امارہ از وے بہتر است بلند نفس باشد پرہیز، میل نہ نماید بسنتی مجدد نقشبندیہ اگرچہ قلیل باشد قلیل نیست کہ مقتبس از مشکوٰۃ سنت نبوی است و سنت منوب فخر نائستہ ؎ ما در کیں جلوے صنوبر نشستہ ایم ؎ گر طاقتے کہ گر بنشاند بدام ما۔ والسلام

تمر مدینہ ہمراہ مکتوب نواب محمد علیخاں در جہانگیر آباد فرستادہ ام (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

تھے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے دہلی پہنچنے کی اطلاع نواب صاحب کو خط کے ذریعہ سے دی مگر اتفاق سے وہ خط کے پہنچنے سے پیشتر پہنچ گئے اور خط نواب صاحب کو ان کی موجودگی میں ملا۔ قبل اس کے کہ خط کو کھولیں یا پڑھیں اُن سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ "کیا آپ کو بھی اس وقت نسبت نقشبندیہ کی کچھ خوشبو آتی ہے۔ میرا دماغ تو اس خوشبو سے مالامال ہوگیا ہے"

مولانا حالی مرحوم کی زبانی نقل ہے کہ ایک بار نواب صاحب مولانا شاہ غوث علی پانی پتی کی زیارت کو پانی پت تشریف لے گئے۔ چند روز مولانا سے اوقات خاص میں صحبت رہی۔ وقت مراجعت ورخصت مولانا نے آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کا ہاتھ ذرا زور سے دبایا۔ اسی طرح تین بار مصافحہ کیا۔ نواب صاحب فرماتے تھے کہ ہر بار میرے قلب میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جو بیان میں نہیں آسکتی۔

(بقیہ حاشیہ نمبر ۹) اگر حصہ خود بیایند دہن شیریں نمایند وتسبیح باگریباں ناصروزیر بدہند درمیان خود و میر عبدالرحمان و میر عوض علی و مولوی ولی النبی صاحب و ہمشیرہ عزیزہ اہل خانہ میاں امو جان غفر اللہ لہ تقسیم بایند خلوص درمکتوب نوشتند تاہنوز نرسیدہ اند۔ از عبدالرحمن و اسمٰعیل و ہمشیرہ ہا خوانند ہمہ باسلام۔ تمام شد

مذہب کا احترام اور شرعی پابندی

آپ نہ صرف صوفی باصفا تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ اپنے ذاتی فائدہ کے لیے کبھی کسی شرعی مسئلہ میں توجیہ و تاویل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ مولانا حالی نے حیات جاوید میں آپ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ مولانا حالی لکھتے ہیں :-

"ہم نے خود دیکھا ہے کہ نواب مصطفےٰ خاں مرحوم رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کے پاس ایک موضع گرو تھا۔ بہت مدت کے بعد مالک نے اُس کو چھڑانا چاہا۔ ہر چند کہ رہن نامہ میں تمام منافع موضع مرہونہ کا مرتہن کو معاف و مباح کر دیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کل زر رہن ادا کرنا چاہتا تھا اور مفتیوں نے بھی اباحت کا فتوےٰ دیدیا تھا لیکن اُس مرحوم مغفور نے یہ حدیث پڑھی کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ اور جس قدر محاصل اُس موضع سے وصول ہوا تھا زر رہن میں سے سب مجرا دیکر باقی روپیہ راہن سے لے لیا۔ یہ بات دہلی میں آج تک مشہور ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ اس احتیاط کے سبب کہ آموں کی فصل قبل پھل آنے کے عموماً فروخت ہو جاتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے کبھی آم نہیں کھاتے

تھے - نواب صاحب نے اپنے علاقہ میں سختی سے اس شرعی احتیاط کو قائم رکھا تھا کہ جب تک کہ پورے طور پر پھل نہ آجائے اُس وقت تک فصل فروخت نہ کی جائے چنانچہ اب تک وہ قاعدہ جاری ہے - اسی وجہ سے شاہ صاحب ہمیشہ جہانگیر آباد کا آم بغیر کسی عذر کے کھایا کرتے تھے -

ورع وتقوے

جن ایام میں نواب صاحب باشتباہ بغاوت قید و بند میں مبتلا تھے ایک وصیت نامہ بنام مہین فرزند محمد علی خاں صاحب وغیرہم تحریر فرما دیا تھا اُس میں بنظر انتظام جملہ متعلقین و متوسلین کے لیے مقدار مصارف بالتفصیل معین کر دی تھی - دیون کے ادا کرنے کی تاکید تھی - بعد وفات قضا روزوں کے کفارہ ادا کرنے کی ہدایت تھی - ان وصایا کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ احکام شرعی کی بجا آوری میں کیسے راسخ اور ثابت قدم تھے اور خدا کی ذات پر کسقدر بھروسہ رکھتے تھے - آپ نے اس وصیت نامہ میں منجملہ دیگر امور کے رمضان شریف کے روزوں کے قضا کا حساب اور اس کے کفارہ کے ادا کی تاکید جن الفاظ میں لکھی ہے وہ یہ ہیں

"میرے اوپر رمضان شریف کے روزے ہیں خوب یاد نہیں مگر احتیاطاً دس رمضان کے لکھ لینا جس کے دس مہینے ہوئے ہر روزہ کی بابت ایک شخص

مسلمان کو دو سیر گندم چاہئیں۔ جس کے مہینہ کے ڈیڑھ من ہوئے تو دس مہینے کے پندرہ من ہوے ان کا دینا ضرور ہے مگر میری موت کے بعد کس واسطے کہ زندگی میں یہ کفّارہ ادا نہیں ہوتا پس جب میری موت کا حال سُن لو جو شخص اُس وقت میں زندہ ہو وہ پندرہ من گیہوں کہ ایک ایک فقیر کو دو دو سیر گیہوں دے۔"

سفرِ حجاز | نواب صاحب نے یہ مبارک سفر[1] ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ کو شروع کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ اور چند متوسلین ہمراہ تھے۔ بمبئی تک منزل بمنزل خشکی کا راستہ طے کیا اثنار راہ میں اکثر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کا موقعہ ملا اور اکثر اہل اللہ سے قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا جس کی تفصیل آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھی ہے۔ جس کا فارسی نام برہ آورد اور عربی میں ترغیب السالک الی احسن المسالک ہے جو اُن کی حیات میں طبع ہو چکا تھا ان ناگزیر مشکلات

[1] آپ نے اپنا سفرنامہ جو در اصل اس مقدس سفر کا تاریخی روزنامچہ ہے نہایت تفصیل کے ساتھ شستہ فارسی میں مرتب فرمایا تھا۔ جس کا عربی نام ترغیب السالک الی احسن المسالک اور فارسی برہ آورد ہے۔ آپکی زندگی ہی میں شایع ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اس کا اُردو ترجمہ سید زین العابدین صاحب بی۔ اے مضرم عدالت جج فرخ آباد نے شایع کیا جس کا نام سراج منیر ہے۔ یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ نواب صاحب کی دیگر تصانیف کے سلسلہ میں اس کتاب کا ذکر بھی ملاحظہ ہو۔

کے علاوہ جو ۱۸۵۸ء سے قبل بری و بحری سفر میں حجاج کو پیش آیا کرتی تھیں
نواب صاحب مرحوم کو ایک ہولناک واقعہ پیش آیا کہ جدیدہ سے آگے چلکر
جہاز چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور مسافر کشتیوں کے ذریعہ سے ایک ویران
جزیرے میں اُتار دیے گئے۔ جہاز میں سے سامان خوراک بھی کم ملا اور آب
شیریں کے صرف آٹھ پیپے ہاتھ آئے اور ہمراہی دو سو سے زائد تھے۔ ایک
ایک پیالہ پانی ہر شخص کو صبح و شام پینے کے لیے ملتا تھا۔ چار دن کے بعد
سب کے مشورے سے نو آدمی ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھکر ساحل کی
تلاش میں روانہ ہوئے وہ سات روز کے بعد ساحل بحر کی ایک بستی
میں پہنچے اور اپنے قافلہ کی مصیبت بیان کی وہاں کے حاکم نے سات کشتیاں
مصیبت زدوں کی امداد کے لیے بھیجیں۔ جب اس جزیرے کا پتہ نہ لگا تو
پانچ واپس چلی گئیں۔ لیکن دو کشتیاں ہمت کرکے بحر عجم کی طرف بڑھیں جن کو
یہ جزیرہ مل گیا۔ ان دو کشتیوں کو دیکھکر سب خوش ہوئے جتنے آدمی سما سکے
ساحل کی طرف روانہ کیے گئے۔ مگر اس بُرے وقت میں نواب صاحب اُن
لوگوں کے ساتھ رہے جو روانہ نہو سکے تھے اور محض فضل خداوندی پر بھروسا
کرکے اُسی ویرانے میں پڑے رہے چند روز کے بعد دو کشتیاں اُسی حاکم کی

بھیجی ہوئی اور آپہنچیں مگر طوفان کی وجہ سے دس دن تک روانگی ملتوی کرنی پڑی جب طوفان فرو ہوا تو نواب صاحب مع بقیہ ہمراہیان کے چل پڑے اور وہ سب سے آخر شخص تھے جو کشتی پر سوار ہوئے بالآخر ساحل لیث پر بخیر و سلامت جا اُترے اور وہاں سے براہ یمن عازم مکہ معظمہ ہوئے۔ اس واقعہ کو نواب صاحب نے اپنے سفرنامہ "بہ آورد" میں زبان فارسی میں حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں :-

ع اَنَا الْفَرِیْقُ فَمَا خُوْفِیْ مِنَ الْبَلَلِ - بہمہ حال بدیں نوع باں جزیرہ رسیدہ جزیرہ بود و چہ جزیرہ کہ چشم حاسد ازاں فراخ تر باشد و دل لئیم ازاں کشادہ تر و معہذا نہ نہالے کہ بسایۂ آں تواں نشست و نہ درختے کہ از میوۂ آں بہرہ تواں برداشت نہ آب و ازاں وجودی و نہ دانہ و ازاں نمودی نہ راہی کہ ازاں جا تواں گزشت و نہ ساحلی کہ بانجا تواں رسید حال جزیرہ بایں خرابی کہ گفتم طور سفینہ باں زبونی کہ شنیدی اکنوں چہ باید کرد چوں چارہ دگر نہ بود لاجرم بجزیرہ فرود آمدن تا اجل مقدر ہمدراں جا گزرانیدن ضرورت افتاد ہر چہ ازاں اسباب و کالا از آب بالا بود از جہاز بدریا انداختہ آمد کہ تدبیر فرود آوردن ایں بود و بس پس ہر آنچہ

پیش ما ماندنی بود بحکم خالق بحر و بر باد شرط موج دریا شرط زورق و ملاحی بجا
آورده بما سپرد و هر آنچه رفتنی بود بسمت دیگر برد سپاس خدای را عزوجل
که بسیار آمد و کمتر رفت اما دراں حال نه از رفتن حزنی و نه از آمدن سروری
وهمچنیں بما میل آب شیریں بدریا انداخته شد رفتنی رفت و آمدنی آمد و
کذلک از اجناس خوردنی هر چه برآوردن آں در حوصلهٔ امکان گنجید واکثرش
برنج و باجره بود که اهل کشتی بتجارت بار کرده بودند بعد فرونشستن غوغا چاره
سگالی را بزم آراست و از پئے رائی زدن نشست گفتگوی بمیان آمد این
بود آب و دانه در اینجا وجودی ندارد و آب موجود هشت بر میل و مردم زیاده
بر دو صد کس و پیداست که اینقدر آب سرمایهٔ چند روزه تواند شد و تا خیز
بجائے نرسد رسیدن سفینه معلوم و راه خبر بسته اند چکنم تا گره از کار کشاید
همه بیک حرف زبان کشودند که کار از دست رفته است و آب از سر گذشته
تدبیری ندانیم و چاره نمی توانیم جز انیکه دراں کوچک سفینه تنے چند از سر جان
برخیزیم و نشینیم تا چه پیش آید و از پس پردهٔ غیب چه رو نماید هر چند اندیشه
برنتابد که چنیں کشتی از چناں دریا بسلامت بگذرد اما اندیشه یعنی چه آنجا خوف
اگر از آب بحر است اینجا از آتش عطش ترسیده عذاب تشنه میری از آب

چوں تواند ترسید لاچار م بحکم الغریق یتشبث بکل حشیش دراں زبوں زورق
کہ حشیشے بیش نبود نہ دہ تن را کہ بعضے ازاں خود و سرخیل آں مولانا فضل علی
بودند باچندے از کشتی باناں و یکے مولوی برہان الدین کہ با ممگا رندہ
ایں فرخ نامہ مواسات تمام دارند در بمبئی ایشاں را شناسا آید از
اہل پنجاب اند فطرتی سلیم و فکرتی مستقیم ایشاں راست ووج سابق
گزاردہ حالیا بعزم سکونت در اشرب البلا و قبلہ کل حاضر و بادیہ فتند بعد
انقضاے چہار روز بریں واہبہ بتاریخ چہارم شوال توکلاً علی اللہ نشاینده
وسر و اده رحمت آلہی را منتظر نشستیم ہر سحر کہ می خیزیم رو بدریا می خیزیم و
ہر شام کہ می خوابیم بر فسانہ سفینہ می خوابیم دوازدہ روز از رفتن کشتی دشانزدہ
روز از شکستن جہاز سیری گشت تا شام گاہے دو کشتی خرد پدید آمد
وشب سیاہ را ہا مداد پدید آمد مپرس از شادی آں زماں کہ فلک در
دریا از ہلال روز عید بر فلک دلاویز تر می نمود دانستیم رفتگان آمدند
چوں ملاحاں فرود شدند دیدیم یکے از آناں نیست در شگفت زار افتادیم
ہنگام پرس و جو بدینگونہ داستان سرائی کردند کہ بعد ہفت روز فرستادگان
شما بہ قنفذہ کہ کوچک معمورہ است بر ساحل دریا رسیدند و پیش گاہ حاکم

کہ عرب دولہ خواند ماجرا گزار آمدند و بیاری او باہفت سنبوق رہ پیما شدند
چند شبانہ روز میانہ دریا بہم متفحص جزیرہ پرداختم چوار جزیرہ سراغی ننمود و ملاحان
آں پنج کشتی را بسمت قنفذہ برگردانیدند چندانکہ مولانا فضل علی و دیگراں
منع کردند سودے نداشت و دلیری نمودہ بسمت بحر عجم گرم تلاش شدیم
شکر للہ کہ سعی ما مشکور آمد و گوہر مراد بکف افتاد القصہ در دو زورق خرد در
کوبایں جم غفیر صورتی نداشت لاجرم یکے را بعد سہ روز و یکے را بعد شش روز
ہر قدر مردم کہ گنجیدند نشانیدہ سرزادہ شد و خود تکیہ بر لطف کارساز نمودہ
ہمدراں شورش کدہ توقف پزیر آمد لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔
از انجا کہ خداوندگار را پابندگان خود حرمتی برتر از وصف است بروز بست و پنج
از شکستن کشتی دو کشتی دیگر مشاہدہ شد ند ظن بد انمایہ رنگ دیگر داشت
کہ نفحات یقیں بدماغ میرسید کہ مدہوشان مار اجنبش نسیم توفیق بخود آورد
و کم کردہ راہان مار اخضر تحقیق از آوارہ خرامی استانید چوں بکنار میرسیدند
باز ہماں نواہاے ناآشنا است و ہماں شمائل ہاے بیگانہ تا ہنگامہ گفت
و شنود آغاز و زباں سرگرم پرسش راز گشت و انمودند کہ آں پنج کشتی کہ
رہ بجاے نبرد راہ قنفذہ گرفت رسیدں ہماں بود و باز گردیدن ہماں کہ

امیر را ازین معنی غضب در گرفت و قهرش فرو نه نشست تا از جای برنخاستیم
و یک کشتی دیگر افزود چند روز بهم جستیم عاقبت از تلاطم امواج و جوشش باد جدا
شدیم که بالکسب بخت و اتفاق بساحل مقصود گذر کردیم شعر او از گیست رهبر
در وادی محبت طوفان بود معلم دریای بیکران را - از کار دیگران بیخبریم که هنوز
آب بکیل می پیمایند و باد درهاون میسائید یا غم خانه کردند و رخ بسوی وطن
آوردند بعد رسیدند سفائن عزم جزم شد که این بار بهر طور جمله مردمان را بگنجانیم
غایت الامر از سامان و اسباب هر چنگجد بگذاریم این خیال مصمم شد و عزم
روانگی در پیش آمد مقارن آن حال طوفان باد و جوش باران و اضطراب
امواج پدید آمد سفائن صغیره را چه یارا که درین ناهنگام پا از حد خویش فراتر
نهند مصرع چراغ مرا باد و باران بسی است ده روز سبب توقف این شد
چون هنگامه ابر و باد فرو نشست بعزم سفر بر خاستیم و بتاریخ پنجم شهر ذیقعده
وقت عصر آنجزایر را خیر باد گفته در کشتی نشستیم و رخ بسمت لیث کردیم شماره
ایام اقامت آن جزیره یک ماه و پنج روز است چون دریای عجم موجی
نه باندازه دارد غالب بیم هلاک بود و بحریان خطرناک اما آنجا که صیانت
ایزدی باشد هیچ آب و آتش گزند نتواند رسانید سالما غانما بتاریخ

ہشتم نصف النہار بساحل لیث رسیدیم الحمد للہ علی ذلک حمدا کثیرا
ان للہ ہر ثبوراً وجبوراو کان امر اللہ قدرا مقدورا حالیا پیش ازانکہ سخن
از باب دگر گویم ماجرائے آب بر زباں آریم کہ باآں مایہ کمی تا ایں زمانہ وساز
باینہمہ مردم کہ اندازہ کثرت شان پیشتر گرفتہ چوں وفاکرد تا بدائع قدرت کاملہ
آفریدگار دریابی بشنو کہ جامی شام وجامی پگاہ چوں ساغر مہر وکاسہ ماہ بخش
ہر یکے بود وباین احتیاط چشم آں نبود تا پانزدہ بست روز روے آب بینیم
وہنگامہ ہنگام قسمت دیدنی داشت ہر چند کہ کس ہیچ نداد اما بمثالے روشن
نادیدہ بدیدہ مردم جلوہ دہم وہجوم تشنگاں گرد صاحب تقسیم بمثابہ انبوہ
باد اخواران چپ وراست میفروش باہماں جوش وہماں خروش عطش
زدہ پیش سبوئے آب چوں مستی بپائے خم شراب بیخود افتادہ تشنہ را با کاس
آب آں معاملتی کہ مے نوشی را با جام بادہ یکے نوائے عطش الملش بگنبد مینائی
رسانیدہ یکے زمرمہ پیمانہ گراں تر دہ باآں سبر آہنگی سرود کہ زہرہ از غصہ
بزم نشاط بر چیدہ اے حسرتی زیر وبم پیش کش سخن سادہ گوئی داستان
ماتم را ہادف وفنی مسرائے شعور دانگیز را بصوت حزیں ورد انگیز تر کمن
حدیث پر شور بملاحت بیان نمکین تر مسار افیون در شراب میا میز پر کالہ

دل باسرشک مریز از نظیر و مثال بگذر ساده بر سر داستان طرازی شو بگو تا دگر
چه می گوی چون درد و جام که قسمت میشد رفع عطش از کجا ناں پختن را سرمایه کو
ناکام پخت طعام از آب شور بود تراوش ابر رحمت بیں که سحابی آمد و بارانی
بارید مغاکها کندیدند و آوندها نهادند قدرے آب فراهم آمد و دو سه روز را سامان
شراب و طعام بر وجه بایست مهیا گشت - ازیں پس بخاطر حقیر گزرانیدند اگر
آب دریا چون عرق تکشیدن آید شاید که بکشیدن آرزو نوشیدن را شاید امتحان درست
اندیشه و انمود سلمنا طعم عرق داشت اما در اجائگاه نوشین تر از آب حیات
و شیریں تر از شراب قند و نبات بود طول کوتاه دریں هنگام که پیدا صورت
سختی داشت پنهاں چه موهبت هائے جلیل و عطیه هائے جمیل که ارزانی نداشتند
اگر همه بگذارم از نهمت ریا و سمعه می ترسم و اگر همه را گزارم از نعمت کفران
نعمت می هراسم نعمت ها از خداوند دیده ام و اما بنعمت ربک فحدث شنیده
خاموش چه توانم بود میگویم هر چه باد اباد تا سستی باین صحابه کیش منست چنگ
در دامن عبد الله بن عمر میزنم و باقتدائے ایشاں زمزمه می سنجم خدا از آفت
ریانگاه دارد او موهبت بخشیں آنبود که دلی عطا کردند صبور و زبانی سپاس
گزار دل وقف محمدت ها و لب سرگرم ثنا از بدایت تا نهایت ناشکیبی گردد را

پردۂ ضمیر نگشت واز آغاز تا فرجام بیقراری درپس کوچہ تحمل ماند اگر باور داری کہ
دروغ گفتن روا نیست سخن مرا با درکن ولاف مشناس وگزاف مداں و
شکرف مگیر وایں نہ حد چوں منی بود ہر آئینہ لطفے بود از لطائف جل شانہ
وعم نوالہ چوں لطف او کارفرما شود ذرّہ خورشیدی کند و قطرہ دریاے دگر
درروادی بے آب ودانہ آب ودانہ چہ گونہ عطا فرمودند باز از چناں دشوار
جاے چہ آسان برآوردند دیگر یکے ہم ازیں ہمہ آسیبی ندید وگزندی نیافت
کار افتادہ مشناسد کہ درصورت چنیں وقایع ایں معنی بس نادر است
واروس وکالا ہم از بسیار اند کے واز صد یکے رفت شمارہ آلاے ایزدی
ازنیروی تنومندان بالاتر است تا از ناتوانی چہ آید خوشتر آں است کہ
سوال فراوانی نعم بیشمار تا روز شمار وخواستگاری مواہب بیحساب تا روز
حساب نمودہ صرف نفس بداستان طرازی کند مستور مباد کہ بتاریخ نہم در
لیث آدیم قریۂ مختصر لیست۔

حج وزیارت بیت اللہ

وہاں سے براہ خشکی روانہ ہوکر منزل مقصود یعنی مکہ معظمہ
پہنچے اور زیارت بیت اللہ کی مسرت نے تمام مصائب سفر کو بھلا دیا۔ حج
سے فارغ ہونے کے بعد نواب صاحب کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ نے

چار روز کے فصل سے یکے بعد دیگرے مکہ معظمہ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اُسی خاک پاک میں جنت البقیع کے مقدس قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

**زیارت مدینہ منورہ** مکہ معظمہ میں دو ماہ پانچ روز قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ منوّرہ کو روانہ ہوئے۔ جس ذوق و شوق اور جس سچے خلوص کے ساتھ آقائے دو عالم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تھے اُس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ[1] سے ہوتا ہے۔

جب آپ کا قافلہ قریب شہر کے پہنچا شیخ الحرم تشریف لائے اور پوچھا کہ محمد مصطفےٰ خاں نامی کوئی شخص اس قافلہ میں ہے۔ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ نے نواب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ میرے مہمان ہیں" نواب صاحب نے جواب دیا "مجھے اس سے زیادہ کیا فخر ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں ابھی یہاں بالکل نو وارد ہوں سر دست مجھکو

[1] یہ واقعہ نواب صاحب نے اپنے سفرنامے میں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ان اشخاص کو جنھیں اس واقعہ کا علم تھا ممانعت کر دی تھی کہ وہ کسی سے اس امر کا ذکر نہ کریں۔ حضرت مولوی محمد احمد جان صاحب خلیفہ شاہ عبدالغنی صاحب برادر اکبر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سی۔ ایم۔ جی۔ مرحوم جو نواب صاحب مرحوم کے دوست اور پیر بھائی تھے اس واقعہ سے واقف تھے۔ لیکن انھوں نے بھی نواب صاحب سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ وہ انکی زندگی میں اس واقعہ کا اعادہ نہ کریں گے مگر نواب صاحب کی رسم کی مجلس کے بعد اسکا تذکرہ کیا تھا۔

اس عزت سے معاف فرمایا جائے"۔ اس پر شیخ نے صاف طور پر اپنے تشریف لانے کی وجہ بتائی اور فرمایا کہ "نہ میری مجال کہ معافی دوں نہ آپ کی طاقت کہ آپ معافی مانگ سکیں۔ اس لیے کہ "مجھکو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا ہے کہ میں جاکر حضور کی طرف سے شرط مہمانی بجا لاؤں"۔ یہ سنتے ہی آپ پر ایک حالت وجد طاری ہوگئی"۔

**سفر طائف** مدینہ منورہ میں ۳۹ روز مقیم رہنے کے بعد مکہ معظمہ کو واپس ہوئے اور مکہ معظمہ سے طائف تشریف لے گئے۔ یہاں کے قابل دید مقامات دیکھے اور جو یادگاریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی موجود تھیں اُن کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

**استغنا** قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں مسجد حرام میں ایک کردستانی بزرگ نے یہ معلوم کرکے کہ نواب صاحب کی کشتی ٹوٹ گئی تھی سرمایہ تلف ہوگیا ہوگا

---

لہ روزی از روزہا بعد نماز در مسجد الحرام نشستہ بودم عزیزی از کردستان پہلوے من بود گفت پارسی دانی گفتم آرے گفت تو نہ آنی کہ کشتی تو شکست گفتم آری گفت ایں نہ بیت اللہ است گفتم آری گفت نہ ایں جائے خلاف نیست گفتم آری گفت ماشنیدیم کہ عزیز را کشتی شکست مراز غصہ جگر خون است دائم ساز و سامان رفتہ باشد و برگ و نوا تلف گشتہ خاکی پیش من است بگیر و ساز برگی بساز ایں بگفت و کاغذی پیچیدہ (القیہ نوٹ صفحہ ۲۵ پر دیکھو)

آپ سے درخواست کی کہ میرے پاس ایک خاک ہے وہ لے لو اور اپنا سامان درست کر لو چنانچہ ایک پڑیا کمر سے نکال کر سامنے رکھ دی اُس کا یہ کہنا تھا کہ نواب صاحب کو سخت رنج ہوا اور دل میں کہا خدایا میں تو بخشایش کا طالب ہوں نہ زر کا۔ اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کہا مجھکو معذور رکھو اس نے پھر اصرار کیا اور آپ نے انکار کیا تو وہ بولا کیا مجھکو شعبدہ باز یا مکّار سمجھتے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں گمان بد کرنے والا آدمی نہیں۔ اُس نے پھر اصرار کیا کہ یہ نہ سونا ہے نہ چاندی محض خاک ہے اس کے لینے سے کیوں عار ہے۔ نواب صاحب نے کہا کہ اس خاک پر تو خاک ڈالو۔ ہاں کوئی ایسی چیز دو جو مس وجود کو سونا بنا دے۔ کُردی نے کہا کہ ایسی چیز کی خواہش تو تم سے زیادہ خود مجھکو ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴) از میان برآمد و در پیش من نہاد این سخن از روے گفتن و مراد دل از مو بہ در ہم شد گفتم خدایا خواہاں امرش آمدہ ام نہ جویاں زر روی از و دزدیدم و گفتم عذرم می پزیر سرمایہ من بامن است منت خدائے را کہ جز بخویش نیاز مندم نکردہ باز روزی دو چار شد و ہماں گفت کہ گفتہ بود و ہماں گفتم کہ شنیدہ چوں در من میلی ندید بدیں گونہ بسخن در آمد کہ بر آئینہ شعبدہ باز و نیرنگ سازم میدانی گفتہ اند گمان نیم گفت پس می تواں گرفت گفتم می تواں گرفت گفت نہ این سیم است و نہ زر کف خالی است نگ از چیست گفتم خاک بر سر این خاک بیز و آں بیارہ کہ مس وجود را از زر ناب کند گفت بآں مسئول از سائل نیازمند تر است۔ ۱۲

مراجعت وطن | طائف سے پھر حرم محترم میں پہنچے - ۱۵ روز مکہ معظمہ میں آخری قیام کرکے وطن کو مراجعت فرمائی اور پورے دو سال اور چھ دن کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ ہجری کو دہلی میں وارد ہوئے - علاوہ اُن گوناگون فیوض اور برکات کے جو اس مبارک سفر سے حاصل ہوئیں ایک سن رسیدہ بزرگ کی اشارت ہی جن سے بڑودہ میں بوقت مراجعت وطن قدمبوسی کا اتفاق ہوا تھا اُنھوں نے اس مبارک سفر کا ایک نکتہ بتایا - جس کو آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے اُس کا اس موقعہ پر نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا - کیا خوب فرمایا ہے -

"جو فاسد مادّہ خودی اور اسباب ظاہری میں گرفتار رہنے کا انسان کے اندر موجود ہے اُس کے دور کرنے کے لیے سمندر کا سفر نہایت مفید ہے" بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ موجیں ٹکرائیں آسمان میں ابر غلیظ گھرا ہو اُس مصیبت کے وقت میں کہ کوئی تدبیر کارگر نہو سکے اور تمام ظاہری اسباب مفقود ہوں - پردہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور کثرت کے غالب ہونے کا خیال نکل جاتا ہے اور خداوند واحد کا غلبہ معلوم ہوتا ہے - خودی کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے - لمن الملک الیوم" لله الواحد القہار کا مطلب ظاہر ہو جاتا ہے ان بزرگ کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب پر جو خاص رحم کی

مصیبت اس سفر میں گزری تھی اور جس کا مجمل ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے وہ
درحقیقت ایک مبارک ابتلا تھا۔ جس میں خدا کو مشاہدۂ وحدت کرانا اپنے خاص
اور برگزیدہ بندوں کو منظور تھا۔

ایام غدر کی مصیبت

غدر ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے عمائد و شرفا پر جو مصیبت
گزری ہے خدا دشمن کو نہ دکھائے۔ نواب صاحب بھی اُس سے مستثنیٰ نہ رہے
اُن کا دارالریاست جہانگیر آباد خطرناک حالت میں تھا۔ نواب صاحب اُس
کو چھوڑ کر بمقام خان پور جو جہانگیر آباد سے چند میل کے فاصلہ پر ہے اپنے عزیز
دوست عبداللطیف خاں صاحب رئیس خان پور کے ہاں اقامت گزین
ہو گئے تھے ٹھاکروں نے قلعہ جہانگیر آباد پر قبضہ کر لیا اور نواب صاحب
کے عالیشان اور خوشنما محلوں کو آگ لگا دی۔ تمام قیمتی اور پُر تکلف اثاث البیت
جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کا گراں بہا کتب خانہ اور اُن کی
اپنی تصانیف جس میں اُردو و فارسی کا کلام بھی شامل تھا آگ کی شعلوں کی نذر
ہو گیا۔ جس وقت بھیم سنگھ اور اُس کے ساتھی ٹھاکروں نے جہانگیر آباد میں
یہ ہنگامہ فساد برپا کر رکھا تھا۔ حُسن اتفاق سے ریاست رامپور کی فوج دہلی
جانے کے لیے جہانگیر آباد سے گزری۔ اس فوج کا افسر نواب یوسف علی خاں[۱]

[۱] نواب فردوس مکان یوسف علی خاں صاحب بہادر اور نواب شیفتہ مرحوم سے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو)

فردوس مکان والیے رام پور اور نواب مصطفےٰ خاں صاحب کے مخلصانہ تعلقات سے واقف تھا اس لیے اُس نے ٹھاکروں کے مقابلہ میں نواب صاحب ممدوح کے تابعین کی مدد کی اور اُن کو از سر نو قلعہ جہانگیر آباد پر قبضہ دلوایا۔

الزام بغاوت سے برأت

نواب صاحب پر بغاوت کا الزام بھی لگایا گیا اور کچھ عرصہ تک یوسف زنداں بنائے گئے مگر آخر کار اس سے گلو خلاصی ہوئی اور نواب صاحب بفضلِ خداوندی مامون و مصئون رہے اور مدارج و مناصب بھی برقرار رہے۔

صبر و استقلال

خواجہ حالی مرحوم فرماتے تھے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ نواب صاحب مصیبت حبس میں بمقام میرٹھ تشریف رکھتے تھے ایک مرتبہ

(باقی نوٹ صفحہ ۲۷)

اُس زمانہ سے مخلصانہ تعلقات تھے جبکہ نواب فردوس مکان مسند حکومت پر متمکن ہونے سے قبل دہلی میں قیام فرما تھے اُس زمانہ میں نواب عبد الرحمن خاں صاحب برادر خورد نواب جنّت آرام گاہ محمد سعید خاں صاحب بہادر دہلی کے قریب گورگانوہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے نواب شیفتہ مرحوم کی چھوٹی ہمشیرہ صاحبزادہ اصغر علی خاں صاحب برادر زادہ نواب جنّت آرام گاہ سے منسوب ہوی تھیں اُس وقت سے نواب شیفتہ مرحوم اور ریاست رام پور میں باہم خاندانی مراسم قائم ہوگئے جو اب تک قائم ہیں جب نواب جنّت آرام گاہ محمد سعید خاں بہادر ریاست رام پور کی مسند پر متمکن ہوے اور نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب ادائے تہنیت کے لیے رام پور آئے تو یہ قرار پایا کہ نواب محمد مصطفےٰ خاں نذر پیش کریں اور نواب رام پور معاقد کریں اور خلعت دیں جس میں ایک ہاتھی بھی مقرر تھا۔

بصد کوشش سے اپنے مہربان قدیم ٹربیل صاحب کے پاس جو پہلے کلکٹر سہارنپور اور میرٹھ میں جج ہو کر آگئے تھے یہ پیام بھجوایا کہ آپ کسی وقت آکر مجھ سے ملیں۔ صاحب نے جواب دیا کہ میں علی الصباح آسکتا ہوں چنانچہ حسب وعدہ پہنچے لیکن نواب صاحب اُس وقت دوگانہ سنت ادا کر کے فریضہ کے تہیہ میں تھے کہ آدمی نے اطلاع کی۔ نواب صاحب نے نہایت اطمینان کے ساتھ نیت فریضہ باندھ لی اور حسب عادت سورہ دہر پڑھی۔ اختصار گوارا نہ فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹربیل صاحب بعد انتظار بسیار واپس گئے اور ایک ظاہری توی تدبیر ہاتھ سے جاتی رہی۔ مگر اس تدبیر کے فوت ہونے سے اُن کے استقلال میں کچھ فرق نہیں آیا۔

تسلیم و رضا

حاجی بابو علی صاحب ساکن کرسی جو ایک دیندار و ثقہ آدمی تھے فرماتے تھے کہ مصائب ایام غدر میں ایک دن نواب صاحب مرحوم پیادہ پا محافظین کے ساتھ سڑک پر جاتے تھے۔ اس اثنا میں آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا "تیری شان کریمی کے قربان کہ اتنی ہی سزا دی ورنہ میں تو اس سے بہت زیادہ سزا کا مستوجب ہوں۔"

ایک زمانہ میں شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب بلند شہر کے ڈپٹی انسپکٹر تھے

اُن کی زبانی نقل ہے کہ دہلی میں نواب صاحب کو مرض سرطان عارض ہوا ڈاکٹر اپریشن کیا کرتا تھا اور ناقص حصہ گوشت کا آلات سرجری سے کاٹ کاٹ کر برابر صاف کیا کرتا تھا جس سے تیمارداروں کو تاب ضبط نہ رہتی تھی۔ چنانچہ ایک روز صاحبزادہ محمد علی خاں بے اختیار رونے لگے۔ لیکن نواب صاحب کی پیشانی پر کبھی بل بھی نہ آتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ "اس جسم خاکی کے زوال پر رونا نہایت کم ہمتی ہے۔ انسان کو اپنی مصیبت پر رونا نہ چاہیے"

مولوی ذکاء اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ایسا ضبط و استقلال میں نے آج تک کسی شخص میں نہیں دیکھا۔

علمی چرچے اور صحبتیں

غدر سے قبل نواب صاحب کا قیام زیادہ تر دہلی میں رہتا تھا۔ نواب[۱] ضیاء الدین خاں نیّر۔ مفتی[۲] صدر الدین خاں آزردہ۔ حکیم

---

[۱] نواب صاحب ضیاء الدین خاں لوہارو کے رئیس تھے اور دہلی میں قیام پزیر تھے آپ تاریخ و ادبیات مہارت کامل رکھتے تھے۔ مفتی صاحب نواب صاحب کے انتقال کے بعد عرصہ تک زندہ رہے جب کبھی نواب محمد علیخاں یا نواب محمد احسان خاں صاحب فرزندان نواب صاحب مرحوم سے ملاقات ہوجاتی تو صاحب کی یاد تازہ ہوجاتی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے نواب صاحب نے (بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

احسن اللہ خاں۔ مولوی امام بخش صہبائی۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ سید
غلام علی خاں وحشت۔ میر حسین تسکین۔ حکیم مومن خاں مومن جیسے سخنوران
باکمال کا اُس شہر لطافت بہر میں جمگھٹا تھا جب یہ لوگ ملکر بیٹھتے شعر و سخن ہی کا
شغل اور چرچا رہتا۔ ۱۸۴۷ء کا وہ زمانہ تھا کہ نواب صاحب و مفتی صاحب
کے یہاں ہر ہفتہ باری باری سے مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز نواب صاحب
کے یہاں مشاعرہ تھا اُس میں مفتی صاحب نے اپنی وہ مشہور غزل پڑھی جس
کا ایک شعر یہ ہے ؎ یا تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا
یا لا کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) گلشن بیخار میں آپ کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے: "فی الجملہ مولانا از دودہ بزرگ است بزرگ کاشف از اہل علم و اعتبار بودہ اند و مولد و منشائے وی ہمیں بقعہ مبارک است اعلیٰ ترین مناصب فضل خصوصات کہ باصطلاح اہل فرنگ صدر الصدور و شیخ الاسلام و مفتی و سلطنت ایشاں برائے ارباب ہند شایستہ ترازیں خدمتی نیست با ایشاں است و مولانا آں قدیمہ کسب معیشت و بنوی را وسیلہ نیل مثوبات اخروی گردانیدہ کہ ہمہ ہمتش صرف روائے کار نام است و برکت نفس شامل خاص و عام باد۔ اے اتحاد موفور و التیام نامحصور دار و روزی نیست کہ شہد صحبت ایشاں چشیدہ نشود و بایں قند مکرر کام جان حلاوت اندوز نگردد و باعتقاد من روز یکہ بے شرف مجالست ایشاں بپایان آید داخل ایام عمر نیست"۔

۱؎ سید صاحب لکھنؤ کے مشاہیر میں گزرے ہیں۔ نواب صاحب سے اُن کی گہری دوستی تھی یہاں تک کہ ان کی دوستی عشق کے درجہ پر پہنچ گئی تھی نواب صاحب کے سب ملنے والے ان دونوں کو ایک جان دو قالب سمجھتے تھے یہ ہی وجہ ہے کہ مرزا غالب نے ان دونوں کا ایک ساتھ اپنے ایک شعر میں ذکر کیا ہے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ ہو)

نواب صاحب نے مزاحاً مفتی صاحب کے چھیڑنے کو اسی طرح میں ایک غزل ایسے شخص کو لکھکر دیدی جس کا شمار سخنوران مشاہیر میں نہ تھا۔ مفتی صاحب کے بعد جس وقت اُس نے اس غزل کو پڑھا مفتی صاحب کی گھبراہٹ اور پریشانی قابل دید تھی۔ اس غزل کے دو شعر یہ ہیں ؎

ہم بزمِ دشمن کا چھپانا ہی تھا قاصد ✤ کہتا ہی کسی سے کوئی ناداں خبر ایسی

کہتے ہو علاج آپ کریں کچھ خفقاں کا ✤ دل کا ہے کو رہویگا سُنائی اگر ایسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱) وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوں شاید ✤ مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ مرزا نے جب آگیرہ آباد میں نواب صاحب کے پاس وحشت مرحوم کا آنا سُنا تو نواب صاحب کو خواجہ حافظ کا یہ مشہور شعر اس طرح بدل کر لکھ بھیجا ؎ چو با حبیب نشینی و چار پیمائی ✤ بیاد آر حریفان بادہ پیمارا۔ مرزا نے یہ تصرف بے جا نہ کیا تھا۔ چونکہ نواب صاحب محتاط تھے اس لیے اُن کی نسبت بادہ کی بجائے چار کا لفظ لکھنا پڑا (یادگار غالب)

خود نواب شیفتہ نے اپنی گلشن بیخار میں آپ کا تذکرہ اس طرح لکھا ہے:-

"وحشت تخلص غلام علیخاں خلف الصدق میر فرحت اللہ خاں و داماد مولانا محمد رشید الدین خاں غفر اللہ لہما از دودمان کریم است و از اکابر زادگان فخیم مولدش مراد آباد و در بنارس و شاہجہان آباد نشو و نما یافتہ بالفعل بمناصب ممتاز انگریزی در بلند شہر سرے بر دماہ میزاوج سخن سنجی و سخندانی است و مہر انور فلک مضامین دمعانی گلمائے فکرش دستہ بزم گلرخاں را شاید و جواہر نظمش آویزہ گوش یاقوت لباں را بایدز ہے صولت کلامش کہ از بان حسود بیخ است بجائے طعنہ لغزہ احسنت خیزد و شخ ذوق گفتارش کہ در زہر چند شراب از دہان اعدا ریزد"

نواب صاحب کی رسم و اتحاد مفتی صاحب سے نہایت مستحکم تھی۔ تذکرہ گلشن بیخار میں جہاں مفتی صاحب کا حال لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ایسا کوئی دن نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب سے ملاقات نہ ہوتی ہو۔ اور میرے اعتقاد میں جس روز ان کی مجالست کا شرف حاصل نہ ہو داخل ایام عمر نہیں ہے"

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ دونوں بزرگوں کے دولت خانوں میں زیادہ فصل نہ تھا اس لیے اکثر باہم آمد و شد رہتی تھی۔ جب سفر حج سے واپس ہو کر نواب صاحب وارد بمبئی ہوئے تو مفتی صاحب کے خط کے جواب میں ایک قطعہ فارسی بیس شعر کا نواب صاحب نے لکھا تھا جس میں سے چند اشعار بطور یادگار ہم بھی لکھتے ہیں۔

ابر طواف کوے تو اے مہر اوج فضل ✤ رو جانب زمین ز سما کردہ ایم ما

در کعبہ داستان مدیح تو خواندہ ایم ✤ وندر مدینہ بر تو ثنا کردہ ایم ما

ہر جائے کان محل اجابت شمردہ اند ✤ حق وفاد مہر اد اکردہ ایم ما

اس قطعہ کو نواب[1] صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے اپنے تذکرہ موسوم بہ شمع انجمن میں درج

---

[1] نواب شیفتہ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم سے خاص مراسم تھے جس کا ذکر خود نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنے تذکرہ شمع انجمن میں نواب صاحب مرحوم کے بارے میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں "محرر سطور در زمانہ قیام شاہجہان آباد کہ قریب دو سال خواہد بود بتقریب طلب علم در دولت کدہ ایشاں پائے اقامت (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴ پر)

کیا ہے۔

**دائرہ احباب** نواب صاحب کی ذات گوناگوں صفات کی جامع تھی۔ اہل امارت میں امیر تھے تو ارباب فقر میں فقیر۔ طبقۂ علما میں عالم تھے تو زمرۂ شعرا میں شاعر اور اہل ادب میں ادیب۔ اس لیے آپ کا دائرہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ بعض اصحاب ہم فنی کے لحاظ سے آپ کی ملاقات و دوستی کو موجب فخر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) افشرد و تا بقید حیات بود بخط و کتابت یاد و شاد میفرمود۔ غیب العالم الی احسن المسالک و تذکرۂ ناشش بچہار دیوان شعر فارسی و رسالہ در اوزان تالیفات ایشاں باقی ست۔ ملک مذکور در سنہ ۱۲۱۵ھ از دہلی ہجرت نمود۔ کاتب حروف فرستادہ و در سنہ ۱۲۱۹ھ ہجرت مانده بگرفتاری افواج ہند ہرگاہ بتہمت غدر مبتلا شدہ بحبس افتاد و محرر سطور بواسطہ بعض حکام سعی موفور در اخلاص بکار برد و حق تعالیٰ او را ازاں عقبہ کو نجات بخشید خطی بحجر سطور تحریر کرد کہ بہار نشش بلفظہ این ست خط سامی کہ در زمان مبتلا بودن مخلص بہ بندہ بنام صدر الصدور صاحب بہادر رسیدہ بود بر طبق آں صاحب ممدوح آنچناں مساعی جمیلہ و کوششہائے نبیلہ فرمودند کہ صورت نجات مخلص بظہور رسید اری مقتضائے محبت ہائے سامی ہمیں بود ایں احسان فراموش شدنی نیست اکنوں نجات صوری رو داد و لیکن نجات معنوی باقی ست یعنی جاگذاد و غیرہ بوجوہ معاش ہنوز مطلق واگذاشت نشدہ ایں مقدمہ ہم باجلاس صدر الصدور موصوف رسیدہ پس از مدت افتا کہ بآنجناب اطلاع کنم تا بنام شان خط سفارش چنانکہ سابق نوشتہ اند ترقیم فرمایند و تحریر آنچنانی کہ بظہور ایں امر مشکر گزار سامی خواہم شد مفصل ست کہ میان ما و شما گنجایش ہیچ مونیست کہ یاد آزیگانگیہا میدہد و ظاہر ست کہ بار ایں منت عظیم خواہد بود موبد یکم شعبان سنہ ۱۲۱۹ ہجری انتہی چوں ایں خط آمد خطی دیگر بنام مومن علیخاں صدر الصدور ساکن شد و نیز و معاملہ بود کوشش و کوشش بسیار داگذاشت شد و صاحب تونی رحمۃ اللہ تعالیٰ

سمجھتے تھے۔ بعض حضرات جو علم و فضل کے جوہر شناس تھے آپ سے رسم مودت پیدا کرتے تھے۔ ارباب طریقت بتقریب ہم مشربی آپ سے ملتے تھے۔ بعض کے مراسم امارت و ثروت کے تعلقات سے وابستہ تھے۔ ان میں سے بعض احباب کا ذکر جمیل موقعہ بموقعہ اُن حالات کے ضمن میں آیا ہے۔ اُن کے علاوہ خاندان کمبوہاں سے بزرگان میرٹھ میں آپ کے احباب نواب احمد اللہ خاں و منشی ممتاز علی خاں (اس نام کے دو بزرگ تھے) اور حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کُرتی اور شیخ محمد صاحب[1] تھانوی تھے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سے نواب صاحب کے رہنے کا اتفاق زیادہ تر جہانگیر آباد میں ہوتا تھا جہاں نہ دہلی کے سے علمی چرچے تھے نہ اہلِ کمال کا وہ جمگھٹا۔ اس لیے شعر و شاعری کا شغل بہت کم ہو گیا تھا اور دراصل جب سے زیارت حرمین شریفین سے واپس آئے آپ کسی دوسرے ہی حال میں تھے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

[1] یہ مولوی شیخ محمد صاحب بڑے عالم زاہد اور صوفی مشرب بزرگ تھے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں اُن کا مسکن تھا۔

ای شیفتہ ہم جب سے کہ آئے ہیں حرم سے + شوقِ صنم و خواہشِ صہبا نہیں رکھتے

بلکہ تذکرہ گلشن بیخار کے دیکھنے سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ نے سفر حجاز سے پہلے ہی اس شغل کو کم کر دیا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں "چوں ربط بایں فن از دیگر اشغال عالیہ و فنون شریفہ بازمی دارد اکنوں دیرگاہ ست کہ سروکارم نیست مگر بتحریک محفلیان گاہے از واردات جدیدہ اتفاق می افتد آں ہم بعد سالے نہ کہ ماہے" مولانا حالی نے ضمیمہ کلیات نظم حالی میں جو دیباچہ لکھا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب اپنی زندگی کے آخر چند سال میں بھی کبھی کبھی فارسی میں فکر سخن کرتے تھے غالباً اس کا سبب مولانا حالی کی وہاں موجودگی ہوگی۔ مولانا مرحوم بوجہ تعلق ملازمت ۱۸۶۳ء سے نواب صاحب کے اخیر وقت تک وہاں رہے تھے۔ مولانا حالی سے یہ بھی نقل ہے کہ نواب صاحب اواخر ایام میں خواجہ حافظ کی روش پر فکر سخن کرتے تھے۔

اولاد

نواب محمد علی خاں جو ریاست رامپور میں ریونیو ممبر رہے ہیں اور لارڈ لینسڈون کے زمانہ میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی تھے فرزند اکبر تھے ۱۸۹۹ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

ان دوسرے فرزند تھے ۱۸۷۶ء میں انتقال کیا۔ تیسرے

صاحبزادے نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ہیں جو علم و دوستی اور مکارم اخلاق اور دین و دیانت و سخا و کرم میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں۔ صوبہ متحدہ میں ڈسٹرکٹ جج کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ چار سال تک مدار المہام ریاست رام پور بھی رہے۔ اور اب پنشن یاب ہو کر ایم اے او کالج علی گڑھ میں آنریری سکرٹری کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں خدا سے تعالےٰ اُن کی ذات ستودہ صفات سے تا دیر قوم کو مستفید ہونے کا موقعہ عطا فرمائے اُن کے علاوہ دو صاحبزادیاں تھیں جن کا انتقال ہو گیا ان کا عقد بھوپال میں نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے برادر خورد کے فرزندوں سے ہوا تھا۔

تصانیف و شاعری

اولاد کے ذکر کے بعد اب ہم آپ کی اولاد معنوی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی شاعری کی ابتدا سن شعور کے شروع ہونے کے ساتھ ہی ہو گئی تھی اُردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے اور فارسی میں حسرتی۔

دیوان ریختہ اکیس سال کی عمر میں مرتب فرما چکے تھے جو غدر ۱۸۵۷ء سے غالباً دو تین سال پہلے مطبع آئینہ سکندری میرٹھ میں چھاپا گیا تھا۔ ایک غزل کا مقطع بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے ؎

ای شیفتہ اس فن میں ہوں اک پیر طریقت ✦ گو عمر ہی میری ابھی اکیس برس کی

فارسی اور اُردو دونوں میں حکیم مومن خاں صاحب مومن[۵] سے تلمذ تھا اور خان موصوف کی وفات کے بعد مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب سے مشورہ کرتے تھے۔

[۵] حکیم مومن خاں صاحب بھی نواب صاحب کی قابلیت سخن فہمی وسخن سنجی کی نہایت قدر فرماتے تھے۔ اکثر اوقات نواب صاحب ہی کی فرمایش سے فکر سخن کرتے تھے۔ اور اپنے کلام ریختہ کی تدوین بھی نواب صاحب ہی کو سپرد کی تھی۔ چنانچہ نواب صاحب نے تذکرہ گلشن بیخار میں جہاں حضرت مومن کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے "با ایں ہمہ صفات کہ مذکور شد بے تحریک محرکے بفکر سخن نمی پردازد۔ چنانچہ اکثر کلامش بخواہش دامی آنم صورت ظہور گرفتہ و ہم تدوین افکارش را فقیر باعث گشتہ۔ دیباچہ آنکہ ریختہ خاصہ سن ست و آں بتفصیل ایں ماجرا باز کردہ ام"

مومن نے تذکرہ گلشن بیخار پر ایک تقریظ لکھی ہے جس میں نواب صاحب کی مدح ایک رباعی میں اس طرح کرتے ہیں۔ رباعی

آں شیفتہ کز خود گرامی باشد ✣ سرخیل سخنوران نامی باشد
اکنوں کہ جسد خاندا لا بعدم ✣ محمود ثنای و نظامی باشد

اور پھر نواب صاحب کی سخن فہمی کی داد اس طرح دی ہے۔

زیں سان اوحسن معنی نیاز ✣ ہزار آفریں بر چنیں امتیاز

مومن نے ایک معما باسم نواب مصطفےٰ خاں بہادر لکھا تھا جو دیوان مومن میں موجود ہے۔

نوا بلبل کی بے بس کر رہی ہے ✣ بہار اک جام بے جا بھر رہی ہے
صدا بے درد قمری کی بلا ہے ✣ سرِ طاقت بھی جس کا نقش پا ہے
فلک کو کل نہیں بے جور و بیداد ✣ سپہر کیا ہو گویہ ہے فصل خزاں داد
سرورِ خوباں یاں نہیں ہے ✣ سرور اپنا تو اب امکان نہیں ہے
اسکے پاؤں ٹوٹیں ✣ کہ درد بے حد حسرت سے چھوٹیں

نواب صاحب مرحوم اور مرزا سے جس زمانہ میں تعارف ہوا وہ زمانہ مرزا کی شاعری کے شباب کا نہ تھا جیسا کہ مرزا نے اپنے ایک خط میں جبکہ اُن سے اور نواب صاحب سے نئی نئی ملاقات ہوی تھی نواب صاحب کی نسبت لکھا تھا "چوں دکان را کالا و زبان را حرف ہاے جگر آلا نماند۔ روزگار گراں مایۂ حزیداری (یعنی نواب مصطفےٰ خاں) پدید آورد کہ نقد رائج سخن خود را بہ بہاے گفتار نامہ من میدہد و گوہر را بہ پلہ بیجانگی خزف می نہد" رفتہ رفتہ باہم نہایت خلوص و اتحاد ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ قصیدہ جو مرزا نے نواب صاحب کی شان میں لکھا ہے شاہد حال ہے اس میں سے چند شعر بطور تخلیص کے نقل کیے جاتے ہیں۔

آں ہماے تیز پرواز م کہ بال ✤ در ہوائے مصطفےٰ خاں میزنم
عرفی و خاقانیش فرماں پذیر ✤ سکہ در شیراز و شروان میزنم
او خرامد مست و من چاوش وار ✤ بانگ بر اجرام ارکاں میزنم
گاشنِ کویش گذرگاہ من ست ✤ دوش در رفتن بر ضواں میزنم
خوبی خویش بد آموزِ من ست ✤ دم ز یاری می زنم ہاں میزنم
مہر ورزی بیں کہ با شم ہمنشیں ✤ من کہ زانو ہاش در باں میزنم

بشنو و نے آنکہ باد آں را ببرد + نالہ گردد کنج زنداں میزنم
بنگر و نے آنکہ کلک آنرا کشد + نقش گردد بر صفحۂ جاں میزنم

مرزا نے "سبد چین" میں بھی ایک موقع پر لکھا ہے ؎

مصطفےٰ خاں کہ دریں واقعہ غم خوار من است + گر بمیرم چہ غم از مرگ عزادار من است

کلام فارسی | نواب صاحب کا فارسی کلام حمد تصوف حکمت۔ اخلاق اور محبت کے اعلیٰ جذبات سے بھرا ہوا ہے اکثر مواقع پر غالب۔ مومن صہبائی جیسے ماہرین فن نے اُن کے کلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ ہم نے اس سوانح عمری کے آخر میں اُن کے اُردو اور فارسی کلام پر جو مختصر ریویو اور دیگر شعرا کے کلام سے اُس کا موازنہ کیا ہے خود ناظرین کو اُس کے مطالعہ سے حسرتی کے کلام کا پایہ معلوم ہو جائے گا۔

کلام ریختہ | شیفتہ کا اُردو کلام بھی معمولی کلام نہیں ہے۔ گرمی اور لذت کے علاوہ جو اِن کے کلام میں خداداد ہے (۳) میں وہ شکوہ الفاظ اور چستی ترکیب بھی پائی جاتی ہے جو کسی وقت سودا اور نصیر کا حصہ تھی اور (۱) کے کلام میں بندش الفاظ اور ترکیب کی روش کے لحاظ سے وہی خصوصیات موجود ہیں جن سے اُن کے اُستاد مومن اور غالب کا کلام مالا مال ہے۔ جس طرح غالب میر کی ادا کو

مرتے تھے۔ شیفتہ بھی میر کی سادگی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے کلام میں میر کی سی روش پیدا کرنے کے آرزومند تھے فرمایا ہے ؎

نرالی سب سے ہے اپنی روش اے شیفتہ لیکن ✤ کبھی دلیں ہوئے اشیوہ ہائے میر پھرتی ہے

اُن کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے مقطع میں اُنھوں نے اپنی اُس کامیابی پر فخر کیا ہے۔ ؎

شیفتہ سادہ بیانی نے بہت چمکایا ✤ ورنہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہم سے

سادہ اشعار سے جن میں میر کی جھلک صاف نمایاں ہے شیفتہ کا دیوان بھرا پڑا ہے۔ مثلاً

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ ✤ اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

مرنے کا مرے نہ ذکر کرنا ✤ قاصد وہ بہت الم کریں گے

دلّی میں تو شیفتہ ہے اُستاد ✤ ہم قصد سوئے عجم کریں گے

اظہار عشق اس سے نہ کرنا تھا شیفتہ ✤ یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

دل لگانے کا ارادہ پھر ہے شاید شیفتہ ✤ ایسی حسرت سے جو ہے گزری ہوئی اُلفت کی یاد

ہائے وہ شیفتہ کی بیتابی ✤ تھام لینا وہ تیرے محمل کو

آخر میں متاخرین شعرا غالب۔ مومن۔ سالک۔ عارف۔ وغیرہ نے بھی یہ جدت شروع کی تھی کہ قدماء کے سیدھے خیالات اور معمولی اسالیب کو لفظی اور معنوی تصرف کے ساتھ ایک نئے سانچے میں ڈھال دیتے تھے اس قسم کی جدت آفرینوں اور لطیف اور پاکیزہ تصرفات میں شیفتہ بھی اپنے استاد مومن خاں سے کچھ کم نہ تھے۔ ترکیبوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ تراکیب جو مومن اور غالب کا خاص حصہ تھیں سوائے شیفتہ کے کسی دوسرے کے یہاں مل ہی نہیں سکتیں مثلاً۔

فصل گل ہے میکدہ کا ساز و ساماں چاہیے ✤ توبۂ زلیدہ زیبِ طاقِ نسیاں چاہیے

بچتے ہیں اسقدر جو ادھر کی ہوا سے ہم ✤ واقف ہیں شیوۂ دلِ شورش ادا سے ہم

ای مرگ آ کہ میری بھی رہ جائے آبرو ✤ باندھا ہے سوگ اُس نے عدو کی وفات کا

سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اُن کے کلام میں سنجیدگی اور متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور اُن کی شاعری میں تہذیب کے پہلو کو کسی موقع پر نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیفتہ اپنے وقت کے استاد تھے اور انھوں نے جو کچھ کہا خوب کہا خود ہی فرماتے ہیں ؎

طرزِ سخن کیے وہ مسلّم ہے شیفتہ ✤ دعویٰ زبان سے نہ کیے میں نے یا کیے

اس مختصر سوانح عمری کے ذیل میں شیفتہ کے کلام پر ریویو کی گنجائش نہیں نکل سکتی اس لیے ہم اس سوانح عمری کے آخر میں اُن کے کلام پر ایک نظر ڈالکر تصوف، پند و حکمت۔ حسن معانی شوخی و ظرافت وغیرہ کی علٰحدہ علٰحدہ مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کریں گے جس سے وہ خود شیفتہ کی قادر الکلامی کا اندازہ کرسکیں گے۔

**رقعات فارسی** دیوان فارسی اور ریختہ کے علاوہ اس کلیات میں ہم نے حضرت شیفتہ کے رقعات فارسی کو بھی شامل کردیا ہے جس سے فارسی میں اعلیٰ انشا پردازی اور بلاغت کا اظہار ہوتا ہے یہ مکاتیب جا بجا تصوف سے مالا مال ہیں۔

**گلشن بیخار** اس کلیات کے علاوہ ان کی ایک اور مبسوط تصنیف تذکرہ گلشن بیخار ہے۔ جو اُن کے سفر حجاز سے پہلے مکمل ہوکر شائع ہوچکا تھا۔ یعنی سنہ ۱۲۴۸ ہجری میں اس کی تصنیف شروع ہوکر سنہ ۱۲۵۰ھ میں ختم ہوئی اور وہ سنہ ۱۲۵۳ھ میں چھپکر شائع ہوا۔ اس تذکرہ میں اُس زمانہ کے شعرا کا اُردو کلام جمع کیا گیا ہے اور کلام سے پہلے ہر شاعر کا مختصر حال اور اُس کے کلام کی نسبت رائے فارسی زبان میں لکھی ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اُردو کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا

تھا کہ اہل علم اُس کے ذریعہ سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اس لیے جملہ تصانیف حتیٰ کہ باہمی خط و کتابت کا کام بھی فارسی ہی سے لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیفتہ نے بھی اُردو تذکرہ میں شعرا کا حال لکھنے کے لیے فارسی زبان کو پسند کیا۔ شیفتہ کے زمانہ میں یا اُس کے قریب اور شعرا نے بھی تذکرے لکھے ہیں لیکن گلشنِ بیخار میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے جو اوروں میں نہیں پائی جاتی وہ شعرا کے کلام پر آزادانہ نکتہ چینی ہے چونکہ اس سے پہلے لوگ تذکروں میں سوائے تعریف کے تنقید دیکھنے کے عادی نہ تھے اس لیے بعض شعرا کے مقلدین کو شیفتہ کی یہ طرز نہایت ناگوار گزری۔ نظیر اکبر آبادی کے ایک شاگرد نے یہاں تک کیا کہ تذکرہ گلشنِ بیخار کے جواب میں ایک نیا تذکرہ گلستانِ بیخزاں کے نام سے تصنیف کر ڈالا اور اُس میں یہ الزام کیا کہ نواب شیفتہ نے جن شعرا کے کلام کی نسبت اچھی رائے دی تھی اُنھوں نے اُن کی بُرائی لکھی اور شیفتہ نے جس کی نکتہ چینی کی تھی اُن کی تعریف کی۔ یعنی دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش کی اور اب اس آخر زمانہ میں جبکہ فن تنقید سے ہماری زبان خاصی طرح روشناس ہو چکی ہے پروفیسر آزاد[1] کے دل پر سیّد انشا کی نسبت شیفتہ کی آزادانہ رائے دیکھکر

[1] پروفیسر آزاد کے الفاظ یہ ہیں: "نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کا گلشنِ بیخار جب دیکھتا ہوں (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵ پر دیکھو)

کٹار کا زخم لگا ہی۔ شیفتہ نے اگر سیّد انشا کی نسبت یہ لکھدیا کہ۔

"دیوانے دارد مشتمل بر اصناف سخن و ہیچ صنف را بطریقۂ راسخہ شعر انگفتہ۔ امادر شوخی طبع وجودت ذہنی او شکے نیست"

تو کیا گناہ کیا۔ مولانا آزاد نے سیّد انشا کی وکالت کا حق ادا کرتے ہوئے دربار لکھنؤ کی حالت دکھا کر یہ ثابت کیا ہی کہ انشا ہزل گوئی پر مجبور تھے۔ گویا اس بات کو تسلیم کر لیا ہی کہ انشا کا کلام مجبوریوں کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا جو پائے اعتبار سے ساقط سمجھا جاتا تھا۔ آخر میں انھوں نے اپنی بات کو میان بیتاب کا یہ قول لکھکر ختم کیا ہے "سیّد انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علی خاں کی مصاحبت نے ڈبویا"۔ شیفتہ نے بھی تو یہی کہا ہی۔ کہ

"ہیچ صنف را بطریقۂ راسخہ شعر انگفتہ"۔ اب رہی یہ بات کہ سیّد انشا نے دوسرے اساتذہ کے خلاف روش کیوں اختیار کی اس کے وجوہ لکھنے سے کلام کی نوعیت میں فرق نہیں آسکتا۔ اور اس لیے ایک بے لاگ تذکرہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۴) تو فارسی میں کٹار کا زخم دل پر لگتا ہی (تذکرہ آب حیات صفحہ ۲۰۲)

نویس کو وجوہ کی تلاش میں سر کھپانے کی ضرورت نہ تھی۔ بہرحال تذکرہ گلشن بیخار کی بے لوث رائیں کسی خاص گروہ کی آنکھوں میں کھٹکیں لیکن وہ اپنی آزادانہ تنقید کی وجہ سے آج جبکہ اُس کی اشاعت کو اسّی برس گذر چکے ہیں اُسی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے اسے مرزا غالبؔ[۵۱] جیسے شخص نے دیکھا تھا۔

**برہ آورد** اگر ہم نواب صاحب کے سفرنامہ حجاز کا ذکر نہ کریں جس کی مدد سے ہمیں آپ کی زندگی کے حالات معلوم ہوئے ہیں تو ناانصافی ہوگی یہ سفرنامہ سومسمہ ترعنیب السالک الی احسن المسالک یا "برہ آورد" فارسی زبان میں

---

[۵۱] نواب صاحب نے اپنے مراسم کے لحاظ سے اس تذکرہ کا مسودہ چھپنے سے پہلے مرزا غالبؔ کے دیکھنے کے لیے بھیجا تھا اس کو دیکھکر مرزا صاحب نے نواب صاحب کو جو خط لکھا تھا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اُسے کسقدر پسند کیا تھا۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں "تذکرہ ترتیب یافتہ و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند نامے رالفتش و نگار است و نہال نکو سرانجامی را برگ و بار" مرزا صاحب نے اس تذکرہ کی تقریظ بھی لکھی تھی جس کا اقتباس یہ ہے "ہما نا نواب ہمایوں آثار والاشان و خان فرو بیدہ فرہنگ پسندیدہ گفتار آمدہ و در گرامی دانش اندوز و سخن گوئی گرامی نہاد مبارک نفس دولت مہر پیشہ وفاگو ہر نواب مصطفےٰ خاں بہادر کہ گلبن خیالش پرشتہ بلبل است و چراغ فکرسش پری پروانہ سخنش سرخوشی را بادہ پیش و اضروگی را زہر ملال رقمش نصوحۂ گذرہ مہ و مست بال و بہ آشوب گاہ رشک و شمن کاہ بہ فراہم آوردن تذکرہ ریختہ گویان قدسی انجمنی ہمآراستہ و از تارپود فیض ازل و حیات ابد نو آئین خلعتے بدان بزم درانگندہ"

اس موقعہ پر بعض صفحہ اللہین صاحب کی تقریظ کا اقتباس بھی درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین ان دونوں شاہیر کی [illegible] کا اندازہ کرسکیں وہ لکھتے ہیں "و بگونہ چنیں بناشد کہ فراہم آوردہ سرآمد (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ ہو)

لکھا گیا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب جس طرح فن سخن میں ید طولےٰ رکھتے تھے اسی طرح وقائع نگاری کے انداز کو بھی خوب جانتے تھے آپ کا سفرنامہ کس اصول پر لکھا گیا ہے اس کا حال آپ کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے جو سفرنامہ مذکور میں ایک بزرگ کے حالات دوران میں آپ نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) سخنوران معنی گستر انتخاب مجموعہ کمال و نہر شاہ بیت سفینہ قالبت و استعداد بیت العقدہ دیوان فضل و کمال خداداد فاتحہ صحیفہ کاملہ دولت و اقبال بشملہ نسخہ جامعہ محاسن شیم و مکارم خصال سواد خوانِ رموز و اسرار و سواد و بیاض گزین فیض یافتگان مبدا رفیاض نسیم جانفزائے گلشن سخن طرازی بشیم نافہ کشای گلہائے چمن نکتہ پردازی والا فطرت بلند ہمت پاک نہاد نیکو روش قدسی نژاد صفوۃ منش پاکیزہ طینت روشن ضمیر کامل فرہنگ عدیم النظیر فہم مجسم ادراک مشکل نواب مصطفےٰ خاں بہادر تخلص شیفتہ است لآلی منثور سخن طرازان را از نظم او پایہ بلند است و ریاحین منثور نکتہ پردازان را از فراہمی او پایہ ارجمند" حضرت مومن نے اس تذکرہ کی داد ایک قطعہ تاریخ لکھ کر دی تھی جو یہ ہے:-

| | |
|---|---|
| کیا تذکرہ شیفتہ نے لکھا | ہے شیفتہ جس کے جانِ معنے |
| یوں نکتہ شناس ہیں ہر ایسا | کوئی نہیں قدر دانِ معنے |
| افکار بلند سے بنایا | اے چرخ پر آسمانِ معنے |
| ہر فقرۂ نثر جان مضموں | ہر شعر رواں روانِ معنے |
| کیا بات ہے منتخب کی تیری | اے منتخب جہانِ معنے |
| ہر نقطۂ انتخاب تیرا | خالِ رخِ دلبرانِ معنے |
| تیرے جو سخن سے ہے سرافراز | الفاظ کا پایہ شانِ معنے |
| معنے ہیں ثنا طرانِ الفاظ | الفاظ ہیں مدح خوانِ معنے |
| اے تازہ بہار باغِ مضمون | اے گلشن نے خزانِ معنے |

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ ہو)

تحریر فرمایا ہے "ایک کامل العقیدت صائب الرائے نے اُن کی خرقِ عادت کی ایک نقل میرے سامنے بیان کی میں نے قصد کیا کہ اس کو لکھوں لیکن چونکہ میری عادت میں عجائبات لکھنے میں بہت احتیاط ہے لہذا میری طبیعت نے مجھکو لکھنے سے باز رکھا"

آخری زمانہ میں جبکہ اُن کے ہمعصروں کا شمار رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا جاتا تھا آپ نے عزلت گزینی اختیار کرلی تھی اور سوائے یاد الٰہی کے اور کچھ شغل نہ تھا اکثر مزارات پر حاضری کا معمول تھا چنانچہ سبزی منڈی دہلی میں ایک بڑے بزرگ کا مزار ہے جو حضرت شاہ آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب واقع ہے وہاں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت شاہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷)

ہے تذکرہ ریاض فردوس ✤ فردوس ہے یا جنانِ معنے
مومن نے جب اسمیں دیر تک کی ✤ سیر گل و ضیمرانِ معنے
آیا ہے خیالِ سالِ اتمام ✤ تھا وہ بھی تو باغبانِ معنے
غنچہ کی طرح سے سرفرو تھا ✤ یک چند وہ ہمزبانِ معنے
جب نغمہ سرا نہو سکا وہ ✤ دستان زن داستانِ معنے
ہاتف نے کہا ہو اس کی تاریخ ✤ گلدستہ گلستانِ معنے

۱۲۵۰ھ

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر اکثر تشریف لیجاتے تھے۔ یا دہلی کے مشہور علما سے صحبت رہتی تھی۔ دنیاوی معاملات سے قطعی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی تمام ریاست کا کام اپنے فرزند اکبر نواب محمد علیخاں صاحب کے سپرد کر دیا تھا۔ ہندو روسا دہلی آپ سے نہایت خلوص رکھتے تھے اور وہ آپ کو اپنے یہاں شادیوں میں باصرار بلاتے تھے لیکن جس وقت آپ تشریف لیجاتے تھے تمام ناچ رنگ موقوف ہو جاتا تھا۔

معاصرین کی رائیں

نواب صاحب اور مرزا کی فارسی دیوانوں میں بعض غزلیں ایک ہی قافیہ و ردیف میں ملتی ہیں جن کے مقطعوں میں دونوں نے ایک دوسرے کے کلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً نواب صاحب فرماتے ہیں۔

اے حسرتی! مپرس ز غالب کہ از غزل ✤ آں کاری کند کہ بہ افسوں نہ کردہ کس

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

غالب ز حسرتی چہ سراید کہ در غزل ✤ چوں او تلاش معنی و مضمون نکردہ کس

سچ تو یہ ہے کہ مرزا غالب نواب حسرتی کی سخن فہمی و سخن سنجی کے اسقدر معتقد تھے

کہ ان کے نزدیک نواب ممدوح کے پسند شعرا کے حسن و قبح کے معیار بھی فرمائے ہیں۔ ؎

غالب بہ فن گفتگو نازد بدیں ارزش کہ او ✦ ننوشت در دیوان غزل تا مصطفےٰ خاں خوش نہ کرد

مرزا غالب مرحوم کی رنگ آہنگ میں اُن کے بعض رقعات[۵۱] ملتے ہیں جو انھوں نے

[۵۱] حضرت سلامت۔ مراکہ زبان در ستایش بیقرار است و اندیشہ در سگالش گستاخ۔ امید کہ در ایں پایہ بزمرۂ خوشامد گویاں شمردہ نشوم و بدیں مایۂ جرات بزہ مند نگردم۔ بنا میزد تذکرہ ترتیب یافتہ و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند نامی را نقش دنگار است و بنال نکوسرانجامی را برگ و بار رہرو نظر چوں بہ پیدائے کنار نا پیدائے ذوق سخن گام تماشا بردارد توشۂ برازیں برکمر نتواند بست خضر با اینہمہ جگر تشنگی کہ سکندر داشت لبش بر شحہ آبی تر نتوانست کرد و آں آب از در یا بخشیدن بود۔ شما گر دہی را از دور و نزدیک بسخن زندگانی جاوید بخشیدید و ایں بختی از عمر بکار دیگراں کردنست جاوداں زندہ باشید کہ سخن گویاں از شما زندۂ جاوید شدند و ہمکنان را بہ نکوئی نام برآمد باری گہر سفتن و خامہ گوہر بن نگاشتن۔ نامہ در ردیف الف بنگارش اشعار پروین نثار حضرت آزردہ از چہ روست ہر چند ذکر خدام بر جیس مقام در جریدۂ ایں فن نہ سزاوار شان فضیلت باشد لیکن اگر بمقتضائے فرط محبت جبلی بکار میرفت گناہی نبود و در تلافی آں بپوزش نخواہند نمی افتاد و ہم در ردیف الف در باب گذارش حال حضرت آشوب فزو ماندۂ کشاکش خیالم یعنی بدانست نامہ نگار آشوب از اعیان سادات ایں دیار و نامش میر امداد علی و نام پدرش میر روشن علی خاں ست و درین نسخہ با مداد علی بیگ مذکور شدہ چشم آں دارم کہ اندریں ہر دو باب بدل نشیں با سخ نشاط اندوزم۔

(رقعہ دیگر بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ ہو)

نواب صاحب مرحوم کے نام لکھے تھے ان خطوط میں نواب حسرتی کی شاعری اور سخن سنجی کے متعلق مرزا نے اپنے دلچسپ ریمارک دیے ہیں علاوہ ازیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰) "بنواب مصطفےٰ خاں بہادر۔

نزد - مردم زفرط ذوق تسلی نمی شوم + یارب کجا برم لب خنجر ستائی را

سحرگاہے کہ دلم از درد وشانہ چنانکہ مرا من ہمیشہ از ریخ ہمسایہ در آزار باشد بیقرار بود و ستم از اشکم بیتابی دل رعشہ دار فرخندہ سروشی از در در آمد و بسپردن بہار سامان نامہ گل بجیب تمنا ریخت ہر چند نامہ سپاس مسیحا را کیمیا و دیدۂ جان را توتیا آورد و تارک اقبال را افسر و پیکر آرزو را زیور بخشید۔ لیکن از انجا کہ آں قدسی مفاوضہ از شعر و غزل چوں نامۂ اعمال زاہد از ذکر می و شاہد سادہ بود دل سود ازدہ بداں نیاسود و خمار بداں یک دو جرعہ صہبا نشکست گفتم ہی ہی بژدۂ دیدارے کہ دل بہ نشاط آں تواں بستن و نہ کرشمۂ غزلی کہ لب بر زمزمہ آں تواں کشودن۔ ہر چند در از نفسے خواہش در آغاز حال بخروشم آوردہ بود و میخواست کہ خواہی نخواہی غبار نالہ بہ پردۂ گوش الہام نیوش نشاند۔ اما دور اندیشی فطرت با خودم در ستیزہ انگند و پس ازاں کہ بر افتادن پردہ از روے کار و آشکارا گشتن راز نارسائی فہم و ناتمامی دانش من بر ہم نفسانِ خاطر نشان من شد۔ مرا از آہنگ عربدہ باز آورد و مہر خموشی بر دہان نہاد" ..... (رقعہ دیگر)

"دلی نعمت طوطیان شکر خاسلامت۔ ہنوز گل افشانی گلبن التفات کشش جہت را بہ خالیہ بزی بوئے گل فراگرفتہ بود یعنی نشاط ورود بہارین صحیفہ از دل بدر نرفتہ بود کہ نخل بر و مند تفقد افشاندن بار آغاز کرد و رسیدن ہشت سبد انبہ در روضہائے فردوس بروی آرزو باز کردہ ہے انبہ ہائے پاکیزہ شیریں از برون سو بشیر شستہ و از درون سو بشکر انباشتہ بتازگی آب از چشمۂ خضر و باد از دم مسیح خوردہ و بشیر بینی گوے از شکر و دل از خسرو بردہ بہ پاکیزگی گوہر آب روے (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲ پر ملاحظہ ہو)

## ان خطوط سے نواب صاحب ممدوح کی زندگی کے متعلق بھی بعض حالات پر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱) خانوادہ ابر وہوا۔ وبہ دلاویزی پیکر چشم وچراغ دودۂ برگ ونوا ابر منیاں تا ازیں گراں ارزتر دست مزد عرق ریزی سعی بجست وفتراز حساب زیاں زدگیہای روزگار گہرسازی نتوانست شست انگور اگر در ریشگی دانستی کہ آبشتن وبادۂ ناب شتن دیگر است وچاشنی خدا آفریدایں شیرۂ پاک دیگر ہرگز آب نخوردی وبار بنا وردی تا دریں ساختگی ہر دم در دسر نہ دادی نیشکر اگر در آغاز کار وار سیدی کہ بگونہ گون فشار در آمدن وبسبی دیگراں بہ صورت تنگ شکر برآمدن دیگر است وگوارائی ازل آورد۔ ایں میوہ تعزد یگر ہرگز سر از خاک برنگردی وبا ندازہ درازی بالائے خویش بخاک فرو رفتی تا دریں نمودار ی بابلہی انگشت خالشدی اپخہ خامۂ شکر فشاں بداں رفتہ کہ ازیں ثمرہائے بیشرش یک نیمہ پختہ نیمۂ دیگر ہنوز خام است سبحان اللہ اگر میوۂ طوبی در پختگی بدیں رنگ ودرخامی ایں چنیں عالیہ فام است مرغی من کہ بہشتیان ببادۂ طہور نگرانند وسبز پوشان آں روضہ نتوانند کہ دل از ہیچکس برا بنید۔ گفتم اپخہ بہ پختگی زر دگردیدہ کرشمۂ کارسازی عنایت است کہ کاربے نوایان بفردا گزاشت واپخہ پیش از رسیدن سپیدی اشارہ بخوں گرمی ذوق است کہ در رنگ در دلجوی روا نداشت۔ دل گفت ہمانا اپخہ بہ پختگی زر دگردد نہایت شوق است کہ من بداں خرسندم ودر سندی من فراوان باد واپخہ پیش از رسیدن رسد مژدۂ وصل ست کہ من بداں آرزو مندم و دوست مرا بر زباں باد نقط" ..... (رقعہ دیگر)

نامہ بنام نواب محمد مصطفےٰ خاں بہادر۔ جان را از تن سپاس وخواجہ را از بندہ نیایش۔ روز ادینہ چوں شب شد بزم سخن آراستند ازاں رو کہ غزل نگفتہ بودم از شرم تہیدستی پیر در پیش دشتم ورفتن با نجمن مضمونی بود کہ ہرگز بخاطر نمی گزشت والاجاہ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالےٰ دو فرشتہ بر من گماشتہ زین العابدین خاں عارف وغلام حسن خاں مجو یعنی ایں ہر دو ابرام پیشہ شام گاہ بخلوت کدۂ تنہائی من آمدند وغیل آوردند وبدان سماں کہ شیر را چوں شکار کنند بر غیل بار کنند مرا با نجمن بردند۔ دیدار مخدوم ومعظم ومدار اعظم مولوی صدر الدین خاں بہادر تلافی ہجر راہ کرد بلے صرف رہروان دراں بود کہ مولانا صہبائی قدم بخطر مودہ بودند غزل مولانا صہبائی در زمین طرح دوسہ بیت دلنشین داشت بالجملہ چوں غزلخوانی سرآمد گریبانم نمی آید در بحر ہزج مثمن سالم کہ دند از یاران بندہ میرزا زین العابدین خاں عارف وجواہر سنگہ جوہر در زمین طرح دو غزل خواندہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳ پر ملاحظہ ہو)

روشنی پڑتی ہے۔ سرسید[۵۱] احمد خاں مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں جہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲) نقش نغز گوئی بکسی نشاندند۔ من بغزلی کہ بہماں روز گفتہ بودم زمزمہ سرائے آمدم۔ غزل۔

صبح مشہد خیز کہ روداد اثر بنمایم ٭ چہرہ آغشتہ بخوناب جگر بنمایم فقط

نامہ نگار اسمہ اللہ نگاشتہ پنجشنبہ بست وسوم مارچ ہنگام نماز عصر کہ ابر قطرہ فشاں بود وہوا تگرگ بار فقط

امید گاہا۔ دمی ادینہ روز بود ولو بد بزم سامعہ افروز۔ شامگاہ ہماں دو فرخ سروش از در در آمدند و مرا

با یخمن بردند۔ میر نظام الدین ممنون و مولوی امام بخش صہبای چوں ریجور بودند نیامدند کس بخدمت حضرت

آزردہ نفرستادند اگرچہ دیر آمدند اما آمدند۔ دلم اصفا و زبانم سالوا بخشید ند۔ بندہ را در زمین گلستان نگارش

قصیدہ اتفاق افتادہ بود۔ آں می سنجیدم کہ ورق را چوں برات نامقبول باز برم دریغنہ گویان را در دسر

ندہم۔ از آمدن حضرت آزردہ دل بخود یالید و زبان بزمزمہ دستوری یافت سحابی نیز تا خواندہ حاضر بود دو

زمین گلستان غزلی انشا کردہ۔ چوں قصیدہ مراشنود مجمل شد واز گفتہ خود بخی خواندہ در گذشت۔ امروز

بندہ آں بودم کہ قصیدہ بہ ورقے بنویسم بہ پرستاران در دو لنگدہ فرمیسم تا نیروز فرصت نگارش ہست بہم

مداد ہنگام نمازہ پیشین بود کہ سحابی وفتاح باہم آمدند آزاگریہ در آستیں وایں را گلدستہ در دست برید

فرخندہ نامہ بمن سپرد و رفت و باربار بدین آغاز کرد و ابر قطرہ می ریخت و من آرزوے نامہ گر سنجیدم تا اینکہ کلبہ

ام از آب دادمنم از گوہر نایاب پرشد زہے غزل و خوشا غزل پایہ ایں زمین، ایا آسماں بردہ اند و سخن

را بنوازش زمینیان از آسمان فرود آوردہ سخن سرودن حق شماست اگر ابرو سے ستودن داشتہ باشیم بر

خود نازمی توانیم کرد زیادہ زیادہ فقط"

رشک طالب و فخر غالب سلامت۔ قصیدہ گلستان یا آنکہ از دلم فوران رسیدہ واز زبانم بدر تراویدہ و بچناں

در دل جا دارد۔ بمشاہدہ غزلی کہ امروز بمن رسید ہم از دل رفت و ہم از نظر افتاد۔ زہے غزل و خوشا غزل

اگرچہ نارسا بیان و کج مج زبانم۔ اما اگر ہر بیت۔ اعجاز آگانہ بیک قصیدہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ ہو)

۵۱ سرسید مرحوم سے اور نواب صاحب سے ہمیشہ دوستانہ مراسم رہے علیگڈھ میں جب سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد سرسید نے رکھی تھی تو نواب صاحب بھی اس کے ممبر ہوئے تھے۔

## شعرائے دہلی کا ذکر کیا ہے - نواب صاحب کا کلام بھی لکھا ہے اور ان کی ثنا وصفت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) ستایم میتوانم آہ ازیں قطع وداد - ازیں قطع زبان ستایش ایں قطع کہ راست باآنکہ در سخن ہوا خواہ و آفرین گوی شما ستم مرا بر شما بر شک آورد وجاوداں بماند کہ پیکر سخن را جانید - دریں مشاعرہ کہ گزشت خاک زمیں گیر من غبار چشم ریختہ گویاں نگشت - غزل خود یک ہفتہ پیش از روز غزلخوانی گفتہ - بخدمت حضرت آوردہ دام بقاوہ فرستادہ ام وسرآں داشتم کہ چوں بنامہ کامیاب گردم وآنرا پاسخ نگارشوم ودر نگارش ہماں غزل سرمایۂ من باشد امروز کہ ادلا نامہ رسید ہمیں دم بپاسخ نگاری نشستہ وتا ورق بپایاں نرسید نان نخوردم ✦ فرد - دیدم آں ہنگامہ بیجا خوف محشر داشتم ✦ خود ہماں شور است کاندر زیست در سر داشتم "والسلام" باں خواجہ بے پروا ✦ من بندہ کہ غم ناکم ✦ وز عرصہ جگر چاکم ✦ خوآہم سخنی گفتن ✦ آنرو کہ میر فتنہ ✦ آں نامہ فرستادہ کز دیدن آں خون شد ✦ دل تا جگر از اندوہ ✦ گفتم چہ کنم غالب ✦ چوں کار دگرگوں شد ✦ می بایدم اینک رفت ✦ تا غذر سخن خواہم ✦ چوں گرد وغباری بود ✦ رفتن نتوانستم ✦ امروز بشام آمد ✦ لابلکہ سیہ ترشد سرمانده ببالین بر ✦ چوں غم زدگاں خفتم ✦ ہیہ ہیہ چہ تواند خفت - آں خستہ کہ غم خوارش - برزخم نمک پاشد ✦ وز دیدہ بیدارش ✦ شور ابہ رواں باشد - چوں از افق شرقی ✦ خورشید درخشندہ ✦ ناگاہ سری برزد ✦ آتش بجہاں ورزد ✦ مرغ سحری پرزد ✦ رفتم بجگر گاہی ✦ واں راز نہانی را ✦ اندل بزبان دادم ✦ در خلوت تنہای ✦ بے پردہ چو ہمرازاں ✦ لختے آمد وہمدم شد ✦ چندانکہ دم اندر نی ✦ از مہد دمیدم من ✦ چوں من بنوا آمد ✦ وآں نالہ کہ بر لب بود ✦ از باطن نے سرزد ✦ آنرم کہ نفس بالی ✦ زیں گونہ کشاکش کرد ✦ یک کاغذ نونوشتہ ✦ بود است بدستم در ✦ چوں نالہ نمودی داشت ✦ زاں شعلہ کہ دوری داشت ✦ بر صفحہ نشانہا ماند ✦ گفتم گر ایں صفحہ ✦ عنمانہ راستی ✦ فہرست نیازستی ✦ بایدکہ فروپیچم ✦ ہانگہ نہ نشان مندی ✦ نے خواجہ رواں سازم ✦ کوتاہ کنم گفتن ✦ آں نامہ کہ من گفتم ✦ حجاب دیدہ الا بر وند وروان کردند ✦ ہر چند در اندیشہ ✦ پیداست کہ خوش باشد ✦ باخوابگہی استعنا - با ایں ہمہ خوش نبود ✦ پوزش نہ پذیرفتن ✦ دیروز سحر گاہاں ✦ روشن گہر آں نیر ✦ کش روح رواں دانم ✦ بل خوشتر ازاں دانم ✦ دیوان نظامی را آوردہ بہوے من ✦ نزیں گونہ نواہا بود ✦ در پردہ گفتارش - کز ذوق بہنجارش ✦ ایں زمزمہ سر کردم ✦ الا گہر اکبر خاں خوانند سلام از من ✦ فقط - (بانحفاظ از تیغ آہنگ غالب)

میں جو نثر لکھی ہے وہ اگرچہ مبالغہ شاعرانہ سے پُر اور خیالات کی بلند پروازی سے مملو ہے لیکن چونکہ وہ اگلے وقتوں کی اُردو زبان کا نمونہ ہے اور اس طرز کی اُردو میں غالباً سرسید کی یہ سب سے آخری تصنیف ہے اس لیے تبرکاً اس کا وہ اقتباس جو نواب صاحب کے متعلق ہے درج ذیل کرتے ہیں۔

"باوجود ناز و نعم و ثروت کے مشق سخن کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے کہ قلم تردد سے نہیں آسودہ ہوتا اور فکر تلاش سے بلبل کی سجع خوانی اور قمری کی فصیح بیانی اُنھیں کی تعلیق گوئی سے مستفاد ہے۔ یہ پایہ فصاحت کا اور سرمایہ بلاغت کا خداداد ہے۔ اگر رنگینی مضامین کی گل کو رنگ۔ اور لطافت عبارت کے گوہر کو آب نہ دے۔ بلبل کا عشق کامل اور تاج سلاطین کی زینت تمام نہ ہو۔ انتخاب اُن کے کلام بلاغت نظام کا اس مقام پر سرمایہ فرحت ارباب نظر ہے۔"

تذکرہ شعرائے ہند میں جو مولوی کریم الدین مرحوم نے ۱۲۶۲ھ ہجری میں تالیف کیا تھا نواب صاحب کا ذکر الفاظ ذیل میں کیا گیا ہے:۔

"شیفتہ تخلص نواب مصطفےٰ خاں خلف الصدق عظیم الدولہ سرفراز الملک

۴۰۸۷

نواب مرتضےٰ خاں بہادر کا ہے۔ یہ صاحب ذکی و ذہین ہیں۔ امرائے شاہجہان آباد سے بڑے امیر ہیں۔ شاگرد حکیم مومن خاں کے اکثر اشعار ان کے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ایک تذکرہ گلشن بیخار انھوں نے شعرائے اُردو کا اس طور پر لکھا ہے کہ حال سب شاعروں کا فارسی میں شعر اُس کے اُردو میں۔

یہ تذکرہ سنہ ۱۲۵۰ھ ہجری میں تیار ہوا تھا۔ دو دفعہ مولوی محمد باقر کے چھاپہ خانہ میں چھپ چکا ہے۔ ایک دیوان بھی اُن کا میں نے سُنا ہے کہ تیار ہوا ہے۔"

تذکرہ گلستانِ سخن میں جو مولانا امام بخش صہبائی کے شاگرد شہزادہ مرزا قادر بخش صاحب کی تالیف سے ہے۔ نواب صاحب کا حال اس طرح لکھا گیا ہے۔

بہ درویشی ثنائے مصطفےٰ خاں مسکنی آرے ✤ خوشا مرگونۂ تارے حشمت درمیاں بینی

علوم رسمی سے کما ینبغی آگاہ۔ اور فنون متداولہ میں کامل دستگاہ۔ اصناف سخن میں قدرت تمام۔ اور فنون شتی میں مہارت تام کمال مرتبہ شناسی سے ہر سخن اپنے موقع میں اور ہر نکتہ اپنے مکان میں جلوہ گر۔ جس طرح تیغ ہندی

ریختہ شاہدان شنگول کے غمزہ سے زیادہ ترناجن بدل زن ہی۔ اسی طرح بادہ شیراز فارسی خوبان سیاہ مست کی چشم سے زیادہ ترخمارشکن ہی اور جیسے اُس تیغ آبدار کے سلح شور اس شہسوار ہنر کو شیفتہ نام سے مشہور کرتے ہیں۔ اس بادۂ صاف کے سرمست اُس مے گسار کمال کو حسرتی کے اسم سے مذکور کرتے ہیں۔ جو کثرت اوصاف مہر دہاں اور وفور محامد بند زبان ہی۔ ناگزیر نظر بر اوصاف اور ذکر مدایح سے تحریر افکار گوہر نثار پر قناعت کرتا ہوں۔

وفات | ۱۸۶۹ء میں جبکہ عمر گرامی کا تریسٹھواں مرحلہ تھا آپ کا وصال ہوا اور دہلی میں حضرت سلطان المشائخ مولانا سید نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں اپنے جد امجد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ ذیابیطس کا مرض پہلے سے تھا وقت آخر ہاتھ میں ایک کالا دانہ نکلا تھا وہی موت کا بہانہ ہوا۔ اپنا کفن بیت اللہ شریف سے ہمراہ لائے تھے اُسی میں کفنائے گئے۔ وفات کے دن جس روز سفر آخرت درپیش تھا اعزا علاج میں مصروف تھے ڈاکٹر نے ایک نسخہ تجویز کیا جس میں پورٹ وائن شامل تھی جس وقت یہ نسخہ لکھا جارہا تھا نواب صاحب نے فوراً ہی آنکھ کھولی اور حاضرین سے کہا کہ میری روح کو اس وقت بڑا صدمہ ہورہا ہی۔ سچ بتاؤ کیا معاملہ ہی؟ اس پر صاحبزادہ محمد علیخاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم سے ایک گستاخی ہوئی ہی یعنی

ایک ایسا نسخہ لکھوایا گیا ہے جس میں پوٹ وائن شامل ہے فرمایا کہ "کاش مجھے وقت پر اطلاع ہو گئی۔ اور موقعہ نہ ملا کہ اس نسخہ کا استعمال کیا جائے" اور یہ بھی فرمایا کہ تم اللہ کا شکر کرنا کہ اُس نے آخری وقت میں تمہارے باپ کو گمراہی سے بچا لیا۔ کہ اُسے اپنی صحت کے لیے احکام شرعی کی خلاف ورزی کا موقعہ نہ ملا"

آپکی وفات[۱] کی تاریخ کلام پاک (سورۂ دہر) کی اس آیت سے برآمد ہوتی ہے۔ "وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا" یہ مادہ تاریخ مولانا حالی مرحوم و مغفور نے اسی زمانہ میں نکالا تھا جو آپ کے مزار مبارک پر کندہ ہے۔ فقط خاکسار

نظامی بدایونی

۲۲۔ نومبر ۱۹۱۵ء

---

[۱] آپ کی وفات کے متعلق دیگر دو تعلقات تاریخ ہیں مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی مغفلہ سے ملے ہیں ہے یہ ہیں۔
(از جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم انصاری پانی پتی)

چو رفت از جہاں مصطفےٰ خاں امیر ✣ کہ بود اصل پاکیزہ و پاک فرع
خداوند تقویٰ خداوند زہد ✣ فقیر آشنا سالک راہ شرع
شد از فوت آں بے سر و بے تمام ✣ وقار۔ کریم۔ بذل و۔ تقویٰ و۔ ورع
۱۲۸۶ھ

(از جناب خواجہ امداد حسین صاحب مرحوم تخلص بہ مظہر پانی پتی)

چوں رئیس ابن رئیس نامدار ✣ کرد رحلت زیں جہانِ بے بقا
سالِ تاریخ وفاتش فی البدیہہ ✣ طعمِ غیبی بمن کردہ عطا
کز سرِ رازی بباید گفت ایں ✣ رحمتِ حق بر محمد مصطفےٰ
۱۲۸۶ھ

# کلام ریختہ پر ایک نظر

نواب صاحب کا دیوان ریختہ محض غزلیات کا ایک مختصر مجموعہ ہی اصناف نظم میں سے کوئی اور صنف اس میں نہیں ہی اس کی وجہ یہ ہی کہ آپ نے ریختہ کو اپنا خاص فن نہیں بنایا تھا کہ ہر صنف پر توجہ فرماتے۔ جو کچھ کہا گیا ہے صحبت احباب کا نتیجہ اور عہد شباب کا تحفہ ہی۔ جب سے حلقۂ صوفیہ باصفا میں داخل ہوے تو اشغال و افکار باطنی نے فکر سخن سے دل سرد کر دیا اور اس فن کو تضیع اوقات کا موجب سمجھنے لگے۔ اثنائے غزل میں کہیں کہیں قطعہ بند اشعار بھی آگئے ہیں ان میں سے دو قطعے یہ ہیں۔ جن سے بیان کی وسعت ظاہر ہوتی ہی اور سلسلۂ سخن ایسا مربوط ہے کہ جب تک نتیجہ نہیں سُن لیتا سامع کی توجہ قائم رہتی ہی۔

(۱)

| | | | |
|---|---|---|---|
| کہا کل میں نے اے سرمایۂ ناز | | تلوّن سے بھی تم کو مدّعا کیا | |
| کبھی مجھ پر عتاب بے سبب کیوں | | کبھی بے وجہ غیروں سے وفا کیا | |
| کبھی محفل میں وہ بے باکیاں کیوں | | کبھی خلوت میں یہ شرم و حیا کیا | |
| کبھی تمکین صولت آفریں کیوں | | کبھی الطاف جرأت آزما کیا | |

کبھی وہ طعنہ ہائے جاں گزا کیوں
کبھی یہ غمزہ ہائے جاں فزا کیا

کبھی شوخی سے میرے نغمہ سازی
کبھی کہنا کہ یہ تم نے کہا کیا

کبھی بے جرم یہ آزردہ ہونا
کہ کیا طاقت جو پوچھوں میں خطا کیا

کبھی اس دشمنی پر بہر تسکیں
پئے ہم جلوہ ہائے دل ربا کیا

یہ سب طول اُس نے سُن کر بے تکلف
جواب اک مختصر مجھکو دیا کیا

ابھی اے شیفتہ واقف نہیں تم
کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا

(۳)

ساقی کو میکدہ میں سرِ ناؤ نوش ہی
صوفی کو خانقہ میں سرِ وجد و حال ہی

عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز سے
معشوق کو غرور ہی عُنج و دلال ہی

منظور ہی حکیم کو ہر شی کی معرفت
حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہی

ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی
ہر بات منطقی کی مراؤ جدال ہی

اربابِ حکمتِ نظری کو عمل نہیں
اہلِ کلام کو ہوسِ قیل و قال ہی

جن کو کہ دست گاہ ہی فنِ نجوم میں
عمران کی صرف زائچۂ ماہ و سال ہی

ہیں بعض لوگ در پئے اسراف رات دن
بعضوں کو روز و شب سرِ تو فیر مال ہی

بعضوں کو ہی مذاق میں فخر نسب لذیذ
بعضوں کو ذوق دعوئ فضل و کمال ہی

مفلس کو فکر ہی کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے
منعم غریق لجۂ بیم و زوال ہی

جو ہیں حریص سیر چمن ان کو بزم میں
ذکر شجر کبھی کبھی فکر نہال ہی

جی میں کسی کے خواہش آرایش لباس
دل میں کسی کے حسرت جاہ جلال ہی

کوئی طلب میں اشہب گلگوں نظیر کی
کوئی اسیر شوق شکار غزال ہی

کوئی فدائے قامت آفت خرام ہی
کوئی خراب نرگس جادو مثال ہی

ناحق کسی کو شکر کسی کو شکائتیں
بے وجہ کوئی خوش ہی کسی کو ملال ہی

کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفتہ
اس کا جو دیکھیے تو بہت کم خیال ہی

## طرز مومن خانی

اگرچہ حضرت شیفتہ کو کلام ریختہ میں مومن خاں مرحوم سے نسبت تلمذ تھی لیکن انداز سخن میں اُستاد کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ایک طرز خاص رکھتے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

نرالی سب سے ہی اے شیفتہ اپنی روش لیکن
کبھی دلیں ہوائے شیوۂ ہائے میر پھرتی ہی

پھر بھی اُستاد کی روش خاص میں جو کچھ فرمایا ہے وہاں دونوں کے کلام میں فرق

دشوار ہی۔

شمیمِ زلف یہ ہی ہی تو وحشتِ دل نے
کب انتظار کیا موسمِ بہار میں کا

یگانا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں
طولِ امل جواب ہی زلفِ دراز کا

آپ جو ہنستے رہے شبِ بزم میں
جان کو دشمن کی میں رویا کیا

یاں سبک حسنِ دست ملاوا ں گہاں عرضِ نیاز
سخت جاں میں کب تھا اور نازنیں تو کب تھا

اُن سے نازک کو کہاں گرمیٔ صحبت کی تاب
بس کلیجا نہ پکا اے طبعِ خام اپنا

اپنے جوار میں ہمیں مسکن بنا دیا
دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا

دامن تک اس کے ہائے نہ پہنچا کبھی وہ ہات
جس ہات نے کہ جیب کو دامن بنا دیا

لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
ہی ایک شعبدہ مژۂ نیم باز کا

کب ہمیں حاجتِ پرہیز پڑی
غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا

اُس سے میں شکوہ کی جا شکرِ ستم کر آیا
کیا کروں تھا مرے دلمیں ہو زباں پر آیا

نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا

وہ صبح جلوہ جلوہ گر باغ تھا جو رات
مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب

میرے آنے سے تم اُٹھ جاتے ہو
بزم دشمن میں نہ آؤں کیوں کر

زندگانی سے خفا ہوں اپنی
پھر کہو تم کو سناؤں کیوں کر

وضع حفظ ہی تو عشرتِ صحبت معلوم
بزمِ اغیار سے کم محفلِ احباب نہیں

نگہیں ہی بیگناہوں کے خوں سے سوادِ شہر
حالانکہ وان ہنوز سرِ امتحاں نہیں

ہر چند کہ ہی آپ سے ملنے کی تمنّا
پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے

بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھکر
یہ اہلِ مروّت ہیں تقاضا نہ کریں گے

کہا کہ تنگ ہوں اتنی بھی بدگمانی سے
کہا جو ڈر ہی مجھے ایسی مہربانی سے

## تصوف

تصوف بھی مضامین غزل کا ایک دلاویز عنصر ہے۔ بعض شعرا اس مضمون میں تقلیداً اور رسماً طبع آزمائی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت شیفتہ کا یہ خاص مشرب ہی اور اس باب میں جو کچھ فرمایا ہی اُس سے رنگ تحقیق تراوش کرتا ہی غالباً کوئی غزل مضامین تصوف سے خالی نہیں۔ اُس میں سے چند شعر اس موقع پر ہدیۂ ناظرین ہیں۔

پیمانِ ترک جاہ لیا پیرِ دہر نے
پیمانہ دے کے بادۂ عنبر شمیم کا

وہ طرفہ حال کہ جس سے جماد رقص کرے
نہ رنگ ہی متغیر ہوا اہلِ تمکین[۵۱] کا

[۵۱] صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اہلِ تمکین وہ ہیں کہ ایک حال پر قائم موجاتے ہیں اور اہلِ تلوین : : ہیں جن کی حالت واردات کے موافق متغیر ہو جاتی ہے - ۱۲

تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کہ ذوق
ہی کاسۂ شکستہ میں جامِ دو نیم کا

یاں خارِ خس کو بے ادبی سے نہ دیکھنا
ہاں عالمِ شہود ہی آئینہ ذات کا

کہاں پھر وہ نایاب پایا جسے
غلط شوق ہی جنس نایاب کا

کل نغمہ گر جو مطربِ جادو ترانہ تھا
ہوش و حواس عقل و خرد کا پتا نہ تھا

کل شیفتہ سحر کو عجب حال خوش میں تھے
آنکھوں میں نشہ اور لبوں پر ترانہ تھا

وجد کو زمزمۂ مرغ سحر کافی ہے
شیفتہ ناز مغنی و مزامیر نہ کھینچ

جو بات میکدے میں ہی اک اک زبان پہ
افسوس مدرسہ میں ہی بالکل نہاں ہنوز

میکدہ یا میخانہ سے حلقہ مردان خدا مراد ہوتا ہے اور میکش سے سالک اور مے و بادہ سے کیفیات قلبی - ۱۲

اکثر ہوا ہے مجکو سفر در وطن مگر
لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغاں ہنوز

اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخ پر وہ ماہ
مدہوش ہیں ملائکۂ آسماں ہنوز

اس شعر میں لفظاً کوئی صراحت نہیں لیکن حقیقت میں یہ لغت ہی رسول کریم صلعم کی - ۱۲

میخانہ میں تمام جوانی بسر ہوئی
لیکن ملا نہ منصبِ پیرِ مغاں ہنوز

اے تاب برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی
کچھ رہ گئے ہیں خار و خس آشیاں ہنوز

برق سے تجلیات جلال و جمال مراد ہیں اور خار و خس سے تعلقات کونی - ۱۲

عبث ہی شیفتہ ہر اک سے پوچھتے پھرنا
ملے گا بادہ کشوں سے نشان بادہ فروش

وجد میں لائے اہلِ درد ہمیں
باد کے ساتھ خاک ہی رقاص

قسمت اُس کی خبر نہو جس کو
عام اس دور میں ہی بادۂ خاص

اہلِ طریق کی بھی روش سب سے ہی الگ
جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغ بال

پیرِ مغاں کے فیض توجہ سے شیفتہ
اکثر شراب پیتے ہیں وحدانیوں میں ہم

کچھ درد ہی مطربوں کی لَے میں
کچھ آگ بھری ہوئی ہی نَے میں

بدمست جہان ہو رہا ہے
ہی یار کی بو ہر ایک شے میں

میخانہ نشیں قدم نہ رکھیں
بزمِ جم بارگاہ کَے میں

مطرب بدیع نغمۂ وساتی پری جمال
کیا شرح حالتِ دلِ دردآشنا کروں

ڈر ہی کہ ہو نہ شوق مزامیر شیفتہ
ورنہ کبھی سماع مجرد سُنا کروں

جام مے دے کہ وہاں کام پڑا ہی مجھکو
کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں

ہم ہیں ایسے فراغ رو درویش
محفلِ بادشہ سے عار نہیں

ہر شغل میں اہم ہی نگہبانیِ نفس
اس سے سوا جہان میں شغلِ اہم نہیں

واقفِ اسرارِ معانی سے
جز حریفانِ بادہ خوار نہیں

ہم آئے ہیں جہاں سے اُسی کا خیال ہی
جز شاخ سدرہ ہم کو سرِ آشیاں نہیں

قطع نظر جو نقش و نگارِ جہاں سے ہو
دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں

اُس صوت جاں نواز کا ثانی بنا نہیں
کیا ڈھونڈھتے ہو ہر ربط و عود و رباب میں

پائی ہے دوست دوست عنادل نے باغ میں
پروانوں پر ہوئی ہے تجلّی چراغ میں

حجاب منظرِ مقصود ہے طلسمِ خودی
جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح یاب نہ ہو

بہت ہی دھوم مچاتے ہیں میکدے میں رند
مجھے یہ ڈر ہے کہیں مدرسہ خراب نہ ہو

صدق و صفا و مہر و وفا واں نہ ڈھونڈھنا
جس شہر و دیہ میں کہ سرائے مغاں نہ ہو

اے مرگ آ کہ میری بھی رہ جائے آبرو
باندھا ہے اُس نے سوگ عدو کی وفات کا

کیا وہ متاع جس کے نہ ہو کوئی گھات میں
ڈرتا ہوں میں جو زد پسِ کاروان نہ ہو

نغمہ پر درد ہے شورش سے افاقت معلوم
بادہ پُر زور ہے کیا نشہ کی شدت معلوم

جو کہ ہوا محو تجلّی ذات
خاکِ در اُس شخص کی اکسیر ہے

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دینداری و پارسائی کی

آخر کار مے پرست ہوا
شان ہے اُس کی کبریائی کی

راز پوشیدہ پوچھیے کس سے
بے خبر ہے جو باخبر کچھ ہے

# پند و حکمت

حضرت شیفتہ کے کلام میں پند و حکمت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور یہ قدما کی روش ہے۔

تم کو نہیں جو عجب تعجب ہے شیفتہ
ہے فی زمانہ یہ سرشت کرام میں

نفس سرکش کی کسی ڈھب سے رعونت کم ہو
چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبت کم ہو

منع کی حرص پر انسان ہوا ہے مجبول
ناصحو! دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو

یہ ہے نصیحتِ پیرانِ کار افتادہ
کہ بد بلا ہے جوانی ڈر و جوانی سے

اپنا ٹوٹا گھر بہت مرغوب ہے
بارگاہِ ثابت و سیّار سے

واعظ کے قول خوب ہیں رندوں کے فعل خوب
وہ اس سے سیکھ لیجے یہ اُن کو سکھائیے

فعلِ حکیم عین صلاح و صواب ہے
ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہ ہو

## اُردو کے ساتھ عربی جملوں کو نظم کرنے کی قدرت

حضرت شیفتہ چونکہ عربی فارسی اور ریختہ تینوں زبانوں میں قدرت سخن گوئی رکھتے تھے۔ اس لیے کلام ریختہ میں کہیں کہیں عربی جملوں کی تضمین نہایت پُر لطف واقع ہوئی ہے اس روش میں بالکل خواجہ حافظ سے مماثلت پیدا ہو گئی۔ اور بعض

غزلوں میں برسم شعرا عرب محض قافیہ پر قناعت کی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| کیا مزا تم سے آشنائی کا | بیت | ماشربتم مدامتہ الاخلاص |
| شیفتہ نے ہماری داد نہ دی | ؍؍ | سچ ہے القاص لایحب القاص |
| کیا کچھ وہاں سے منزل مقصود پاس ہے | ؍؍ | یا ایہا الذین سکنتم علی الجبال |
| ہم اگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں؟ | ؍؍ | اے خردہ گیر نحن رجال وہم رجال |

## حُسنِ معانی

ضوابط نظم اور قواعد شعر سے بالاتر ایک حسن معنوی اور تاثیر مخفی ایسی ہوتی ہے جس کا لطف وجدان صحیح وذوق سلیم ہی پاسکتا ہے۔ ایسے اشعار بھی حضرت ممدوح کے کلام میں جستہ جستہ نظر آتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| نے فائدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا؟ | اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر آیا |
| اپنی محفل سے یہ آزردہ اُٹھایا مجھکو | کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا |
| وہ مجھسے خفا ہے تو اُسے یہ بھی ہے زیبا | پر شیفتہ میں اُس سے خفا ہو نہیں سکتا |
| میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ واں | جفا میں نہیں دخل اسباب کا |
| صحرا بنا رہا ہے وہ امنوس شہر کو | صحرا کو جس کے جلوہ نے گلشن بنا دیا |

| | | |
|---|---|---|
| مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں | | اس نے ہی کیا نگہ کو بھلا پُرفن بنا دیا |
| کھیل نہیں کچھ۔ کہ دکھا دوں تمھیں | | فرض کیا آہ میں تاثیر ہے |
| تکلیف شیفتہ ہوئی تم کو مگر حضور ! | | اس وقت اتفاق سے ہیرہ عتاب میں |
| اُس نوبہارِ حُسن کو بدنام مت کرو | | تھی شیفتہ کے پہلے ہی شورش دماغ میں |
| دھوکا مجھی کو صرف نہیں میل یار کا | | دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتباہ میں |
| کہوں میں کیا کہ کیا دردِ نہاں ہے ؟ | | تمھارے پوچھنے ہی سے عیاں ہے |

پہلا مصرعہ ایک معمولی بات ہے مگر دوسرے مصرعہ نے اُس کا رتبہ بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ یعنی تمھارا پوچھنا ہی دردِ نہاں کی حقیقت کا ثبوت ہے۔ ۱۲

| | | |
|---|---|---|
| ہم سے وہ ناحق جو خفا ہو گئے | | شیفتہ کچھ اپنی ہی تقصیر ہے |
| بھڑک گئی نم شبنم سے اور آتش گل | | یہ کیسی آگ ہے دونی ہوئی جو پانی سے ؟ |
| اُن کی باتیں اُس نے بھی چپ کر سُنیں | | آج ناصح کو نصیحت ہو گئی |

## شوخی و ظرافت

نواب صاحب کی طبیعت میں متانت و سنجیدگی کا مادہ زیادہ تھا۔ اس لیے شاعرانہ شوخی و ظرافت ان کے کلام میں کم پائی جاتی ہے۔ پھر بھی جو کچھ ہے

نہایت خوب ہی۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

جلد منگواؤ شراب گل رنگ
شیفتہ ساقیِ گل فام آیا

پانی وضو کو لاؤ رخِ شمع زرد ہے
مینا اُٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

اس شعر میں محض شاعرانہ شوخی ہی نہیں بلکہ ایک پہلو تصوف کا بھی ہی یعنی مینا سے وہ اذکار و اشغال مراد ہیں جو سالکان طریقت کے ذوق و شوق و وجد ان کو بڑھاتے ہیں اور ان اشغال کا وقت قبل نماز صبح ہی۔

ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

کمی تھی حالت رندی میں اس کو کیا یارو؟
کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفتہ بنا واعظ؟

رند فارغ بھی ہوے جام سحر گاہی سے
اور زاہد ابھی آہنگِ طہارت میں نہیں

پارسا کیا ہوے تم شیفتہ سادے بھی ہوے
باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مئے ناب نہیں

پیری میں سیرِ باغ کی تقریب شیفتہ
معشوقہ ساتھ ہی نہ خلل ہی دماغ میں

شیفتہ اک رند مشرب شخص ہے
کس سے لوگوں کو عقیدت ہوگئی

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دینداری و پارسائی کی

آخر کار مے پرست ہوا
شان ہی اُس کی کبریائی کی

| | |
|---|---|
| جس لب کے غیر بوسہ لیں اُس لب سے شیفتہ | کمبخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے |

اس قطعہ میں منشائے شوخی محض لفظ می پرست ہی جس سے صوفیہ کی اصطلاح میں کیفیات باطنی کا ذوق وشوق مقصود ہی۔ ۱۲

# محاورہ بندی

بعض شعرا کے اشعار کی بنیاد محض محاورات پر ہوتی ہی اگرچہ نواب صاحب کا شیوہ خاص معاملہ بندی ہی لیکن جہاں کہیں محاورات و امثال کو باندھا ہے اس کی بندش بے تکلف اور بامزہ ہی۔

| | |
|---|---|
| نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین | دل ہوا بیخ سے خالی بھی تو جی بھر آیا |
| آپ جو ہنستے رہے شب بزم میں | جان کو دشمن کی میں رویا کیا |
| میں کمین تو بہیں ہوں آپ لیکن کیا کروں | مُنہ میں بھر آتا ہی پانی۔ جام مینا دیکھکر |
| ہی شمع انجمن وہ مہ آتشیں عذار | گھی کے جلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ |
| بلبل کو بھی نہیں ہی دماغ صدائے گل | بگڑی ہی تیرے دور میں ایسی ہوائے گل |
| چراغ وقف محبت نے کر دیا افسوس | کہ مجھکو اپنے پرائے سبھی جلاتے ہیں |
| بوسہ لب نہ مانگنا اے دل | مُنہ لگاتا ہے کون سائل کو |

| | |
|---|---|
| غیر سے کب ہوا ہی ترک کلام | باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے؟ |
| ڈوب مرنے کی جگہ ہی غسل صحت ہجر میں | روئے دیتا ہوں احبا کی مبارکباد سے |
| کیوں کر مجھے خط رقم کریں گے | کیا غیر کا سر قلم کریں گے |
| ذکر وصال غیر و شب ماہ و بادہ سے | ایسے لیے گئے۔ ہمیں طعنے دیا کیے |
| منہ بنائے ہوئے اس کو سے گزر کرتا ہی | ابتو لو غیر بھی دل میں مرے گھر کرتا ہی |
| ناصح تری زبان ترے بس میں جب نہو | انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے؟ |

# دیوان فارسی ایک نظر

اس دیوان میں سات قصیدے۔ متعدد قطعے اور باقی تمام تر غزلیات ہیں۔ ان سات قصیدوں میں سے چھ قصیدے نعت سرور کائنات میں ہیں اور ایک جناب علی مرتضےٰ کی منقبت میں۔

نواب صاحب نے امرا و ملوک کی مداحی کبھی نہیں کی۔ نہ ان کی طبیعت کے مناسب تھی۔ قصیدہ کا جو انداز رائج ہو گیا ہی وہ حقیقت میں بھٹی ہے۔ نواب صاحب جیسے دیندار۔ صوفی منش۔ کی شان سے بعید تھا کہ شاعری کے اس میدان میں طبع آزمائی کرتے۔ نہ اُن کو صلہ کی حاجت تھی نہ شاہ و

امرا کی حضور میں رسوخ کی پروا۔ سیر و سلوک باطن نے نام و نمود کی ہوس بھی مٹا دی تھی۔ لہذا اس صنف پر قلم نہ اٹھانا بالکل بجا تھا۔

## قصیدہ اول

| | | |
|---|---|---|
| گر سر بر آشتی و مدارا برآورم | | پرخاش از سکندر و دارا برآورم |
| از قید نہ رواقِ نگارین برآورم | | یوسف زہفت کاخِ زلیخا برآورم |
| اول بآب چشمہ کوثر وضو کنم | | وانگہ نفس بنعت مزکّے برآورم |

## قصیدہ دوم

| | | |
|---|---|---|
| رستم از ہجر و بمنزل گہ جاناں رفتم | | جانبِ گل کدہ از دشتِ مغیلاں رفتم |
| نورِ من شمع رہ خضر شد اندر ظلمات | | گر شبِ تار بسر چشمۂ حیواں رفتم |
| خود ندانی اثرِ فیض مزار شاہ ست | | کہ بہم پائی دل ناصبیاباں رفتم |
| آں بدریائے رسالت گہرِ یک دانہ | | کہ ز فیضش نہ بدریوزۂ عماں رفتم |

## مطلع قصیدہ سوم

| | |
|---|---|
| کارے بجسب خواہش دل در جہاں مخواہ | تغییر رسم کہنۂ ہفت آسماں مخواہ |

## مطلع قصیدۂ چہارم

| | |
|---|---|
| اے در حسد بہ بزم تو از ساغر آفتاب | با آنکہ اشرف ست ز ہر اختر آفتاب |

## مطلع قصیدۂ پنجم

| | |
|---|---|
| زیں بعد ما و درغم دل ناگریستن | گشت آشنائے نرگس شہلا گریستن |

## مطلع قصیدۂ ششم

| | |
|---|---|
| نسیم صبح آمد سوے من از ساحت گلشن | پر از ریحان و گل جیب۔ آستیں از لالہ و سوسن |

## مطلع قصیدۂ ہفتم

| | |
|---|---|
| دوش کاں رشک ماہ کنعانی | ہم چو خور کرد پرتو افشانی |
| بحر جود و کرم علی کہ کفش | در فشاند چو ابر نیسانی |

غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں سلاست، روانی۔ سنجیدگی۔ بندش کی چستی مشق و مہارت کا نتیجہ اور شیرینی و لطافت خداداد ہے معنوی نزاکت اور اسلوب بیان کی تازگی آپ کی فکر سلیم کا خاصہ ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں زبان فارسی کی کساد بازاری ہوگئی۔ ورنہ حسرتی کے دیوان کی قدر و شہرت اساتذہ ماضی کے دواوین سے غالباً کم نہوتی۔

بعض غزلوں کے مقطعے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نواب صاحب کو نظیری کی روش بہت پسند تھی چنانچہ کہتے ہیں ؎

جز حسرتی بپایۂ او کس نمیرسد ۔۔۔ در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسید

نظیری متاخرین میں غزل کا استاد مانا گیا ہے اور اُس کا کلام معنوی نزاکتوں کے لیے مسلم ہے۔

مولانا حالی مرحوم فرماتے تھے کہ اواخر عمر میں نواب صاحب کو فکر سخن کا اتفاق ہوتا تو خواجہ حافظ کی روش پر کہتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ آخری کلام دیوان میں داخل نہیں ہوا۔

زیادہ حصہ نواب صاحب کے کلام کا صوفیانہ خیالات سے پُر ہے اور یہی آپ کا مشرب خاص تھا۔ عاشقانہ اشعار جو غزل کی اصل و بنیاد ہیں ان میں بھی تصوف کا پہلو اکثر

اکثر نمایاں ہی بعض اشعار حکمت و موعظت یا اخلاق سے متعلق ہیں۔ البتہ شوق و فراق کا مضمون شاذ ہی۔

بعض غزلوں میں ایک دو شعر صوفیانہ و عاشقانہ مذاق کے ایسے بھی ملتے ہیں جو مطالعہ کرنے والے کے دل پر وجد کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہی شاعری کا اعجاز ہی۔ مندرجہ ذیل اشعار مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین یہ اندازہ کر سکیں گے کہ حسرتی اپنے جذبات اور خیالات کو نظم فارسی میں ظاہر کرنے پر اسی طرح قادر تھے جس طرح ریختہ میں فرماتے ہیں :—

| | | |
|---|---|---|
| اے فیضِ تو بکشودہ زباں ہا بہ بیاں ہا | | حمدِ تو فروبستہ۔ بیاں ہا بزباں ہا |
| در پردہ چو بودی ہمہ در کتمِ عدم بود | = | از بہرِ ظہورِ تو شدہ اسم مسمّا |
| در دہر جز خرابات جاے دگر نیابی | | آنجا کہ خندہ آید بر بادشہ گدا را |
| بجز امید کہ ایمانِ عشق کیشان ست | | کسے نداد تسلی۔ دل زلیخا را |
| مرید پیرِ مغاں شو۔ کہ از اطاعتِ او | | گزر نیست۔ جوانانِ ما و پیرا را |
| دی سوختہ ایں سخنِ نغز بمن گفت | = | کز آتشِ دل۔ خشک کنی دامنِ تر را |
| خندہ چہ خوش شیوہ ایست از پسِ خشم و عتاب | | لذتِ دیگر دہد زخمِ نمک سود را |

| | | |
|---|---|---|
| صحبت خوش است ساقی و مطرب بزم راست | تصوف | از گل پیالہ خواہ و ز بلبل ترانہ را |
| آں پسر سادہ رخاں را تکلف آئین است | = | گر زینت ست زآرایشِ لباس مرا |
| در آبروئے محبت نگر کہ نبشاند | = | فراز مسند دیبا۔ بایں پلاس مرا |
| امشب کہ تکلفے نہ کردم | = | مہرست چراغ محفلِ ما |
| از رفتنِ ہر دوست شد آخر | = | کاشانۂ غیر منزلِ ما |

ہر کس کہ قتیل غمزہ اش شد
ای حسرتی! اوست قاتلِ ما

یہاں رشک و رقابت کا مضمون نہایت عمدہ الفاظ میں ادا ہوا ہے دوسرے معنے مذاق صوفیہ میں یہ ہو سکتے ہیں کہ "مقتول غمزۂ دوست ہی میرا قاتل ہو سکتا ہے۔ معنی اہل فنا ہی مرتبہ اہل فنا میں پہنچا سکتے ہیں۔

"اقتلونی اقتلونی۔ یا ثقاۃ
ان فی قتلی حیاۃ فی حیاۃ"

| | | |
|---|---|---|
| ما حسرتی! ز شیوۂ غالب گرفتہ ایم | تصوف | آمیختن بباد ۂ صہبا ئی۔ گلاب را |
| وہ کہ زمانہ وانشد۔ کار کسے بزندگی | = | کاش بر مند بعد مرگ۔ بہرہ ز سنگ و خشت ما |
| چشم از ہمہ ندوختہ تو پوشد کسے چرا | = | دل را بیک کرشمہ فروشد کسے چرا |

| | | |
|---|---|---|
| رحم ست بر کسے کہ دراں کوے می رود<br>وردست نامۂ من و بر لب سلامِ ما | | |

| | | |
|---|---|---|
| ملک پیکارِ دشمن را بسویش التجا آرد | | اگر پندِ جراحت ہائے مژگانِ درازش را |
| ای پیغمبر چہ فائدہ؟ از استراق سمع | | بے حرف و صوت نیز بیا پید خبر مرا |
| رازِ نہفتہ گفتم اگر ساقیا! مرنج | = | می گفتمت کہ بادہ مدہ ایں قدر مرا |
| ز لالہ دیدنِ لالہ گرت ہوست بخواب | | بہارِ قدرتِ صانع چو دیدنست بخسپ |
| وُور نبود اگر آں مرد سبکتاز رسد | | کہ سرآمدِ رہ و پنداشت کہ آغازے ہست |
| آنچہ خواہند و بیابند۔ نخواہند آنرا | = | ایں سخن شمۂ از ہمتِ درویشان ست |
| پوشیدہ خورم بادۂ و آہمہ کنم وجد | = | در اہلِ خرابات رہ و رسمِ ریا نیست |
| گر بامِ بلند است۔ کمندِ دگر آور | | واماندگی از بسمی روانیست رونیست |
| در چارۂ او کوش کہ دیوانہ ات امروز | | از نکہتِ گل بوے ترا باز ندانست |

یہ مضمون نہایت لطیف و تازہ ہے کہ عاشق دیوانہ بوے گل و بوئے یار میں تمیز نہیں کرتا۔

| | | |
|---|---|---|
| از بیمِ تو شب حسرتی نظارہ ہمی کرد | | زیں گونہ صدا ہا۔ کہ کس آواز ندانست |
| چشمِ وصل ست کہ می میرم و نتوانم مُرد | = | پاس را ست کہ می سوزم و نتوانم سوخت |

ذوقِ این مژمہ از خویش بُردنم آورد ؎ می سراید کہ دل دادہ و دلدار یکی است
اضطراب دگر افزود۔ دلِ شیدا را = التفاتِ تو کہ ما نا بمدارا ے ہست
یعنی اہل عشق و محبت حصول مراد و مقصد سے نہایت خائف رہتے ہیں اور اسکو
دادی عشق کے عقبات سے سمجھتے ہیں۔
مشاطہ را بگو کہ بزمِ ہوس رود ؎ در چشمِ عشق زلفِ تو بے شانہ خوشتر است
یعنی ناظرین مناظر حسن و قدرت عاشق زار اور مصنوعی خوبیوں کے دلدادہ
ہوس کار ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| کشت او مرا و ہیچ شنیدی چگونہ کشت؟ | ؎ | زاں پیشتر کہ تیغ کشد۔ خوں بہا گرفت |
| نگاہ کاوشِ غارتگرانہ افتاد | = | مسلمانانِ غم ایماں ضرورست |
| کارہمت نہ باندازۂ طاقت باشد | ؎ | مرغِ بسمل شدہ را ہم سرِ پروازے ہست |
| دمِ جاں پرورِ او ہر چہ کہ دارد دانم | = | از ادب گرچہ نگویم کہ اعجازے ہست |
| دُردی کشاں چو سوئے خرابات رکنند | = | اوّل بآب چشمۂ حیواں۔ وضو کنند |
| صد پردہ۔ بروے دوست بستند | = | زاں جملہ۔ یکے۔ جمال باشد |
| جزمن بنامِ قتل۔ بقاتل دعا کہ کرد؟ | = | گو مُزد سہل بود۔ ولیکن ادا کہ کرد؟ |
| پہلوے غیر بہ بزمش نکنم جاے کہ نیست | ؎ | چشم آنم کہ نگاہِ غلط انداز کند |

| | | |
|---|---|---|
| فریاد ز تقوے کہ بنوش نتواں رفت | عاشقانہ | آہ! از دوشِ او کہ سر بامم نہادہ |
| فتنہ را از قدِ رعنائے تو امداد رسد | = | چرخ را از نگہتِ نسخہ بیداد رسد |
| طبعِ چالاکِ ترا می بسرِ خشم آورد | = | آہ! زاں لحظہ کہ آتش بکفِ باد رسد |

گر بمستی آں بہاراں - جلوہ گل یاد آورد

داغِ مے گل گردد و - بلبل بفریاد آورد

خدایا! حشر برپا کن - بہنگامے کہ عاشق را

بدل حسرت - بگردن دشنہ - برلب آفریں باشد

## قطعہ

حسرتی! ایں تازہ گل باشد نثارِ دوستی

بو کہ مارا از نسیم کوئے خود یاد آورد

غالب آں رنگیں نوا بلبل کہ ذوقِ نغمہ اش

عندلیبانِ گلستاں را - بفریاد آورد

میفروشد رائگاں در کوچۂ پیرِ مغاں

ہر متاعے را کہ دل از کوئے زہاد آورد

دورِ وصال تا رہ بمعشوقہ می کنم　　آرے چنیں کند کہ بدولت گدا رسد

یہاں منتہائے عشق سے جزوی ہے کہ حبیب عاشق درجۂ محبوبیت پر فائز ہوجاتا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| جز حسرتی بپایۂ اویش نمی رسد | | در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسد؟ |
| بیا و طاعتِ مقبول را بہ ما بر | | خلل بکار دعاہائے مستجاب انداز |
| گرت ہواست کہ چوں حسرتی نوا سنجی | | بزیرِ شاخ گلے۔ در قدح شراب انداز |
| چو یادِ دوست کنی۔ غیر را فراموش کن | | چو نامِ عشق بری از سرِ نشاں برخیز |
| بر آں سرم کہ ز ہر نیک و بد کنارہ کنم | | خورم شراب و رخِ نیکواں نظارہ کنم |
| بُتِ ہوائے مرا شیخ صومعہ بشکست | | بیا کہ خدمتِ رندِ شراب خوارہ کنم |

رند - اصطلاح صوفیہ میں ارباب فقر و فنا کو کہتے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| شوق منصور را در جلوہ گاہ یار بُرد | غزل | ما ہاں در بندِ فالِ سبحۂ صد دانہ ایم |
| حسرتی! عشق مجازی را حقیقی کردہ ایم | " | با ہوا نا آشنا و از ہوس بیگانہ ایم |
| باز م از رشکِ میاز ار کہ در محفلِ تو | " | خویش را دوش بصد حیلہ و فن آوردم |
| مرا نجشید و گاہے جز بدی نیکی ندید از من | غزل | نمیدانم۔ کدامیں جرم۔ ایزد برگزید از من |
| از پیش من رود ستانی کہ فی المثل | غزل | یوسف ز ہفت کاخِ زلیخا بر آمدہ |

| | | |
|---|---|---|
| از مُردنِ خود نیست غم۔ اما غمِ اینست | تضمین | گویند کہ معشوق تو اعجاز ندانست |
| اگرچہ حسرتی! از اہلِ زہد و پرہیزم | = | ولے بزشاہد و مے نیز احترازم نیست |
| از پئے صیدِ تو۔ صد دام بہر جائے ہست | تخلص | جرمِ من چیست؟ مرا نیز تمنائے ہست |
| سِرّی بود طلب وعدہ و اتمامِ فرمود | = | می شناسد کہ کرا حدِ تقاضائے ہست |
| جائے من تنگ۔ بہر جا کہ زسوائی من | تضمین | جز خرابات کہ آنجا ہمہ را جائے ہست |

بمجلس ارباب فقر سے مراد ہے

## قطعہ

| | | |
|---|---|---|
| ضیمے۔ صبح برآمد بتفرج زکنشت | تضمین | بسرِ وقت من افتاد گزارے سرکشت |
| گفتمش کیستی؟ اینجا بچہ کار آمدہ | | اے رخ و طرۂ تو سنبل و ریحان بہشت |
| گفت۔ دارم سخنی چند بپرسش درخور | | خوب و زود ہر چہ آمدہ کمتر از زشت؟ |
| گفتم۔ ایں سرِ ملوک است بدیہنا مگرائے | | گفت سنجیدہ شنو دی سخن ای نیک سرشت |
| گفت۔ رمزے است خرد سوز کہ دارد دیباب | | التہاب شررا و جگرِ خستہ برشت |
| بر سرِ مو ضعیف اینہمہ بار از چہ فتاد؟ | | گفتمش زانکہ دلِ خود بمحبت بسرشت |
| گفت من ہم سخنِ نادرہ گفتن خواہم | | گرچہ طبع تو بگیتی سخنِ نغز نہشت |
| لطفِ او مومن و کافر نگزارد محروم | | پرتو و بہ حرم۔ نگہت گیسو بکنشت |

دوش ایں طرفہ غزل خاطرِ من انشا کرد
حسرتی ۔ خامہ و آمد طلبیدہ بنوشت

# مقابلہ و موازنہ کلام حسرتی ۔ با کلام شعرائے دیگر

## حسرتی

روئے تو بسکہ بود پیش نظر ہر ساعت
می تواں دید مثالِ تو در آئینۂ ما

از پئے جلوۂ شوخی کہ پری عاجز اوست
شوق شوخیِ پری داشتہ در سینۂ ما

داغ صہبا یا ۔ رونقِ پشمینۂ ما
مے در آوینہ بہ از طاعتِ آدینۂ ما

در حریمِ دلِ اصحابِ صفا ۔ جا داریم
وائے آنکس کہ بود در دلِ او کینۂ ما

کارساقی و مغنّی ہمہ می کرد ۔ حبیب
حسرتی بود چہ خوش صحبتِ دوشینۂ ما

## غالب

محو کن نقشِ دوئی از ورقِ سینۂ ما
ایں ز آہت الف صیقلِ آئینۂ ما

وقفِ تاراجِ غمِ تست ۔ چہ پیدا چہ نہاں
ہمچو رنگ از رخِ ما رفت ۔ دل از سینۂ ما

عرصہ بر الفتِ اغیار چہ تنگ آمدہ است
خوش فرو رفتہ مطیعِ تو خوشا کینۂ ما

غالب امشب ہمہ از دیدہ چکیدن دارد
خونِ دلِ بود مگر ۔ بادۂ دوشینۂ ما

## نظیری

آنکه بر ما رقم کین زده از کینهٔ ما
نقش آئینهٔ خود دید در آئینهٔ ما

عیدِ نوروز بود مکتبِ ما را هر روز
بجست گر ز سینه د آویزهٔ ما

زاں زراہے کہ بدنبالهٔ چشمت رسید
خوں فرو میچکد از خرقهٔ پشمینهٔ ما

طُرفه شورِ سحر از سینهٔ نظیری برخاست
ساخت کارِ همه را گر بهٔ دوشینهٔ ما

## حسرتی

امشب کم از قیامت اہنگامه ندیدم
فردا مگر به بینم - دیدارِ آشنا را

در دو هر جز خرابات جاے دگر نیابی
آنجا که خنده آید بر بادشه گدا را

بے مستیِ شبانه لطفِ صبوح نبود
پیرِ مغاں - سحر گه این نکته گفت ما را

## نظیری

در پرده ره نداد ند وقتِ سخن صبا را
من نیک می شناسم پیغام آشنا را

با فقر و تنگ دستی شوخیِ عجب دستی
در کشورِ غیوراں - نخوت کُشد گدا را

## حسرتی

بجز امید که ایمانِ عشق کیشاں است
کسے نداد تسلّی - دلِ زلیخا را

مرید پیرِ مغاں شو - که از اطاعتِ او
گزیر نیست جوانانِ بادہ پیما را

| | |
|---|---|
| عجب نرگسِ مخمور اوست خود داری | حجاب و شرم کجا مستِ بے محابا را |
| هزار شکوهٔ تلخ مرا فرو بردی | بجانِ من نه که آموختی مدارا را |

## نظیری

| | |
|---|---|
| دراں نظارہ کہ بر تیغ و کف شعور نبود | ز رشک سوختہ بود آگہی ز لیخا را |
| گر از ورع بگدا زاہداں قدح ندہند | چہ مانع است حریفانِ بادہ پیما را |
| گذشت شوق ز اندازہ - گوشۂ نظری | کہ مے خموش کند مستِ بے محابا را |
| نوازش عرضِ کرم می کند محبت نیست | تواں شناختن از دوستی مدارا را |

## حسرتی

| | |
|---|---|
| اگر زاں طرۂ مشکیں صبا بو آورد ما را | برم صد خرمنِ گل نذر سرو و بخارا را |
| فلاطون فطنتان از رازگیتی بیخبر رفتند | حکیمِ معنوی باید - کشادِ ایں معمّا را |

## حافظ شیرازی

| | |
|---|---|
| اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را | بخالِ هندوش بخشم سمرقند و بخارا را |
| حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو | کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را |

## حسرتی

| | |
|---|---|
| اُفتاد رشحہ از لبِ ساقی بجامِ ما | مستی نمیرسد بخمارِ - دوامِ ما |

| | | |
|---|---|---|
| ساقی بباده - جادۂ ما را نشان دہد | | مطرب بنغمہ باز نماید مقامِ ما |
| نے دام خوش - نہ دانہ خوش - امّا ز اتفاق | | ہر بار شاہبازہ در افتد بدامِ ما |

## نظیری

| | | |
|---|---|---|
| مستی ربودہ از کفِ ہستی زمامِ ما | | مطرب نمی دہد خبرے از مقامِ ما |
| خرمن بباد رفت دریں دشتِ پُر فریب | | مرغے نسود گوشۂ بامے - بدامِ ما |

## حافظ شیرازی رح

| | | |
|---|---|---|
| ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم | | ای بیخبر ز لذّتِ شربِ مدامِ ما |

## حسرتی

| | | |
|---|---|---|
| جاں بتن میدمد - ترانۂ ما | | غم ز دل می برد فسانۂ ما |
| دیگرم نیست داوری با چرخ | | گر ترا - آورد بخانۂ ما |

## نظیری

| | | |
|---|---|---|
| حرف شیریں شود فراموشش | | خسرو ار بشنود فسانۂ ما |
| کبکِ کہسار و - بلبلِ گلزار | | گوش دارند بر ترانۂ ما |
| دیں فروشانِ - خانہ بردوشیم | | دلق و دستار ماست - خانۂ ما |

## حسرتی

| | | |
|---|---|---|
| کام و بخش آمدہ از عشق مجوے | | عیش مخصوص بکفر ست ز ایماں مطلب |

## نظیری

فرض و سنت بتماشائے تو از یاد م رفت — پردہ بر روئے فگن از من ایماں مطلب

## حسرتی

ز لالہ دیدنِ لالہ گرت ہواست بخواب — بہارِ قدرتِ صانع چو دیدنست مخسپ
دمِ صلوٰۃ و ضبوحی است حسرتی برخیز — بہ نعمتِ دو جہاں گر رسیدنست مخسپ

## غالب

نشانِ زندگیِ دل دو دیدنست بایست — جلائے آئینۂ چشم دیدنست مخسپ
بذکرِ مرگِ شہ زندہ داشتن ذوقے است — گرت فسانۂ غالب شنیدنست مخسپ

## حسرتی

ہمانکہ منعِ من از بادہ مے نمود مدام — شبش بہ میکدہ دیدم کہ غافل افتادہ است
دلت بحسنِ بتاں از چہ مائل افتادہ است — بغیرِ ہستیِ حق ہر چہ باطل افتادہ است
بشب چو مہر بیاید سحر چو با درود — فغاں کہ مہر مرا برق حاصل افتادہ است
ہر آنکہ یافت ز اہلِ صفا نظر داند — کہ انکشافِ حقیقت چہ مشکل افتادہ است
دعا بکعبہ پذیرند لیک حیرانم — امید وار ز میخانہ سائل افتادہ است

خزد ز مانہ بنرخِ کمال نقصانش
کہ حسرتی بفنِ خویش کامل افتادہ است

## نظیری

شکستہ بر ورقِ جبہۂ تو خامہ حکیم
کہ ابروانِ ترا عقدہ مشکل افتادہ است

یکے بگورِ غریبانِ شہر سیری کن
ببیں کہ نقشِ اہل ہا چہ باطل افتادہ است

گدائے پیرِ مغاں شو کہ پادشاہ و فقیر
برآستانۂ میخانہ سائل افتادہ است

## غالب

زمن گسستی و پیوند شکل افتادہ است
مرا بگیر بخونے کہ در دل افتادہ است

## حسرتی

چہ خوش است! با تو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن
درِ خانہ بند کردن۔ سرِ شیشہ باز کردن

تو و رقص و مے پرستی من و بعد و جوشِ مستی
تو و نغمہ ہائے دلکش من و نالہ ساز کردن

سرِ من فدائے نازت ز عدو و گر چہ خواہی
تو و عشوہ ساز کردن۔ من و دل نیاز کردن

دلِ زاہدان مے نجاں بہ نہفتہ حسرتی خور
تو اگر نمی توانی۔ زمے۔ احتراز کردن

## بیخودی

چہ خوش است از دو یکدل سرِ حرف باز کردن
سخنِ گذشتہ گفتن گلہ را۔ دراز کردن

تو اگر بجور سوزی ز جفا کشاں۔ نیاید
بجز از دعائے جانت ز سرِ نیاز کردن

نخاں گرفتہ جا بہ یقیں جانِ شیریں
کہ تواں ترا و جاں را ز ہم امتیاز کردن

ز خمارِ مے ندارم سر و برگ سجدۂ بت
دل و خاطرِ پریشاں نتواں نماز کردن

| | |
|---|---|
| تو بخویشتن چه کردی که بما کنی نظیری | نخدا که واجب آمد ز تو احتراز کردن |

## غالب

| | |
|---|---|
| چه غم ار به بد گرفتی ز من احتراز کردن | نتوان گرفت از من بگزشته ناز کردن |
| تو در کنار شوقم گره از جبیں کشودن | من و بر رخِ دو عالم در دل فراز کردن |
| بفشار رشکِ بربت بچنان گداخت گلشن | که میانه گل و مل رسد امتیاز کردن |
| همه آبانه گشته لب غار وشِ نظیری از تو | سزد اینچنین غزل را بسفینه ساز کردن |

## حسرتی

| | |
|---|---|
| تا کجا بر طمعِ وصل شکر خند کنی | عشق آمیختهٔ زهر هوس چند کنی |
| بنده را نیست بمیلانِ طبیعت کاری | کارها بر نمطِ امرِ خداوند کنی |
| ای محبت ز تو خوش بوالعجبی ها آمد | طفل را فتنهٔ پیرانِ خردمند کنی |
| سعی در کار نما و به جهاں کار مدار | دو جهاں از تو اگر کار بآں پند کنی |

## نظیری

| | |
|---|---|
| بهتر از صحبتِ ارباب خرد بگزینی | ترکِ هم بزمی پر شور و سر چند کنی |
| خجل از کردهٔ خود تا نشوی می باید | حلم را بر غضب و خشم خداوند کنی |
| طبع نادانِ سبکسار نگیرد هرگز | وزنِ خود است بمیزانِ خردمند کنی |

ہم نے سطور بالا میں غالب، نظیری اور حافظ شیرازی کی چند ہم طرح غزلوں کو حسرتی کے کلام کے مقابلہ میں صرف اس خیال سے پیش کیا ہی کہ نکتہ رس طبائع مختلف شعرا کی جولانیٔ طبع کو ایک ہی زمین میں دیکھکر لطف حاصل کریں اور ارباب ذوقِ سلیم موازنہ کریں کہ سب سے پچھلا سخنور جو میدان سخن میں آیا ہے اُس نے اپنے متقدمین کی روش کو کس درجہ ترقی دی ہی اور باوجود ہندوستانی نژاد ہونے کے فارسی زبان پر اُس کو کس قدر قدرت حاصل ہی۔ فقط

تمام شد

# صحت نامہ متعلق حالات حضرت شیفتہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹ | ۲۹ | تمر | ثمر |
| ۱۰ | ۱۳ | بیابند | بیابند |
| 〃 | ۱۴ | بمایند | نمایند |
| 〃 | ۱۵ | ہاخوانند | دعاخوانند |
| ۱۶ | ۱۴ | بگذد | بگذرد |
| 〃 | ۱۵ | ترشیدہ | ترسیدہ |
| ۱۷ | ۵ | ود | دو |
| 〃 | ۶ | اشرب | اشرف |
| 〃 | ۹ | وشانزدہ | وشانزدہ |
| ۱۸ | ۱ | خواند | خوانند |
| 〃 | ۲ | چو | چوں |
| 〃 | ۱۲ | کم | گم |
| ۱۹ | ۳ | آوازگیست | آوارگیست |
| ۱۹ | ۵ | میسائید | میسائیدند |
| 〃 | ۶ | رسیدند | رسیدن |
| 〃 | ۹ | بادا | بادہ |
| 〃 | ۱۵ | حدیث پرشور | حدیث پرشور درا |
| ۲۱ | ۷ | درا | دراں |
| ۲۲ | ۶ | گرندی | گزندے |
| ۲۴ | ۱۱ | مسحد | مسجد |
| ۲۵ | ۱۲ | امرش | امرزش |
| ۳۰ | ۱۲ | تاریخ دسی | تاریخ |
| 〃 | ۱۳ | مفتی صاحب | نیر مرحوم |
| ۳۱ | ۹ | گلشن بخار میں آپکا ذکر | گلشن بخار میں مفتی صاحب کا ذکر |
| ۳۲ | ۱۶ | ازبان | ازنبان |
| ۴۱ | ۴ | آفرینون | آفرینوں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۴۵ | ۷ | پاے اعتبار | پایۂ اعتبار |
| ۴۷ | ۱۹ | طران | طراز |
| ۴۸ | ۱۳ | سرفرو | سرخرو |
| ۵۷ | ۵ | فظرر | نظر |
| ۶۱ | ۴ | جاہ جلال | جاہ وجلال |
| ۶۵ | ۸ | جسم | جم و |
| ۶۶ | ۲ | ہربط | بربط |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷۲ | ۷ | دیوان فارسی | دیوان فارسی پر |
| ۷۴ | ۱ | تغیر | تغیّر |
| ۷۷ | ۲ | آمین | آئین |
| ۷۸ | ۹ | اہمہ | آہستہ |
| ۸۲ | ۶ | ضیغے | صنمے |
| ۸۸ | ۴ | شکل | مشکل |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواہاں ہوں جو بوئے باغ تنزہ شمیم کا
یارب ادھر بھی بھیجدے جھونکا نسیم کا

تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کہ ذوق
ہے کاسۂ شکستہ میں جامِ دو نیم کا

یہ رنگ جلوہ یہ رقۂ ہوش سوز ہے
کیا امتیاز رنگ سے پہچے شمیم کا

تیری نسیم لطف سے گل کو شگفتگی
وابستہ تیرے حکم پہ چلنا نسیم کا

واجب کی حکمت آئے گی ممکن کی عقل میں
کتنا دماغ ہے خلل آگیں حکیم کا

وقت سے پہلے عجز سلامت کی راہ ہے
کیسا سپاسدار ہوں عقلِ سلیم کا

میری فنا ہے مشغلۂ محفلِ بقا
پروانہ ہوں میں پر تو شمع قدیم کا

گر تیرے شوق میں ہیں یہی بیقراریاں
لے لوں گا بوسہ پایۂ عرش عظیم کا

طاعت اگر نہیں تو نہ یاس کس لیے
وابستہ سبب ہے کرم کب کریم کا

جس وقت تیرے لطف کے دریا کو جوش آئے
فوارۂ جناں ہو زبانہ جحیم کا

اے شیفتہ عذابِ جہنّم سے کیا مجھے
میں امتی ہوں نارِ و جناں کی قسیم کا

یہ فیضِ عامِ شیوہ کہاں تھا نسیم کا
آخر غلام ہوں میں تمہارا قدیم کا

پیمانِ ترکِ جاہ لیا پیر دیر نے
پیمانہ دیکے بادۂ عنبر شمیم کا

کیا ڈھونڈھتی ہی قوم کہ آنکھوں میں قوم کی
خلدِ بریں ہے طبقۂ اسفل جحیم کا

اس شوخ کج ادا سے نہ آئی موافقت
کیونکر گلہ نہو مجھے طبعِ سلیم کا

شکوے یہ اب جو ہوتے ہیں باہم سنے نہیں
انداز ہم میں اُن میں یہی ہی قدیم کا

اُس وقت ہم گنے گئے احبابِ خاص میں
آیا جو تذکرہ کبھی لطفِ عمیم کا

بدمستیاں کبھی کبھی مستوری و عفاف
دستور ہے طبیعتِ نامستقیم کا

اُس رشکِ گل کی بستر گل سے ہوا حراز
ممنون ہوں عدو کے مزاجِ سقیم کا

اے جانِ بیقرار ذرا صبر چاہیے
بیشک ادھر بھی آئے گا جھونکا نسیم کا

جسکی سرشت صاف نہو آدمی نہیں
نیرنگ و عشوہ کام ہے دیو و رجیم کا

اب جستجو ہی اُن کو ہماری تو کیا حصول
باقی نہیں اثر بھی عظامِ رمیم کا

عاشق بھی ہم ہوئے تو عجب شخص کے ہوئے
جو ایک دم میں خون کرے سو ندیم کا

ہم نے کئے قواعدِ وحشت جو منضبط
اہلِ جنوں میں ہمکو لقب ہی حکیم کا

ہی کارنامہ جب سے بیاض اپنی شیفتہ
تقویم سال آفتہ ہے دیواں کلیم کا

جب سے عطا ہوا ہمیں خلعت حیات کا
کچھ اور رنگ ڈھنگ ہوا کائنات کا

شیشہ اُتار شکوے کو بالائے طاق رکھ
کیا اعتبار زندگیٔ بے ثبات کا

لڑتے ہو جب رقیب سے کرتے ہو مجھ سے صلح
مشتاق یہاں نہیں کوئی اس التفات کا

گر تیرے تشنہ کام کو دے خضر مرتے دم
پانی ہو خشک چشمۂ آبِ حیات کا

یہاں خار و خس کو بے ادبی سے نہ دیکھنا
ہاں عالم شہود ہے آئینہ ذات کا

کہتے ہیں جان جانتے ہیں بے وفا مجھے
کیا اعتبار ہے اُنھیں دشمن کی بات کا

واعظ جنوں زدوں سے نہیں باز پرس حشر
بس آپ فکر کیجئے اپنی نجات کا

جوشِ سرشکِ خوں کے سبب سے دمِ رقم
نامہ نہیں رہا یہ ورق ہے برات کا

اے مرگ آ کہ میری بھی رہ جائے آبرو
رکھا ہی اُس نے سوگ عدو کی وفات کا

لیسے کے آگے شیفتہ کیا چل سکے جہاں
احسان ایک عمر ہے ایک رات کا

کیا فائدہ نصیحتِ ناسود مند کا
کیا خوب پند گو بھی ہے محتاج پند کا

جب میں نہیں پسند تو پھر اور آ چکی
عاشق ہوں اُسکی خاطرِ مشکل پسند کا

اے بادِ صبح تابہ کجا اہتزازِ گل
گوشہ اُلٹ دے یار کے منہ سے پرند کا

اُس ماہ وش کو غیر سے کیا کام کیا ہی فیض اپنے اخترِ بختِ نژند کا

اُس کوچہ میں ہی عزت خسرو گدا سے کم کیوں ناز مستمند سہی ارجمند کا

نالہ تو ناز سا نہیں کیونکر گلہ کروں میں شکوہ سنج ہوں ترے کاخِ بلند کا

دیوان کو ہمارے بتوں کی نگاہ میں
اے شیفتہ وہ رتبہ ہی جو بید و زند کا

کچھ انتظار مجھکو نہ می کا نہ ساز کا
ناچار ہوں کہ حکم نہیں کشفِ راز کا

لگتے نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
ہی ایک شعبدہ مژۂ نیم باز کا

دشمن پئے صبوح جگاتے ہیں یار کو
یہ وقت ہی نسیم سحر اہتزاز کا

ایمن ہیں اہلِ جذبہ کہ رہبر ہی اُنکے ساتھ
سالک کو ہی خیال نشیب و فراز کا

پھنسنے کے بعد بھی ہے وہی دلکشی کی
کیا خوب جال ہے نگہِ جاں نواز کا

تقوی مرا شعار ہی عصمت سرشت دوست
پھر مجھسے کونسا ہی سبب احتراز کا

بارے عجیب بات تو پھیلی جہان میں
پایا کسی نے گو ثمر افشائے راز کا

ساقی کے ہیں اگر یہی الطاف کیا عجب
ارض و سما میں ہوش نہ امتیاز کا

پیرِ مغاں نے رات کو وہ کچھ دکھا دیا
ہرگز رہا نہ دھیان بھی حسنِ مجاز کا

دیتا ہے داغ رشک پرندِ سپہر کو
جلوہ تمھاری معجزِ گو ہر طراز کا

پانی وضو کو لاؤ رخِ شمع زرد ہے
مینا اُٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

یکتا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں
طولِ امل جواب ہے زلفِ دراز کا

جورِ اجل کو شوخیٔ بیجا کہا کیا
تھا محوِ شیفتہ جو کسی مستِ ناز کا

نہ اس زمانہ میں چرچا ہے دانش و دیں کا
نہ شوق شعر تر و بذلہ ہائے رنگیں کا

شمیمِ زلف یہی ہے تو وحشتِ دل نے
کب انتظار کیا موسمِ یاسمیں کا

بنات نعش نے کس واسطے اُبھار رکھیں
نہیں ستارہ گہر خاندان پردیں کا

ازل میں دیکھتے ہی ہم سخن کو سمجھے تھے
کہ مشتری نہیں اس گوہر نو آئیں کا

نما نما ہے نہایت خلاف شیوۂ عشق
غلط ہے شوق ہمیں گریہ ہائے رنگیں کا

وہ طرفہ حال کہ جس سے جماد رقص کرے
نہ رنگ بھی متغیر ہوا اہلِ تمکیں کا

ہزار مرتبہ فرہاد جان شیریں دے
وہی ہے حق نمکِ عشوہ ہائے شیریں کا

عجیب حال میں ہے شیفتہ معاف کرو
جو کچھ قصور بھی ہو اس غلامِ دیریں کا

ہائے اس بزمِ جاں سوز پہ آنا دل کا
سمجھے جو گرمیٔ ہنگامہ جلانا دل کا

ہی تیرا سلسلۂ زلف بھی کتنا دلبند
پھنسنے سے پہلے بھی مشکل تھا چھٹانا دل کا

دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوتے کیونکر
نہ سُنا تم نے کبھی ہائے فسانا دل کا

ہمسے پوچھیں کہ اسی کھیل میں کھوئی ہی عمر
کھیل جو لوگ سمجھتے ہیں لگانا دل کا

عاقبت چاہِ ذقن میں خبر اُس کی پائی
مدتوں سے نہیں لگتا تھا ٹھکانا دل کا

کس طرح درد محبت میں جتاؤں اُس کو
بھید لڑکوں سے نہیں کہتے ہیں دانا دل کا

ہم یہ سمجھے تھے کہ آرام سے تم رکھوگے
لایئے تمکو ہی منظور ستانا دل کا

ہم بھی کیا سادے ہیں کیا کیا ہیں توقع اُس سے
آجتک جس نے ذرا حال نجانا دل کا

جلوہ گاہ غم و شادی دل و شادی کمیاب
کیوں نہو شکوہ سرا ایک زمانا دل کا

شکل مانند پری اور یہ افسوں وفا
آدمی کا نہیں مقدور رجانا دل کا

شیفتہ ضبط کرو ایسی ہی کیا بیتابی
جو کوئی ہو تمہیں احوال سُنانا دل کا

ہم پر ہے التفات ہمارے حبیب کا
گیرا مگر نہیں ہی نفس عندلیب کا

اب وہ ہی جلوہ ریز لباس سپاس میں
جو عہد کودکی میں گلہ تھا ادیب کا

اچھا جو اس کو سونگھے تو آجائے اُسکو غش
اچھا اثر ہے زلف معنبر کی طیب کا

تیری گلی سے آگے نہ ہرگز ہوا چلے
کوچہ سے تیرے پاؤں نہ اُٹھے غریب کا

مصروف ہی بہت وہ ہمارے علاج میں
ہم بھی ذرا علاج کریں گے طبیب کا

تسلیم سے وفاق رضا سے ہی اتفاق
نے چرخ کا گلہ نہ گلہ ہے نصیب کا

ہم پاؤں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں کیا کریں
اُس بزم میں ہی دخل سراسر رقیب کا

ہو جائے کاسہ لیس شکر فانِ میکدہ
جسکو کہ اشتیاق ہی حالِ عجیب کا

سنتے ہی نام دشمنِ صد سالہ ہو گیا
پوچھا جو مجھ سے نام کسی نے حبیب کا

اُس رشک گل نے لی ہی جو بلبل تو شیفتہ
دیکھے چمن میں شور کوئی عندلیب کا

محوہوں میں جو اُس ستمگر کا
ہے گلہ اپنے حالِ ابتر کا

حال لکھتا ہوں جانِ مضطر کا
رگِ بسمل ہے تارِ مسطر کا

آنکھ پھرنے سے تیرے مجھکو ہوا
گردشِ دہر دور ساغر کا

شعلہ رو یار شعلہ رنگ شراب
کام یہاں کیا ہے دامنِ تر کا

شوق کو آج بیقراری ہے
اور وعدہ ہے روزِ محشر کا

نقش تسخیر غیر کو اُس نے
خوں لیا تو مرے کبوتر کا

میری ناکامی سے فلک کو حصول
کام ہے یہ اُسی ستمگر کا

اُس نے عاشق لکھا عدو کو لقب
ہائے لکھا مرے مقدّر کا

آپ سے لحظہ لحظہ جاتے ہو
شیفتہ ہی خیال کس گھر کا

سب حوصلہ جو صرف ہوا جورِ یار کا
مجھپر کلہ رہا ستمِ روزگار کا

تھا کیا ہجوم بہرِ زیارت ہزار کا
گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا

جور و جفا بھی غیر پہ اے یار دلشکن
کچھ بھی خیال ہی دلِ امیدوار کا

کھلنے لگے ہیں از سرِ نو غنچہائے زخم
یہ فیض ہے صبا کی دمِ مشکبار کا

گر چاہتے ہو جامہ نہو چاک ناصحو
منگوا دو پیرہن مجھے اُس گلعذار کا

ہر کوچہ میں کھلی ہی جو دُکان مے فروش
کیا فصل ہی شراب کی موسم بہار کا

گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے
دیکھا اثر یہ نالہ بے اختیار کا

وہ آتے آتے غیر کے کہنے سے تھم گئے
اب کیا کروں علاج دلِ بیقرار کا

آزاد ہی عذاب دو عالم سے شیفتہ
جو ہے اسیر سلسلۂ تابدار کا

اُس بزم میں ہر چیز سے کمتر نظر آیا
وہ حسن کہ خورشید کے عہدے سے بر آیا

بیفائدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا
اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر آیا

کچھ دور نہیں اُن سے کہ نیرنج بتا دیں
کیا فائدہ گر آنکھ سے لختِ جگر آیا

گو کچھ نہ کہا پر ہوے دل میں متاثر
شکوہ جو زباں پر مری آشفتہ تر آیا

بے طاقتیٔ شوق سے میں اُٹھ ہی چکا تھا
ناگاہ وہ بیتاب مری قبر پر آیا

بے قدر رہے مفلس شجرِ خشک کی مانند
یہاں درہم و دینار میں برگ و ثمر آیا

حالِ دلِ صد چاک پہ کٹتا ہے کلیجا
ہر پارہ اک الماس کا ٹکڑا نظر آیا

دیکھے کہ جدائی میں ہی کیا حال وہ بدظن
اس واسطے شب گھر میں مرے بے خبر آیا

کیا دیر ہی اے ساقیٔ گلفام سحر ہے
کیا عذر ہی اے زاہدِ خشک ابر تر آیا

روداد میں ہیں شفیقہ کے مختلف اقوال
پوچھیں گے وہاں سے جو کوئی معتبر آیا

جب رقیبوں کا ستم یاد آیا
کچھ تمھارا بھی کرم یاد آیا

کب ہمیں حاجتِ پرہیز پڑی
غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا

نہ لکھا خط کہ خطِ پیشانی
مجھکو ہنگامِ رقم یاد آیا

شعلۂ زخم سے اے صید فگن
داغ آہوئے حرم یاد آیا

ٹھہرے کیا دل کہ تیری شوخی سے
اضطراب پئے ہم یاد آیا

خوبیٔ بخت کہ پیمانِ عدو
اُس کو ہنگامِ قسم یاد آیا

کھل گئی غیر سے الفت اُسکی
جامِ مے سے مجھے جم یاد آیا

وہ مرا دل ہے کہ خود بینوں کو
دیکھکر آئنہ کم یاد آیا

کس لیے لطف کی باتیں ہیں پھر
کیا کوئی اور ستم یاد آیا

ایسے خود رفتہ ہوائے شیفتہ کیوں
کہیں اُس شوخ کا رم یاد آیا

قبر پر وہ بتِ گلفام آیا
بارے مرنا تو مرے کام آیا

دو قدم یہاں سے وہ کوچہ ہی مگر
نامہ بر صبح گیا شام آیا

مر گئے پر نہ گیا رنج کہ وہ
گور پر آئے تو آرام آیا

خیر باد اے ہوسِ کام کہ اب
دل میں شوقِ بتِ خود کام آیا

شمع کی طرح اُٹھے ہم بھی جب
دشمنِ تیرہ سرانجام آیا

جب مری آہ فلک پر پہنچی
تب وہ مغرور سرِ بام آیا

جلد منگوا و شرابِ گلرنگ
شیفتہ ساقیٔ گل فام آیا

اُس سے میں شکوہ کی جا شکر ستم کر آیا
کیا کروں تھا مرے دل میں سو زباں پر آیا

قبر سے اُٹھ کے یہی دہیان مکرّر آیا
وہ تو آئے نہیں میں آپ میں کیونکر آیا

وعدہ کس شخص کا اور وہ بھی نہایت کچّا
ہم بھی کیا خوب ہیں سچ مچ ہمیں باور آیا

مجھ سے وہ صلح کو اس شان سے آئے گویا
جنگ کے واسطے دارا سے سکندر آیا

جذبۂ شوق کی تاثیر اسے کہتے ہیں
سن کے قاصد کی خبر آپ ہی در پر آیا

خاک ہونے کا مرے ذکر نہ آیا ہو کہیں
آج اُس بزم سے کچھ غیر مکدر آیا

اُڑ گئے ہوش کہ پیغامِ اجل ہی یہ جواب
کوچۂ یار سے زخمی جو کبوتر آیا

دلِ صد چاک میں ہی کاکلِ شکیں کا خیال
کہ مجھے گریہ جو آیا تو معطر آیا

اے اجل نیم نگہ کی تو مجھے مہلت دے
اہلِ ماتم میں یہ چرچا ہے کہ دلبر آیا

اپنی محفل سے یہ آزردہ اُٹھایا مجھکو
کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا

نہ دیا ہائے مجھے لذّتِ آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا

آپ مرتے تو ہیں پر جیتے ہی بن آئے گی
**شیفتہ** ضد پہ جو اپنی وہ ستمگر آیا

رات واں گل کی طرح سے جسے خنداں دیکھا
صبح بلبل کی روش ہمدمِ افغاں دیکھا

کوئی بے جان جہاں میں نہیں جیتا لیکن
تیرے مہجور کو جیتے ہوئے بیجاں دیکھا

میں نے کیا جانئے کس وقت سے دی جاں دم قتل
کہ بہت اُس سے ستمگر کو پشیماں دیکھا

نہ ہوا یہ کہ کبھی اپنے گلے پر دیکھیں
یوں تو سو بار ترا خنجرِ برّاں دیکھا

اس طرف کو بھی نگہ تا سرِ مژگاں آئی
باری کچھ کچھ اثرِ گریۂ پنہاں دیکھا

پانی پانی ہوئے مرقد پہ مری آ کے وہ جب
شمع کو نعش پہ پروانہ کی گریاں دیکھا

## قطعہ

غم غلط کرنے کو احباب ہمیں جانب باغ
لیگئے کل تو عجب رنگ گلستاں دیکھا

ورد میں خاصیت انگیز سوزاں پائی
نسترن میں اثر خار مغیلاں دیکھا

ایک نالے میں ستم ہائے فلک سے چھوٹے
جسکو دشوار سمجھتے تھے سو آساں دیکھا

کون کہتا ہی کہ ظلمت میں کم آتا ہے نظر
جو نہ دیکھا تھا سو ہم نے شب ہجراں دیکھا

## شیفتہ

زلف پر پیرو کا پڑا سایہ کہیں
میں نے جب آپکو دیکھا تو پریشاں دیکھا

جفاؤ جور کا اُس سے گلا کیا
جو پوچھے مہربانی کیا وفا کیا

وہ نے پروا جواب نامہ لکھے
خدا جانے کہ دشمن نے لکھا کیا

دیا کیوں ہو نے اُس بد خو پہ عاشق
ہمارا دوست کوئی بھی نہ تھا کیا

شمیم گل ہیں بوئے پیرہن ہے
غلط ہی یہ کہ احسان صبا کیا

نہ لکھنا تھا غم ناکامیٔ عشق
جواب نامہ نے مدعا کیا

ہمیں تھا آپ تک قصد عرض احوال
جو وہ خود پوچھتے ہیں پوچھنا کیا

تماشا ہی جلے گر خانۂ غیر
وہ کہتے ہیں کہ آہ شعلہ زا کیا

فنائے عاشقاں عین بقا ہی
دیت زندوں کی کیسے خون بہا کیا

اگر ہی یوا لہوس تو قتل کر چکے | عدد سے وعدۂ شوق آزما کیا

## قطعہ

کہا کل میں نے اے سرمایۂ ناز | تلوّن سے ہی تم کو مدّعا کیا
کبھی مجھ پر عتاب بے سبب کیوں | کبھی بیوجہ غیروں سے وفا کیا
کبھی محفل میں وہ بیباکیاں کیوں | کبھی خلوت میں یہ شرم و حیا کیا
کبھی تمکین صولت آفریں کیوں | کبھی الطاف جرأت آزما کیا
کبھی وہ طعنہ ہائے جانگزا کیوں | کبھی یہ غمزہ ہائے جانفزا کیا
کبھی شعروں سے میری نغمہ سازی | کبھی کہنا کہ یہ تمنے کہا کیا
کبھی نے جرم یہ آزردہ ہونا | کہ کیا طاقت جو پوچھوں میں خطا کیا
کبھی اس دشمنی پر بہر تسکیں | پئے ہم جلوہ ہائے دلربا کیا
یہ سب طول اُس نے سنکر بے تکلف | جواب اک مختصر مجھکو دیا کیا

ابھی اے شیفتہ واقف نہیں تم
کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا

وہ پریوش عشق کے افسوں سے مائل ہوگیا | صفت میں مشہور میں لوگوں میں عامل ہوگیا
میں نہیں فرہاد وہ خسرو نہیں پھر کیا سبب | غیر کا مائل جو وہ شیریں شمائل ہوگیا

اشکباری ہمکناری کی ہوس میں رات تھی
قلزمِ گریہ کو اُسکا دہیان ساحل ہو گیا

زخم میرے خنجرِ خونریز تھے اغیار کو
بیوفائی سے خجل کسوقت قاتل ہو گیا

اہلِ وحشت کو مری شورش سے لازم ہے خطر
میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں کے مقابل ہو گیا

رشکِ خسرو بے تصرف تازہ شیریں نے اثر
سینۂ فرہاد مثلِ بے ستوں سِل ہو گیا

ہے خراشِ ناخنِ غم میں بھی کیا بالیدگی
جو ہلالِ غرہ تھا سو ماہ کامل ہو گیا

عید کے دن ذبح کرنا اور بھی اچھا ہوا
حلقۂ اسلام میں وہ شوخ داخل ہو گیا

اُس کے اُٹھتے ہی یہ ہلچل پڑ گئی بزم میں
طورِ روزِ حشر سب کو طورِ محفل ہو گیا

ہوش تو دیکھو کہ سُنکر میری وحشت کی خبر
چھوڑ کر دیوانہ پن کو قیس عاقل ہو گیا

ہاتھ اُٹھایا اُس نے قتلِ بیگنہ سے میرے بعد
طالعِ اغیار سے جلاّد عادل ہو گیا

حسن کے اعجاز نے تیرے مٹایا کفر کو
تیرے آگے نقشِ مانی نقشِ باطل ہو گیا

تیرے تن نے دم جو دیا وہ بڑی تسخیر تھی
آبِ چشمِ یار آبِ چاہِ بابل ہو گیا

ہے عدم میں بھی تلاشِ سرمہ و مشک و نمک
**شیفتہ** تیغِ نگہ سے کس کی گھائل ہو گیا

یار کو محرومِ تماشا کیا
مرگِ مفاجات نے یہ کیا کیا

آپ جو ہنستے رہے شبِ بزم میں
جان کو دشمن کی میرے کیا کیا

عرضِ تمنا سے رہا بیقرار
شب وہ مجھے میں اُسے چھیڑا کیا

سرد ہوا دل وہ ہی غیروں سے گرم
شعلے نے اُلٹا مجھے ٹھنڈا کیا

مہر و مہ کا ہی اب اُن کو گماں
آہ فلک سیر نے یہ کیا کیا

اُنکو محبت ہی میں شک پڑ گیا
ڈر سے جو شکوہ نہ عدو کا کیا

دیکھیے اب کون ملے خاک میں
یار نے گردوں سے کچھ ایما کیا

حسرتِ آغوش ہی کیوں رہ گئی
غیر سے کب اُس نے کنارا کیا

چشمِ عنایت سے بچی جان مجھے
نرگسِ بیمار نے اچھا کیا

غیر ہی کو چاہیں گے اب شیفتہ
کچھ تو ہی جو یار نے ایسا کیا

اُس خمِ ابرو کا گلا ہو نہیں سکتا
دل گوشت ہی ناخن سے جدا ہو نہیں سکتا

کچھ تو ہی اثر کر ترے قربان خموشی
نالوں سے تو کچھ کام مرا ہو نہیں سکتا

گر غیر بھی ہو وقفِ ستم تو ہے مسلم
کچھ تم سے بجز جور و جفا ہو نہیں سکتا

کھولے گرہ دل کو ترا ناخنِ شمشیر
یہ کام اجل سے بھی روا ہو نہیں سکتا

سبقت ہو تجھے راہ میں اُس کوچہ کی مجھ پر
زنہار یہ اے راہ نما ہو نہیں سکتا

میں نے جو کہا ہمدم اغیار نہ ہو جے
تو چین بجبیں ہو کے کہا ہو نہیں سکتا

یہ رازِ محبت ہی نہ افسانۂ بلبل
محرم ہو مری بادِ صبا ہو نہیں سکتا

کب طالعِ خفتہ نے دیا خواب میں آنے
وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکتا

وہ مجھ سے خفا ہی تو اُسے یہ بھی ہی زیبا
پر شیفتہ میں اُس سے خفا ہو نہیں سکتا

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تاباں میرا
پنجۂ خور نے کیا چاک گریباں میرا

گرم گرم اُس رُخِ نازک پہ نظر کی کس نے
رشکِ گلریز ہی کیوں دیدۂ گریاں میرا

وادیٔ نجد کو دلّی سے نہ دینا نسبت
ہی وہ مجنوں کا بیاباں یہ بیاباں میرا

دیکھکر میری طرف ہنسکے کہا یہ دمِ قتل
آج تو دیکھ لیا آپ نے پیماں میرا

نہ گھر آیا نہ جنازہ پہ نہ مرقد پہ کبھی
حیف صد حیف نہ نکلا کوئی ارماں میرا

چارہ ساز و کوئی رہتا ہی بجز چاک ہوئے
آپ سوا بائیں ہیں یہ گریباں میرا

اُسکی زلفوں کا نہ دو بیان تو اے شیفتہ پھر
اس شبِ ہجر میں ہی کون نگہباں میرا

گور میں یادِ قدِ یار نے سونے نہ دیا
فتنۂ حشر کو رفتار نے سونے نہ دیا

واہ اے طالعِ خفتہ کہ شبِ عیش میں بھی
وہم بیخوابیٔ اغیار نے سونے نہ دیا

وا رہیں صورتِ آغوشِ سحر تک آنکھیں
شوقِ ہمخوابیٔ دلدار نے سونے نہ دیا

یاس سے آنکھ بھی جھپکی تو توقع سے کھلی
صبح تک وعدۂ دیدار نے سونے نہ دیا

طالعِ خفتہ کی تعریف کہاں تک کیجے
پاؤں کو بھی خلشِ خار نے سونے نہ دیا

دردِ دل سے جو کہا نیند نہ آئی تو کہا
مجھکو کب نرگسِ بیمار نے سونے نہ دیا

شبِ ہجراں نے کہا قصۂ گیسوئے دراز
شیفتہ تو بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا

آج ہی کیا آگ ہی سرگرمِ کیں تو کب نہ تھا
شمع ساں مجبورِ خوئے آتشیں تو کب نہ تھا

آج ہی دعویٰ ہی کیا تجھکو بتانِ دہر سے
غیرتِ غلمان و رشکِ حورِ عیں تو کب نہ تھا

آج ہی ہر بات پر بیوجہ کیا رکتا ہے تو
اے ستمگر بر سرِ پرخاش وکیں تو کب نہ تھا

آج ہی تیری جگہ کچھ سینۂ و دل میں نہیں
مثلِ تیرِ غمزۂ ظالم دلنشیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا شرم و شوخی کو ملایا ہے بہم
غیر سے بیباک مجھ سے شرمگیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا ہی فلک پر شکوۂ فریادِ خلق
اے ستمگر آفتِ روئے زمیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا دشمنوں سے قتل کی تدبیر ہے
ای جفا جو درپئے جانِ حزیں تو کب نہ تھا

آج ہی باتیں بنانی یہاں کے آنے میں نہیں
حیلہ گر تو کب نہ تھا عذر آفریں تو کب نہ تھا

آج ہی اٹھکر یہاں سے کیا عدو کے گھر گیا
مہروش شب کو کہیں دن کو کہیں تو کب نہ تھا

آج ہی ٹیکا لگانے سے لگے کیا چار چاند
نے تکلف بے تکلف مہ جبیں تو کب نہ تھا

آج ہی کچھ سوزِ ہجراں سے نہیں پروا نہ دار
شیفتہ بیتاب رہے آتشیں تو کب نہ تھا

میں پریشاں گرد اور محفل نشیں تو کب نہ تھا
ہر کہیں کس دن نہ تھا میں ہر کہیں تو کب نہ تھا

یہاں سبک حرفِ ملامت واں گراں عرضِ نیاز
سخت جاں میں کب نہ تھا اور نازنیں تو کب نہ تھا

ناصح و واعظ کی مطعوں ای صنم ہم کب نہ تھے
آفتِ جان و بلائی عقل و دیں تو کب نہ تھا

انتہا کی بات ہی یہاں ابتدائے عشق ہے
ہم نہ تھے کب عجز گستر خشمگیں تو کب نہ تھا

جستجو میں سرمۂ تسخیر کی ہم کب نہ تھے
چشم افسوں ساز سے سحر آفریں تو کب نہ تھا

تجھکو شک الفت میں اپنے ہمکو وہم ربط غیر
بدگماں ہم کب نہ تھے اور بے یقیں تو کب نہ تھا

ناشکیبا مضطرب وقفِ ستم ہم کب نہ تھے
بیمروت بیوفا مصروف کیں تو کب نہ تھا

تیری ان باتوں پہ ہم طعنے اٹھاتے کب نہ تھے
ای ستمگر شیفتہ کا ہمنشیں تو کب نہ تھا

میں وصل میں بھی شیفتہ حسرت طلب رہا
گستاخیوں میں بھی مجھے پاسِ ادب رہا

تغیرِ وضع کی ہے اشارہ وداع کا
یعنی جفا پہ خوگرِ الطاف کب رہا

میں رشک سے چلا تو کہا بے سبب چلا
اس پر جو رہ گیا تو کہا نے سبب رہا

دم بھر بھی غیر پہ نگہ لطف کیوں ہے اب
اک عمر میں ستم کشِ چشمِ غضب رہا

تھا شب تو آہ میں بھی اثر جذبِ دل میں بھی
کیونکر نہ آئے شیفتہ مجھکو عجب رہا

بسکہ آغازِ محبت میں ہوا کام اپنا
پوچھتے ہیں ملک الموت سے انجام اپنا

عمر کٹتی ہی تصور میں رخ و کاکل کے
رات دن اور ہی اے گردشِ ایام اپنا

وہاں یہ قدغن کہ نہ آواز فغاں بھی پہنچے
یہاں یہ شورش کہ گذارا ہو لبِ بام اپنا

اُس سے نازک کو کہاں گرمیِ صحبت کی تاب
بس کلیجا نہ پکا اے طمعِ خام اپنا

تپشِ دل کے سبب سے ہی مجھے خواہشِ مرگ
کون ہی جس کو نہ منظور ہو آرام اپنا

بادہ نوشی سے ہماری جو لہو خشک ہوا
خونِ اغیار سے لبریز ہے کیا جام اپنا

لطف سمجھوں تو بجا جور بھی سمجھوں تو درست
تم نے بھیجا ہی مرے پاس جو ہمنام اپنا

ذکرِ عشاق سے آتی ہی جو غیرت اُسکو
آپ عاشق ہی مگر وہ بتِ خود کام اپنا

تاب بوسہ کی کسی شیفتہ وہ دیں بھی اگر
کر چکے کام یہاں لذتِ دشنام اپنا

جی داغ غمِ رشک سے جل جائے تو اچھا
ارمان عدو کا بھی نکل جائے تو اچھا

پروانہ بنا میرے جلانے کو وفادار
محفل میں کوئی شمع بدل جائے تو اچھا

کس چین سے نظارہ ہر دم ہو میسّر
دل کوچۂ دشمن میں بہل جائے تو اچھا

تم غیر کے قابو سے نکل آؤ تو بہتر
حسرت یہ میرے دل کی نکل جائے تو اچھا

سودا زدہ کہتے ہیں ہوا شیفتہ افسوس
تھا دوست ہمارا ابھی سنبھل جائے تو اچھا

پلا جام ساقی مے ناب کا
کہ کچھ حظ اُٹھے سیر مہتاب کا

دل زار کا ماجرا کیا کہوں
فسانہ ہی مشہور سیماب کا

کہاں پھر وہ نایاب پایا جسے
غلط شوق ہی جنس نایاب کا

نکیو غل اے خوشنوایان صبح
یہ ہی وقت اُنکے شکر خواب کا

محبت نہ ہرگز جتائی گئی
رہا ذکر کل اور ہر باب کا

دم سرد سے لانہ طوفان باد
نہ سُن ماجرا چشم پُر آب کا

وہاں بیخودوں کی خبر کون لے
جہاں شغل ہو بادہ ناب کا

وہاں تیرہ روزوں کی پروا کسے
جہاں شوق ہو سیر مہتاب کا

وہ تشخیص شخصی بھی جاتی رہی
کنارا اُلٹتے ہی جلباب کا

میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ واں
جفا میں نہیں دخل اسباب کا

پڑے صبر آرام کی جان پر
مری جان بے صبر و بیتاب کا

لب لعل کو کس کے جنبش ہوئی
ہوا میں ہی کچھ رنگ عناب کا

## شیفتہ

نہ کرنا خطا پر نظر
کہ اغماض شیوہ ہی احباب کا

تقلید عدو سے ہمیں ابرام نہ ہوگا
ہم خاص نہیں اور کرم عام نہ ہوگا

صیّاد کا دل اُس سے پگھلنا متعذر
جو نالہ کہ آتش فگن دام نہ ہوگا

جس سے ہی مجھے ربط وہ ہی کون کہاں ہے
الزام کے دینے سے تو الزام نہ ہوگا

بیداد وہ اور اُس پہ وفا یہ کوئی مجھ سا
مجبور ہوا ہی دلِ خود کام نہ ہوگا

وہ غیر کے گھر نغمہ سرا ہونگے مگر کب
جب ہم سے کوئی نالہ سرانجام نہ ہوگا

ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

قاصد کو کیا قتل کبوتر کو کیا ذبح
لیجائے مرا اب کوئی پیغام نہ ہوگا

جب پردہ اُٹھا تب ہی عدو سے ست و کہا تک
آزار عدو سے مجھے آرام نہ ہوگا

یہاں جیتے ہیں امید شبِ وصل پہ اور وہاں
ہر صبح توقع ہے کہ تا شام نہ ہوگا

قاصد ہے عبث منتظرِ وقت کہاں وقت
کس وقت اُنھیں شغل مے و جام نہ ہوگا

دشمن پسِ دشنام بھی ہی طالبِ بوسہ
محوِ اثرِ لذّتِ دشنام نہ ہوگا

رخصت بس اب اے نالہ کہ یہاں ٹھہر چکی ہی
نالہ نہیں جو آفتِ اجرام نہ ہوگا

برق آئینۂ فرصتِ گلزار ہے اُس پر
آئینہ نہ دیکھے کوئی گلفام نہ ہوگا

اے اہلِ نظر ذرہ میں پوشیدہ ہی خورشید
ایضاح سے حاصل بجز ابہام نہو گا
اس ناز و تغافل میں ہی قاصد کی خرابی
بیچارہ کبھی لائقِ انعام نہو گا

اُس بزم کے چلنے میں ہو تم کیوں متردد
کیا شیفتہ کچھ آپ کا اکرام نہو گا

دیکھوں تو کہاں تک وہ تلطف نہیں کرتا
آزرے سے اگر چیرے تو میں اُف نہیں کرتا
تم دیتے ہو تکلیف مجھے ہوتی ہی راحت
سچ جانیے میں اسمیں تکلف نہیں کرتا
سب باتیں اُنھیں کی ہیں یہ سچ بولیو قاصد
کچھ اپنی طرف سے تو تصرف نہیں کرتا
سو خوف کی ہو جائے مگر رند نظر باز
دل جلوہ گہہ لانشف و شف نہیں کرتا
شوخی سے کسی طرح سے چین اُسکو نہیں ہی
آتا ہی مگر آکے توقف نہیں کرتا
اُس شوخ ستمگر سے پڑا ہی مجھے پالا
جو قتل کیے پر بھی تاسف نہیں کرتا
جو کچھ ہی انا میں وہ ٹپکتا ہے انا سے
کچھ آپ سے میں ذکر تصوف نہیں کرتا
تسکین ہو کیا وعدہ سے معشوق ہی آخر
ہر چند سُنا ہی کہ تخلّف نہیں کرتا

کیا حال تمھارا ہی ہمیں بھی تو بتاؤ
بے وجہ کوئی شیفتہ اُف اُف نہیں کرتا

اپنی جوار میں ہمیں مسکن بنا دیا
دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا

مشاطہ نے مگر عملِ سیمیا کیا
گل برگ کو جو غنچۂ سوسن بنا دیا

دامن تک اُس کے ہائے نہ پہنچا کبھی وہ ہاتھ
جس ہاتھ نے کہ جیب کو دامن بنا دیا

دیکھا نہو گا خواب میں بھی یہ فروغ حُسن
پردے کو اُس کے جلوے نے چلمن بنا دیا

تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنا دیا

پروانہ ہے خموش کہ حکم سخن نہیں
بلبل ہے نغمہ گر کہ نوازن بنا دیا

صحرا بنا رہا ہے وہ افسوس شہر کو
صحرا کو جسکے جلوہ نے گلشن بنا دیا

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں
اُس نے ہی کیا نگہ کو بھی پُرفن بنا دیا

اظہارِ عشق اُس سے نہ کرنا تھا شیفتہ
یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

کیا لائقِ زکوٰۃ کوئی بے نوا نہ تھا
انفاسِ باد میں نفسِ آشنا نہ تھا

اس قوم کی سرشت میں ہی کم مجتی
شکوہ جو اُس سے تھا مجھے ہرگز بجا نہ تھا

تاثیر نالہ نکتۂ بعد الوقوع ہے
یہاں غیر رسم اور کوئی مدعا نہ تھا

وحشت تھی مجھکو پہلے بھی پر یہ تپش نہ تھی
شورش تھی مجھکو پہلے بھی پر یہ مزا نہ تھا

اُنکی نگاہِ ناز عجب تا زیانہ تھی
مقدور پھر اُو ہر نظرِ شوق کا نہ تھا

افسوس وہ مظاہر کونی میں پھنس گیا
جو عالمِ عقول سے نا آشنا نہ تھا

شرماتے اسقدر رہے کیوں آپ رات کو
مدت میں گو ملے تھے مگر میں نیا نہ تھا

نے پردہ اُنکے آنے سے حیرت ہوئی مجھے
وصلِ عدو کی رات تھی روزِ جزا نہ تھا

نان و نمک کی تھی ہمیں توفیق شیفتہ
سازِ نوا کے واسطے برگ و نوا نہ تھا

کل نغمہ گر جو مطرب جادو ترانہ تھا
ہوش و حواس و عقل و خرد کا پتا نہ تھا

یہ بت کہ جائے شیب ہی جب تھا نقاب میں
عہدِ شباب اور بتوں کا زمانہ تھا

معلوم ہی ستاتے ہو ہر ایک بہانہ سے
قصد اُنہ آئے رات حنا کا بہانہ تھا

حسرت سے اُسکے کوچہ کو کیونکر نہ دیکھئے
اپنا بھی اس چمن میں کبھی آشیانہ تھا

کیا میکدوں میں ہی کہ مدارس میں وہ نہیں
البتہ ایک واں دلِ بے مدعا نہ تھا

ساقی کی بے مدد نہ بنی بات رات کو
مطرب اگرچہ کام میں اپنے یگانہ تھا

کچھ آج اُنکی بزم میں بیڈھب ہے بندوبست
آلودہ مے سے دامنِ بادِ صبا نہ تھا

دشمن کے فعل کی تمھیں توجیہ کیا ضرور
تم سے فقط مجھے گلۂ دوستانہ تھا

کل شیفتہ سحر کو عجب حال خوش میں تھے
آنکھوں میں نشا، اور لبوں پر ترانہ تھا

تھا غیر کا جو رنج جدائی تمام شب
نیند اُنکو میرے ساتھ نہ آئی تمام شب

شکوہ مجھے نہو جو مکافات حد سے ہو
وہاں صلح ایک دم ہے لڑائی تمام شب

یہ ڈر رہا کہ سوتے نہ پائیں کہیں مجھے
وعدے کی رات نیند نہ آئی تمام شب

سچ تو یہ ہی کہ بول گئے اکثر اہلِ شوق
بلبل نے کی جو نالہ سرائی تمام شب

دم بھر بھی عمر کھوئی جو ذکرِ رقیب میں
کیفیت وصال نہ پائی تمام شب

تھوڑا سا میرے حال پہ فرما کر التفات
کرتے رہے وہ اپنی بڑائی تمام شب

وہ آہ تار و پود ہو جسکا ہوائے زلف
کرتی ہی عنبری وصبائی تمام شب

وہ صبح جلوہ جلوہ گر باغ تھا جو رات
مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب

افسانے سے بگاڑ ہے ان بن ہی خواب سے
ہی فکر وصل و ذکر جدائی تمام شب

جس کے شمیم زلف پہ میں غش ہوں شفیقہ
اُس نے شمیم زلف سنگھائی تمام شب

یوں بزمِ گلرخاں میں ہی اس دل کو اضطراب
جیسے بہار میں ہو عنادل کو اضطراب

نیرنگ حسن و عشق کے کیا کیا ظہور ہیں
بسمل کو اضطراب ہی قاتل کو اضطراب

آجائے ہنسیں وہ پریوش تو کیا نہو
دیوانہ وار ناصحِ عاقل کو اضطراب

سیماب وار سارے بدن کو ہی یہاں طپش
تسکین ہو سکے جو ہو اک دل کو اضطراب

وہ با ادب شہید ہوں میرا جو نام لے
قاتل تو پھر نہو کسی بسمل کو اضطراب

افسوس باد آہ سے ہل بھی نہ جائے اور
یوں ہو ہوا سے پردۂ محمل کو اضطراب

میں جاں بلب ہوں اور خبرِ وصل جاں طلب
کیا کیا نہیں دہندۂ وسائل کو اضطراب

لکھا ہی خط میں حال دلِ بیقرار کا
ہوگا ضرور شیفتہ حامل کو اضطراب

کیا اُٹھ گیا ہی دیدۂ اغیار سے حجاب
ٹپکا پڑے ہی کیوں نگہِ یار سے حجاب

لاؤ نعم نہیں جو تمنائے وصل پر
انکار سے حجاب ہی اقرار سے حجاب

تقلید شکل چاہیے سیرت میں بھی تجھے
کب تک رہے مجھے ترے اطوار سے حجاب

دشنام دیں جو بوسہ میں ابرام کم کریں
طبعِ غیور کو ہے پر اصرار سے حجاب

رندی میں بھی گئی نہ یہ مستوری وصلاح
آتا ہی مجھکو محرمِ اسرار سے حجاب

وہ طعنہ زن ہی زندگیٔ ہجر پر عبث
آتا ہی مجھکو حسرتِ دیدار سے حجاب

جوشِ نگاہ دیدۂ حیراں کو کیا کہوں
ظاہر ہے روئے آئینہ رخسار سے حجاب

روز و شبِ وصال مبارک ہو شیفتہ
جورِ فلک کو ہی ستمِ یار سے حجاب

دشمن سے ہی میرے دلِ مضطر کی شکایت
کیونکر نہ کروں شوخیٔ دلبر کی شکایت

دیوانۂ الفت ادب آموزِ خرد ہے
سودے میں نہیں زلفِ معنبر کی شکایت

تاخیر نہ کر قتل شہیدانِ وفا میں
ہر ایک کو ہی تیزیٔ خنجر کی شکایت

تاثیر ہو کیا اُن لب و دنداں کا ہوں ہمایہ
نے لعل کا شکوہ ہی نہ گوہر کی شکایت

کیوں بوالہوسوں سے دلِ عاشق کا گلہ ہے
غیروں سے بھی کرتا ہی کوئی گھر کی شکایت

اب ظلم سرشتوں کی نگہ سے ہوں مقابل
ہوتی تھی کبھی کاوشِ نشتر کی شکایت

یہاں کانٹوں پہ بھی لوٹنے میں چین نہیں ہی
وہاں غیر سے ہی پھولوں کے بستر کی شکایت

تعلیم بد آموز کو ہم کرتے ہیں یعنے
ہی شکر و فا جورِ ستمگر کی شکایت

نے پردہ وہ آئیں گے تو کیسے مجھے ہوگی
ای شیفتہ ہنگامۂ محشر کی شکایت

اُس وفا کی مجھ سے پھر امیدواری ہی عبث
دلفریبی کی لگاوٹ پہ تمھاری ہی عبث

دشمنی کو جو کہ احساں جانتا ہو ناز سے
اُس ستم ایجاد سے امید یاری ہی عبث

غمزہ ہائے دوست بعد از مرگ بھی نظروں میں ہیں
وہم راحت سے عدو کو بیقراری ہی عبث

سرو میں کب پھل لگا تاثیر کیا ہو آہ میں
چشم تر کی صورتِ ابر اشکباری ہی عبث

ہم نے غافل پا کے تجھکو اور کو دل دیدیا
ای ستمگر اب تری غفلت شعاری ہی عبث

ہجر میں چرخ و اجل نے گر نہ کی یاری تو کیا
دشمنوں سے شیفتہ امیدواری ہی عبث

نہ کر فاش رازِ گلستاں عبث
نہو بلبلِ زار نالاں عبث

کفایت تھی مجھکو تو چینِ جبیں
کیا قتل کا اور ساماں عبث

مقدم ہے ترکِ عدو کی قسم
وگرنہ یہ سب عہد و پیماں عبث

جو آیا ہے وادی میں تو صبر کر
شکایات غارِ مغیلاں عبث

تکبّر گدائی خرابات سے
نہ اے خواجہ کھو جانِ ایماں عبث

وہاں صوت مینا و آوازِ ساز
خوش آہنگیٔ مرغِ شب خواں عبث

وہاں دس بجے دن کو ہوتی ہے صبح
سحر خیزیٔ عندلیباں عبث

دمِ خضر ہے چشمۂ زندگی
سکندر سرِ آبِ حیواں عبث

پری کا وہاں مجھکو سایہ ہوا
نہیں اشتیاقِ دبستاں عبث

طلبگارِ راحت ہیں نادردمند
اگر درد ہے فکرِ درماں عبث

یہ نازک مزاجوں کا دستور ہے
شکونت سے اندوہِ جرماں عبث

شکایت کو اُس نے سُنا بھی نہیں
کھُلا غیر پر رازِ پنہاں عبث

مرے غم میں گیسوئے مشکیں نہ کھول
نہو خلق کا دشمنِ جاں عبث

محبت جتاتا ہوں ہر طور سے
اثر کی نظر سوئے افغاں عبث

نہ سمجھا کسی نے مجھے کل نہ صبح
ہوا ٹکڑے ٹکڑے گریباں عبث

مجھے یوں بٹھاتے وہ کب بزم میں
اُٹھائے رقیبوں نے طوفاں عبث

یہ انداز دلکش کہاں شیفتہ
جگر کاوی مرغ بستاں عبث

اے شیفتہ نوید شب غم سحر ہے آج
ہمتاب آفتاب فروغ قمر ہے آج

آہنگ دلپذیر سے مطرب ہی جاں نواز
آہ جگر خراش کا ظاہر اثر ہے آج

دل سے کشادہ تر نہو کیونکر فضائے بزم
تنگی خانہ حلقۂ بیرون در ہے آج

فانوس میں نہ شمع نہ شیشہ میں ہی پری
ساغر میں جس بہار سے ی جلوہ گر ہے آج

پروانوں کا دماغ بھی ہے آسمان پر
نور چراغ میں جو فروغ قمر ہے آج

ہر سمت جلوہ گر ہیں جوانان لالہ رو
گلزار جسکو کہتے ہیں وہ اپنا گھر ہے آج

سامان وہ کہ آئے نہ چشم خیال میں
آ اے رقیب دیکھ کہ پیش نظر ہے آج

وہ دن گئے کہ ربط سر و سنگ تھا بہم
شکرانہ کے سجود ہیں اور اپنا سر ہے آج

اسباب عیش یہ جو مہیا ہی شیفتہ
کیا پردہ تم سے آنیکی اُنکی خبر ہی آج

شیفتہ ہجر میں تو نالۂ شبگیر نہ کھینچ
صبح ہونے کی نہیں خجلت تاثیر نہ کھینچ

ای ستمگر رگ جاں میں ہی مری پیوستہ
دم نکل جائیگا سینہ سے مرے تیر نہ کھینچ

حور پر بھی کوئی کرتا ہے عمل دنیا میں
رنج بیہودہ بس اے عامل تسخیر نہ کھینچ

عشق سے کیا ہی مجھے شکل تری کہتی ہی
حسن تقریر کو آہیں دم تقریر نہ کھینچ

ہی یہ سامان صفائی کا عدو سے کیونکر
دست مشاطہ سے یوں زلف گرہ گیر نہ کھینچ

اے ستم پیشہ کچھ امید تلافی تو ہے
دست نازک سے مرے قتل کو شمشیر نہ کھینچ

چارہ گر فکر کر اس میں کہ مقدر بدلے
ورنہ بیہودہ اذیت پے تدبیر نہ کھینچ

کون بیجرم ہے جو شایق تعذیر نہیں
شوق تعذیر سے تو حسرت تقصیر نہ کھینچ

وجد کو زمزمۂ مرغ سحر کافی ہے
شیفتہ ناز مغنی و مزامیر نہ کھینچ

ناصح تپاں ہی شیفتہ نیم جاں کی طرح
کیا دلمیں چبھ گئی نگہ جانستاں کی طرح

بہتر ہے آپ غیر سے دل کھو لکر ملیں
آخر تو یہ بھی میرے ہی ہی امتحان کی طرح

اُس شمع رو کی بزم میں مانع نہ تھا کوئی
ہوتی نہ سبک جو نالۂ آتش فشاں کی طرح

کیوں ہر نفس ہے شہد خموشی سے بند لب
بھائی ہی دلکو کونسے شیرینبیاں کی طرح

لڑنے میں آشتی نہ تغافل میں التفات
یہ جور کی نکالی ہی تمنے کہاں کی طرح

حمیازہ بند بند گسل ہے خمار سے
بدمست کر گئی یہ کس ابروکماں کی طرح

ہر ہر قدم پہ رشک سے جلتی ہی شمع فند

چلتا ہی وہ بھی شیفتہ میری زبان کی طرح

دیا ہی بوسہ مجھے جبکہ میں ہوا گستاخ
غلط ہی بات کہ کم رزق ہی گدا گستاخ

تمھاری بزم میں افسردہ میں نہ بیٹھونگا
نسیم باغ میں چالاک ہی صبا گستاخ

کہاں ہی غیرت شوخی کہ جائے غیرت ہی
نگاہ یار سے ہر وقت ہی حیا گستاخ

سفینہ جیسے کہ خدمت سے چل نکلتے ہیں
غرور مہر و وفا نے مجھے کیا گستاخ

لبوں سے جان ہی گستاخ ذوق بیحد سے
زبان بوسہ نہ مجھ تو بنا کیوں کہا گستاخ

قبول کیوں نہ ہو خواہش ہم آغوشی
کہ آشناؤں سے ہوتے ہیں آشنا گستاخ

عنان ضبط کوئی شیفتہ سے تھمتی ہی
کہ ہر کرشمہ ہی چالاک و ہر ادا گستاخ

روز غم میں کیا قیامت ہی شب عشرت کی یاد
اشک خوں سے آگئی رنگینیاں صحبت کی یاد

میری حالت دیکھ تو تغیر کتنے ہو چکی
وصل کے دن دیدہ کیوں شیشہ ساعت کی یاد

میں ہوں بیکس اور بیکس پر ترحم ہے ضرور
حسن و رافر فرماں دلا دیتا مری حالت کی یاد

طاقت جنبش نہیں اس حال پر قصد عدم
مر گئے پر بھی رہے گی اپنی اس ہمت کی یاد

غالباً ایام حرماں بیخودی میں کٹ گئے
آتی ہی پھر آرزو بھولی ہوئی مدت کی یاد

دل لگانے کا ارادہ پھر ہی شاید شیفتہ

ایسی حسرت سے جو ہی گذری ہی مجھ کی الفت کی یاد

طلب بوسہ پر اُس لب سے شکر آب لذیذ
تند ہی تلخ ہی لیکن ہی مئے ناب لذیذ

کچھ مزا تو نہ سمجھ خضر امورِ عشرت
سب مزاجوں میں نہیں ایک سے اسباب لذیذ

سم کی تاثیر کرے ہجر میں آبِ حیواں
مئے گلگوں کے سوا وصل میں ہی آب لذیذ

زود رنجی پہ نہیں مقبول فغاں
تا نہ معلوم ہو تلخیٔ مئے ناب لذیذ

شیفتہ ذوقِ سحر اُس نے کہاں دیکھا ہی
وہ جو کہتا ہی کہ ہی آخرِ شب خواب لذیذ

وصل کے لطف اُٹھاؤں کیوں کر
تاب اُس جلوے کی لاؤں کیوں کر

گر مجوشی کا کروں شکوہ کہ وہ
کہتے ہیں تجھ کو جلاؤں کیوں کر

کیا کروں ہائے میں بیتاب وہ شوخ
چین سے پاس بٹھاؤں کیوں کر

ہر بُنِ مُو سے دُھواں اُٹھتا ہے
آتشِ غم کو چھپاؤں کیوں کر

میرے آنے سے تم اُٹھ جاتے ہو
بزم دشمن میں نہ آؤں کیوں کر

یاد نے جس کی بھلایا سب کچھ
اُس کی میں یاد بھلاؤں کیوں کر

آپ بھایا مجھے رونا اپنا
کہتے ہیں ہائے میں جاؤں کیوں کر

چارۂ غیر سے فرصت ہی نہیں
دردِ دل اُس کو سناؤں کیوں کر

زندگانی سے خفا ہوں اپنی
اُس کے آتے ہی بھڑک اُٹھی اور
پھر کہو تم کو مناؤں کیوں کر
آتشِ دل کو بجھاؤں کیوں کر

شورِ محشر ابھی چونک اُٹھے گا
**شیفتہ** کو میں جگاؤں کیوں کر

شیفتہ آیا ہوں میں کس کا تماشا دیکھکر
رہ گئے حیران مجھکو سب خود آرا دیکھکر

شوقِ خوباں اُڑ گیا حوروں کا جلوہ دیکھکر
رنج دُنیا مٹ گیا آرام عقبےٰ دیکھکر

ہے وہ آتش جلوہ اشک افشاں ہمارے شور سے
شمع رو دیتی ہے پروانہ کو جلتا دیکھکر

خیر جو گذری سو گذری پر یہی اچھا ہوا
خط دیا تھا نامہ بر نے اُسکو تنہا دیکھکر

سائلِ ہمدم کی پھبتی مجھ پہ فرمانے لگے
آرزوئے شوق کا گرمِ تقاضا دیکھکر

ہے وہاں سستی طلب میں جا یہاں بھاری نہیں
کام کرتے ہیں مزاجِ کارفرما دیکھکر

ہیں تو دونو سخت لیکن کونسا ہے سخت تر
اپنے دلکو دیکھیے میرا کلیجا دیکھکر

گاؤں بھی ہمکو غنیمت ہے کہ آبادی تو ہے
آئے ہیں ہم سخت پُر آشوب صحرا دیکھکر

اب کسے لاؤں گواہی کے لیے روزِ جزا
میرے دشمن ہو گئے اُس کو احبا دیکھکر

میں کمینِ توبہ ہوں آپ لیکن کیا کروں
مُنہ میں بھر آتا ہے پانی جام و مینا دیکھکر

التماسِ وصل پر بگڑی تھی بیڈھب رات کو
کچھ نہ بن آئی مگر جوشِ تمنّا دیکھکر

دوستی کرتے ہیں ارباب غرض ہر اک سے
میرے عاشق ہیں عجب واہ رے اُس کا دیکھکر

نے نقط مجھکو سناؤ گے جو دیکھو گے ستم
آپ عاشق تو ہوئے ہیں شوق میرا دیکھکر

پھر کہو گے اُس کو دل فریاد ای ارباب دل
جو نہ بیتاب و مضطر روئے زیبا دیکھکر

یار پہلو میں نہیں مے جام و مینا میں نہیں
تم ہوئے حیران مجھکو ناشکیبا دیکھکر

ناگہاں بادِ موافق شیفتہ چلنے لگی
جان پر کل بن رہی تھی شور دریا دیکھکر

تھا قصد بوسہ نشہ میں سرشار دیکھکر
غش آگیا مجھے انہیں ہشیار دیکھکر

کچھ بیم قتل سے نہیں آنکھوں میں اشک سرخ
کھاتا ہی جوش خوں تری تلوار دیکھکر

جاتے ہیں اور منع کی طاقت نہیں مگر
رہجائیں آپ وہ مجھے ناچار دیکھکر

پردہ کسی کا یاد نہ نے پردگی ہی یاد
غش ہوگیا میں کعبہ کی استار دیکھکر

سو خیل عاشقاں مجھے کہتے ہیں بوالہوس
عاشق کا اُس کو مائل آزار دیکھکر

آتی ہیں یاد کاکل و دل کی حکائتیں
روتا ہوں دام و مرغ گرفتار دیکھکر

کیا بن گیا ہوں صورت دیوار دیکھنا
صورت کسی کی میں سر دیوار دیکھکر

رحم ایسی سادگی پہ ستمگر ضرور ہے
عاشق ہوئے ہیں ہم تجھے پرکار دیکھکر

کم رغبتی سے لیتے ہیں دل ہوشیار ہیں
بڑھتا ہی مول شوق خریدار دیکھکر

کہتا تھا وقت مرگ کے ہلک سے شیفتہ
دنیا کسیکو دل تو وفادار دیکھکر

یوں پاس بوالہوس ہیں چشم غضب سے دور
یہ بات ہی بُری دل عاشق طلب سے دور

دیوانہ میں نہیں کہ انا لیلی لب پہ آئے
باتیں خلاف وضع ہیں اہل ادب سے دور

مجھکو سُنا کے کہتے ہیں ہمدم سے یاد ہی
اک آدمی کو چاہتے تھے ہم بھی اب سے دور

جو لطف میں بھی پاس پھٹکنے نہ دے کبھی
رکھیو الٰہی ایسے کے مجھکو غضب سے دور

کیونکر میں انجمن میں تمھاری شریک ہوں
ارباب رنج رہتے ہیں اہل طرب سے دور

ہم سے اُسے معاملہ تھا جان وجسم کا
ہرگز ملا نہ گاہ ہوا ہائے جب سے دور

تو بھی جو میرے پاس نہ آئے تو کیا کروں
تیرے ہی پاس سے تو میں رہتا ہوں سب سے دور

میں غیر و الہوس نہیں ڈرتے ہو کس لیے
مجھ سے نہ رکھو بوسہ میں تم لب کو لب سے دور

بوس و کنار کی نہ کرو نگاہ بوس کبھی
یہ خواہشیں ہیں عاشق حسرت طلب سے دور

آغاز عمر ہی میں ہو حکم خیال حج
ولی جو شیفتہ ہو دیار عرب سے دور

ہم بے نشان اور وفا کا نشاں ہنوز
ہی خاک تن ہوا و ہوا خواں فشاں ہنوز

بیت الحزن میں نغمۂ شادی بلند ہے
نکلا ہی باب عصر سے ہی کارواں ہنوز

صبحِ شبِ وصال نئی صبح ہے مگر
پروین ہنوز جلوہ گرِ کہکشاں ہنوز

ہرگز ابھی شکایتِ دشمن نہ چاہیے
ہم پر بھی یار خوب نہیں مہرباں ہنوز

کیونکر کہیں کہ چھٹ گئے ہم بندِ جسم سے
اُس زلف پیچ پیچ میں اُلجھی ہے جاں ہنوز

جو بات میکدہ میں ہے ایک ایک زبان پر
افسوس مدرسہ میں ہے بالکل نہاں ہنوز

ضبط و تسکیب یہاں ہے نقابِ جمالِ شوق
بیوجہ وہاں نہیں ہے سرِ امتحاں ہنوز

مدت ہوئی بہارِ جہاں دیکھتے ہوئے
دیکھا نہیں کسی نے گلِ غنچہ زاں ہنوز

اکثر ہوا ہے مجھکو سفر در وطن مگر
لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغاں ہنوز

اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخ پر وہ ماہ
مدہوش ہیں ملائکہ آسماں ہنوز

نا آشنا رقیب سے ہے آشنا ابھی
نا آشنا ہے لب سے ہماری فغاں ہنوز

آشفتہ زلف چاک قبا نیمباز چشم
ہیں صحبتِ شبانہ کی ظاہر نشاں ہنوز

اے موجۂ نسیم ذرا اور ٹھہر جا
ہے خاک پر ہمارے وہ دامن فشاں ہنوز

میخانہ میں تمام جوانی بسر ہوئی
لیکن ملا نہ منصبِ پیرِ مغاں ہنوز

اے تابِ برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی
کچھ رہ گئے ہیں خار و خسِ آشیاں ہنوز

آتا ہوں میں وہیں سے ذرا صبر شیفتہ
سونے کے قصد میں بھی نہیں پاسباں ہنوز

ہند کی وہ زمیں ہے عشرت خیز
کہ نہ زاہد جہاں کریں پرہیز

وجد کرتے ہیں پی کے مے صوفی
مست سوتے ہیں صبح تک شب خیز

رند کیا یاں تو شاہد و مے سے
پارسا کو نہیں گزیر و گریز

سخت مشکل ہے ایسی عشرت میں
خطر حشر و بیم رستاخیز

ہے غریبوں کو جرأتِ فرہاد
ہے فقیروں کو عشرتِ پرویز

عیش نے یہاں بٹھا دیا ناقہ
غم نے کی یہاں سے رخش کو مہمیز

کوئی یہاں غم کو جانتا بھی نہیں
جز غمِ عشق سوئے عیش آمیز

بادِ صرصر یہاں نسیم چمن
نارِ عنصر سے آتشِ گل تیز

بوستاں کی طرح یہاں صحرا
دل کشا دلپذیر دل آویز

کوئی پامال جو چسرخ نہیں
کتنی ہے یہ زمین راحت خیز

اثرِ زہرہ اُس میں یہاں پایا
وہ جو مریخ ہے بڑا خونریز

شیفتہ تھام لو عنانِ قلم
یہ زمیں گرچہ ہے ہوس انگیز

دور رہنا ہم سے کب تک اور بیگانے کے پاس
ہیں قریب مرگ کیا اب بھی نہیں آنے کے پاس

جلوہ آرا بسکہ تھا وہ شمع سیمارات کو
ہم بھی مر کر رہ گئے مجلس میں پروانے کے پاس

آؤ نہ طفیان وحشت مرحبا جوشِ جنوں
وہ یہ کہتے ہیں کہ کیونکر جائیں دیوانے کے پاس

غیر سے کہوائیں یا دوں سے سمجھوائیں گے ہم
دیکھ لیں گے پھر کہ تم کیونکر نہیں آنے کے پاس

شیفتہ نے قصۂ مجنوں سنایا رات کو
آگیا میرا انہیں سنتے ہی فسانے کے پاس

اُٹھے نہ چھوڑ کے ہم آستاں بادہ فروش
طلسم ہوش ربا ہی دکانِ بادہ فروش

کھلا جو پردۂ رخسارِ حقایقِ اشیا
کھلی حقیقتِ سازِ نہانِ بادہ فروش

فسردہ طینتی و کاہلی سے ہم نے کبھی
شباب میں بھی نہ دیکھی دکانِ بادہ فروش

یقین ہی کہ مئے ناب مفت ہاتھ آئے
یہ جی میں ہی کہ بنوں مہمانِ بادہ فروش

قدح سے دل ہی مراد اور مئے سے عشق غرض
میں وہ نہیں کہ نہ سمجھوں زبانِ بادہ فروش

عجب نہیں کہ کسی روز وہ بھی آنکلیں
کہ ہی گذرگہ خلقِ آستانِ بادہ فروش

مئے و سرود کے اسرار آپ آکر دیکھ
نہ پوچھ مجھ سے کہ ہوں رازدانِ بادہ فروش

شراب دیکھ کہ کس رنگ کی پلاتا ہے
جز اس کے اور نہیں امتحانِ بادہ فروش

تری شمیم نے گلزار کو کیا برباد
تری نگاہ نے کھوئی دکانِ بادہ فروش

عجب ہی شیفتہ ہر اک سے پوچھتے پھرنا
ملیگا بادہ کشوں سے نشانِ بادہ فروش

اُن کو دشمن سے ہی محبت خاص
یہ ہمارا ہے ثمرۂ اخلاص

وجد میں لائے اہل درد ہمیں
باد کے ساتھ خاک ہی رقاص

دل کے ٹکڑے اُڑا نہیں ہے گناہ
نفس کو قتل کر نہیں ہی قصاص

حُسن باطن زبونیٔ ظاہر
ہے مئے ناب اور جام رصاص

کیا مزا تم سے آشنائی کا
ماشہ بتم مدامنۃ الاخلاص

ہجر زہر اور وصل ہے تریاق
زہر و تریاق کا جُدا ہی خواص

قسمت اُس کی خبر نہ ہو جسکو
عام اس دور میں ہی بادۂ خاص

دام سے تیرے موسم گل میں
بلبلوں کو نہیں ہوا ہے خلاص

شیفتہ نے ہمارے داد نہ دی
سچ ہے القاص لایحب القاص

ہی دلکو یوں تے دم اعجاز سے فیض
غنچہ کو جیسے موجۂ باد سحر سے فیض

عشاق سے نگاہ نہ رکھو دریغ تم
پاتے ہیں لوگ خدمت اہل نظر سے فیض

ہی عالم کبیر میں بھی یوں ہی جس طرح
دل سے جگر کو فیض ہی دلکو جگر سے فیض

آزردہ جفائے دی و تیر کو نہیں
یک ذرہ آب و آتش لعل و گہر سے فیض

اپنے نہاد میں نہیں احساں فراموشی
پایا ہی ہم نے صاعقہ کا ابر تر سے فیض

زر کسب کر کہ عشرتِ حسرو نصیب ہو
فرہاد کو سُنا ہی ہوا جوہنر سے فیض

لگتے ہیں اُس کے سینہ و بر سے مدام ہم
ہوتا ہی ہمکو روزِ سیمبر سے فیض

ارباب خانقاہ ہیں محتاج اغنیا
کافی ہی ہمکو پیرِ مغاں بیدر سے فیض

بلبل ہمارے گھر وہ خود آتے ہیں رحم سے
افزوں ہی نے پری میں یہاں بال و پر سے فیض

حرم نہاد میکش و زاہد شگفتہ دل
ہے شیفتہ ہر ایک کو وقتِ سحر سے فیض

لازم ہے بیوفا تجھے اہلِ وفا سے ربط
کیسا ہی دیکھ عکس ادا کو ادا سے ربط

یہ ناخن و خراش میں بگڑی کہ کیا کہوں
اک دم ہوا جو عقدۂ بندِ قبا سے ربط

ناصح مری ملامتِ بیجا سے فائدہ
بے اختیار دل کو ہی اُس دلربا سے ربط

اُس سرد مہر کو ہو اثر پر جو ہو سکے
کام و دہاں کو پیرِ دمِ شعلہ زا سے ربط

کہتے گراں سے شکوۂ انجام کارِ عشق
کہتے ہیں مجھکو تم سے نہ تھا ابتدا سے ربط

دو دن میں تنگ ہو گئے جورِ سپہر سے
اس حوصلہ پہ کرتے تھے اُسکی جفا سے ربط

کیا کیجے بدگمانیٔ ابرو کا دھیان ہے
کرتے وگرنہ ہجر میں تیغِ قضا سے ربط

تیرے ستم سے ہی یہ دعا لب پہ دمبدم
یارب نہو کسی کو کسی بیوفا سے ربط

صبحِ شبِ فراق کا کیا لطف مرگ نے
کیا دیر میں ہوا ہمیں زود آشنا سے ربط

فریاد نزع کان تک اُس کے نہ جا سکے
تھا شیفتہ ہمیں نفسِ نارسا سے ربط

ترے فسوں کی نہیں میرے دل میں جا واعظ
صنم پرست نہ ہو بندۂ ریا واعظ

کسی صنم نے مگر آپ کو جلایا ہے
نہیں تو حور و نکی کیوں اسقدر ثنا واعظ

تمھارے حسن جہاں سوز سے میں جلتا ہوں
کہ ہیں رقیب مرے شیخ و پارسا واعظ

ملا کے دیکھیں کہ ہے خوب کون دونوں میں
ہم اُس کو لاتے ہیں تو حور کو بُلا واعظ

ترے فسونِ اثر ریز سے رسا ترسی
مغاں نے اثر و آہ نارسا واعظ

کمی تھی حالتِ رندی میں اُسکو کیا یارو
کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفتہ بنا واعظ

خورشید کو اگرچہ نہ پہنچی ضیائے شمع
پروانہ کو پسند نہیں پر سوائے شمع

اس تیرہ روزگار میں مجھسا جگر گداز
مشعل جلا کے ڈھونڈھے اگر تو نہ پائے شمع

روزِ فراق میں ہے قیامت جمالِ گل
شب ہائے ہجر میں ہے مصیبت لقائے شمع

پروانے کیا خجل ہوئے دیکھا جو صبح کو
تھا شب کو اُسکی بزم میں خورشید جائے شمع

اُس رشکِ شمع و گل کی ہے کچھ آب و تاب اور
دیکھے ہیں جلوہ ہائے گل و شعلہ ہائے شمع

دیتی ہے اور گرمیٔ پروانہ داغِ رشک
شب ہائے ہجر میں کوئی کیونکر جلائے شمع

کیا حاجت آفتاب کے گھر میں چراغ کی
ہی حکم شب کو بزم میں کوئی نہ لائے شمع

اُس لعل بے بہا سے کہاں تاب ہمسری
روشن ہی سب پہ تیرہ گل اور بہائے شمع

خورشید جس کے جلوہ سے ہو شمع صبح دم
کیا ٹھہرے اُسکے سامنے نور و ضیائے شمع

اس تیرہ شب میں جائیں گے کیونکر عدو کے گھر
میرا رقیب وہ ہی جو اُنکو دکھائے شمع

آتے ہیں وہ جو گور پہ میری تو بہرِ زیب
کوئی نہ لائے پھول نہ کوئی منگائے شمع

گل پر لگا کے آپ سے پہنچیں گے بے طلب
آئیگی اپنے پاؤں سے یہاں بن بلائے شمع

ڈر ہی اُٹھا نہ دے کہیں وہ بزمِ عیش سے
کیا تاب ہی کہ شیفتہ آنسو بہائے شمع

کیا غیر تھا کہ شب کو نہ تھا جلوہ گر چراغ
رہتا ہی ور نہ گھر میں ترے تا سحر چراغ

کیا لطف آہ صبح شبِ ہجر مہ وشاں
کیا فائدہ جو کیجئے روشن سحر چراغ

پروانہ گر نہ جائے تو بیجا ہے لافِ عشق
روشن ہی میرے نالوں سے افلاک پر چراغ

حیرت کرے طریقۂ پروانہ اختیار
اُس تاب رُخ سے کیجئے روشن اگر چراغ

پروانہ ہو گیا ہے رقیبِ کتاں کہ ہی
اُس مہ وش کے جلوے کے آگے قمر چراغ

گستاخیوں کی تاب کسی اُس کی بزم میں
بیباکیِ نسیم سے ہر گز نہ ڈر چراغ

ہی شمع انجمن وہ مہ آتشیں عذار
گھی کے جلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ

کرتا ہوں فکرِ شعر جو میں شب کو شیفتہ
رہتا ہے خواب گہ میں مری رات بھر چراغ

وہاں ہوا پردہ اُٹھانا موقوف
یہاں ہوا راز چھپانا موقوف

غیر کو رشک سے کیا آگ لگی
کہ ہوا میرا جلانا موقوف

ذکرِ شیریں کی اگر بندی ہے
کوہکن کا بھی فسانا موقوف

اب کس امید پہ وہاں جائے کوئی
کہ ہوا غیر کا آنا موقوف

رمِ آہو سے وہ رم یاد آیا
دشت و صحرا میں بھی جانا موقوف

بد دماغ آج ہوا وہ گل رو
شیفتہ عطر لگانا موقوف

پابندیٔ وحشت میں ہیں زنجیر کے مشتاق
دیوانے ہیں اس زلفِ گرہ گیر کے مشتاق

بیرحم نہیں جرم و خطا قابلِ بخشش
محروم ہیں کس واسطے تعذیر کے مشتاق

رہتے تھے بہم جن سے مثالِ ورق و حرف
اب اُنکی رہا کرتے ہیں تحریر کے مشتاق

لکھتا ہوں جو میں آرزوئے قتل میں نامے
ہیں میرے کبوتر بھی ترے تیر کے مشتاق

کیوں قتل میں عشّاق کے اتنا ہے تغافل
مر جائیں گے ظالم دمِ شمشیر کے مشتاق

اے آہ ذرا شرم کہ وہ کہتے ہیں اکثر
مدت سے ہیں ہم آہ کی تاثیر کے مشتاق

بیتاب تھا دل جلکے سو اب خاک ہوا ہے
لیجائیں مری خاک کو اکسیر کے مشتاق

کیا ہجر کے دن آنے میں ہی عذر سنیں تو
ہم ہیں ملک الموت کی تقریر کے مشتاق

دل سرد ہوا اس کے ترے نالہ سوزوں
تھے شیفتہ ہم جس تاثیر کے مشتاق

رہ جائے کیا اے ہجر میں جاں آ کے لب تلک
ہم آرزوئے بوسہ و پیغام اب تلک

کہتے ہیں بیوفا مجھے میں نے جو یہ کہا
مرتے رہیں گے آپ پہ جیتے ہیں جب تلک

تمکین حسن ہے کہ نہ بیتاب ہو سکا
خلوت میں بھی کوئی قلق بے ادب تلک

آجائے کاش موت ہی تسکین نہ ہو نہ ہو
ہر وقت بیقرار رہے کوئی کب تلک

وہ چشم التفات کہاں اب جو اس طرف
دیکھیں کہ ہے دریغ نگاہ غضب تلک

ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب
پہنچاؤ یہ پیام اجل جاں طلب تلک

مایوس لطف سے نہ کرے رشمنی شعار
امید سے اٹھاتے ہیں ہم جو اب تلک

یہاں عجز نے دیا ہی نہ واں ناز دلفریب
شکر بجا رہا گلۂ بے سبب تلک

ایسی ہی بیقراری رہی متصل اگر
اے شیفتہ ہم آج نہیں بچتے شب تلک

طالع خفتہ دشمن نہ جگا شب وصل
دیکھ اے مرغ سحر غل نہ مچا شب وصل

اُن کو منظور نہیں نیند کا آنا شبِ وصل
اس لیے کہتے ہیں غیروں کا فسانا شبِ وصل

صبر پروانے کا مجھ پر نہ پڑے ڈرتا ہوں
ماہرو شمع کو ہرگز نہ جلانا شبِ وصل

خواہشِ کام دل اتنی نہ کر اے شوق کہ وہ
ڈھونڈھتے ہیں چلے جانے کو بہانا شبِ وصل

آپ منّت سے بُلانے نے بھیجے کیونکر آؤں
غیر کے گھر میں ہی تیرا تو ٹھکانا شبِ وصل

شان میں صحبتِ ناکس سے خلل آتا ہی
صبح ہجراں کو عبس اب منہ نہ لگانا شبِ وصل

تیرگی بخت سیہ سے مری لیجا کہ ضرور
جلوہ اُس مہر لقا کا ہی چھپانا شبِ وصل

روزِ ہجراں میں اُٹھے جاتے ہو کیوں دنیا سے
شیفتہ اور بھی تم لطف اُٹھانا شبِ وصل

اصحاب درد کو ہی عجب تیزیٔ خیال
مثلِ زبان نطق قلم کی زبانِ حال

عہدِ وفا کیا ہے نباہیں گے شک عبث
وعدہ کیا ہی آئیں گے بیجا ہے احتمال

کیا کچھ وہاں سے منزلِ مقصود پاس ہی
یا ایھا الذین سکنتم علی الجبال

ناز و غرور ٹھیک ہی جور و جفا درست
کس کے ہو الصبیب یہ حسن اور یہ جمال

ساقی پلا وہ بادہ کہ غفلت ہو آگہی
مُطرب سُنا وہ نغمہ کہ ہو جس سے قال حال

ہم لگے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں
ای خوردہ گیر سخن رجال و ہم رجال

اہلِ طریق کی بھی روش سب سے ہی الگ
جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغ بال

ہنگام عہد کام میں لائے وہ ایسے لفظ — جن کو معانی متعدد پر اشتمال
ما والتنہبن و انتن فی البیوت — ما والتفلتن وانتن فی الجمال
یہ بات تو غلط ہے کہ دیوان شیفتہ — ہے نسخۂ معارف و مجموعۂ کمال
لیکن مبالغہ تو ہی البتہ اس میں کم — ہاں ذکر خد و خال اگر ہی تو خال خال
یہاں کے آنے میں نہیں اُنکو جو یکیں کا خیال — غالباً کچھ تو ہوا ہی میری تسکیں کا خیال
کفِ افسوس ملے سے بھی پڑے ہاتھ میں نقش — بسکہ ہی دلمیں مرے دستِ نگاریں کا خیال
گو مجھے عاشقِ مفلس وہ کہیں طعنہ سے — تو بھی کیونکر نہ رکھوں ساعدِ سیمیں کا خیال
تعزیت کو مری وہ آئے تو کیا ذلت ہی — اہلِ ماتم کو نہیں بزم کی تزئیں کا خیال
کیوں نہ دستِ مژہ ماتمیوں کا رنگیں — مرتے دم تھا مجھے اُس پنجۂ رنگیں کا خیال
سخنِ عشق ہی پتھر کی لکیر اے پرویز — دلِ فرہاد سے کیونکر مٹے شیریں کا خیال

کیا مسلمان ہیں ہم شیفتہ سبحان اللہ
دل سے جاتا نہیں دھم بت بیدین کا خیال

بلبل کو بھی نہیں ہی دماغِ صدائے گل — بگڑی ہی تیرے دور میں ایسی ہوائے گل
ہنگام عشق جو غیر کو اُس نے سنگھائے گل — جنت میں لیچلی مری جاں کو ہوائے گل
ایما ہی بعد مرگ بھی ہم بیوفا رہے — اس واسطے مزار پہ میرے چڑھائے گل

مرتی ہیں گل کے نام ہی پر بلبلیں کہ اب
پھرتی ہیں ساتھ ساتھ مرے جب سے کھائے گل

کھٹکوں عدو کی آنکھ میں تا بعد مرگ بھی
کانٹے مرے مزار پہ رکھنا بجائے گل

کس کس طرح سے کھوئے گئے غیر کیا کہوں
روز جزا بھی سینہ پہ میرے جو پائے گل

جلتی ہی تیرے حسن جہاں سوز سے بہار
نکلیں گے شعلے خاک چمن سے بجائے گل

آخر دورنگی اُس گل رعنا پہ کھُل گئی
لوگوں کو دیکھکر جو عدو نے چھپائے گل

عاشق سے پہلے راہ محبت میں جان دی
کیونکر نہ عندلیب کرے جاں فدائے گل

خاموش عندلیب کہ طاقت نہیں رہی
ہیں چاک پردے کان کے مثل قبائے گل

شاید دکھانے لائیگا اُسکو کہ غیر نے
بستر پہ میرے کانٹوں کے بدلے بچھائے گل

جس گل میں ہی ادا وہ چمن میں بھلا کہاں
ای بلبلو تمھیں کو مبارک ادائے گل

میرا اُنھیں کو غم ہی کہ بلبل کی آہ پر
کرتا ہی کون چاک گریباں سوائے گل

تربت میں پہنچیں بلبلیں پروانے جل گئے
اب کون شمع گور پر اور کون لائے گل

اِک گل کا شوق تھا سبب اپنی وفات کا
پھولوں کے دن مرے رفقا نے منگائے گل

لکھی یہ ہم نے وہ غزل تازہ شیفتہ
ہر شعر جس میں داغ دہ دستہ ہائے گل

گہ ہم سے خفا وہ ہیں گہ اُن سے خفا ہم
مدت سے اسی طرح نبھی جاتی ہے باہم

کہتے ہیں غلط یار سے اظہار وفا ہم
ثابت جو ہوا عشق کجا یار کجا ہم

کچھ نشۂ مے سے نہیں کم نشۂ نخوت
تقویٰ میں بھی صہبا کا اُٹھاتے ہیں مزا ہم

موجود ہے جو لاؤ جو مطلوب ہی وہ لو
مشتاق وفا تم ہو طلبگار جفا ہم

لے طبع پریشاں تھی نہ خاطر متفرق
وہ دن بھی عجب تھے کہ ہم اور آپ تھے باہم

کیا کرتے ہیں کیا سنتے ہیں کیا دیکھتے ہیں ہائے
اُس شوخ کے جب کھولتے ہیں بند قبا ہم

یہ طرز ترنم کہیں زنہار نہ ڈھونڈھو
اے شیفتہ یا مرغ چمن رکھتے ہیں یا ہم

مر گئے ہیں جو ہجر یار میں ہم
سخت بیتاب ہیں مزار میں ہم

تا دل کینہ ور میں پائیں جگہ
خاک ہو کر ملے غبار میں ہم

آمد آمد میں اسقدر شورش
دیکھئے کیا کریں بہار میں ہم

وہ تو سو بار اختیار میں آئے
پر نہیں اپنے اختیار میں ہم

کب ہوئے خار راہ غیر بھلا
کیوں کھٹکتے ہیں چشم یار میں ہم

کوئے دشمن میں ہو گئے پامال
آمد و رفت بار بار میں ہم

نعش پر تو خدا کے واسطے آ
مر گئے تیرے انتظار میں ہم

گر نہیں شیفتہ خیال فراق

## کیوں تڑپتے ہیں وصل یار میں ہم

مطبوع یار کو ہی جفا اور جفا کو ہم
کہتی ہی بد عدو کو وفا اور وفا کو ہم

دشنام بھی سُنے نہ تمھاری زبان سے
ہی کوستی اثر کو دعا اور دعا کو ہم

افغان چرخ رس کی لپٹ نے جلا دیا
نامہ کو ڈھونڈھتی ہی صبا اور صبا کو ہم

لاتا ہی ظن نیم تبسم سے جوش میں
دل کو قلق قلق کو بکا اور بکا کو ہم

درماں مریض غم کا ترے کچھ نہ ہو سکا
چھیڑے ہی چارہ گر کو دوا اور دوا کو ہم

پھر کیوں نہ دیکھنے سے عدو کے ہو منفعل
پھر اُس کو دو کہتی ہے حیا اور حیا کو ہم

ہیں جاں بلب کسی کے اشارے کی دیر ہی
دیکھے ہی اُس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم

ہی آرزوے شربت مرگ ابتو شیفتہ
لگتی ہی زہر ہمکو شفا اور شفا کو ہم

## بچتے ہیں اسقدر جو اُدھر کی ہوا سے ہم

واقف ہیں شیوۂ دل شورش ادا سے ہم

افشائے راز عشق میں ضرب المثل ہے وہ
کیونکر غبار دل میں نہ رکھیں صبا سے ہم

چلتے ہیں میکدہ کو کہاں یہ عزیز و ہاں
رخصت تو ہو لیں کبر و نفاق و ریا سے ہم

اے جوش رشک قرب عدو ابتو مت اُٹھا
بیٹھے ہیں دیکھ بزم میں کس التجا سے ہم

ہی جامہ پارہ پارہ دل و سینہ چاک چاک
دیوانہ ہو گئے گل جیب قبا سے ہم

کیا جانے تھے صبح وہ محشر قد آئیگا
شام شب فراق نہ مرتے بلا سے ہم

ہر بات پہ نگاہ ہماری ہی اصل پہ
لیتے ہیں مشک زخم کو زلف دوتا سے ہم

بیگانہ جب سے یار ہوا ہی رقیب ہے
امید قطع کر چکے ہر آشنا سے ہم

بلبل یہ کہہ رہی ہی سر شاخسار پہ
بدمست ہو رہے ہیں چمن کی ہوا سے ہم

کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہل بزم
شرمندہ ہو گئے تری شرم و حیا سے ہم

ہاں شیفتہ پھر اس میں نصیحت ہی کیوں نہ ہو
سنتے ہیں حرف تلخ کو سمع رضا سے ہم

کم فہم ہیں تو کم ہیں پریشانیوں میں ہم
دانائیوں سے اچھے ہیں نادانیوں میں ہم

شاید نصیب ڈوب مریں بحر شرم میں
ڈوبیں گے موج اشک کی طغیانیوں میں ہم

محتاج فیض نامہ کیوں ہوتے اسقدر
کرتے جو سوچ کچھ جگر افشانیوں میں ہم

پہنچائی ہم نے مشق یہاں تک کہ ہو گئے
استاد عندلیب نواخوانیوں میں ہم

غیروں کے ساتھ آپ بھی اٹھتے ہیں بزم سے
لو میزبان بن گئے مہمانیوں میں ہم

جن جن کے تو مزار سے گذرا وہ جی اٹھے
باقی ہے ہیں ایک ترے فانیوں میں ہم

گستاخیوں سے غیر کی انکو ملال ہے
مشہور ہوتے کاش ادب دانیوں میں ہم

دیکھا جو زلف یار کو تسکین ہو گئی
یک چند مضطرب تھے پریشانیوں میں ہم

آنکھوں سے یوں اشارہ دشمن نہ دیکھتے
ہوتے نہ اسقدر جو نگہبانیوں میں ہم

جو جان کھو کے پائیں تو فوز عظیم ہے
وہ چیز ڈھونڈھتے ہیں تن آسانیوں میں ہم

پیر مغاں کے فیض توجہ سے شیفتہ
اکثر شراب پیتے ہیں روحانیوں میں ہم

کیوں نہ اڑجائے مرا خواب ترے کوچے میں
فرش ہے مخمل و کمخواب ترے کوچے میں

دولت حسن یہاں تک تو لٹائی ظالم
اشک ہے گوہر نایاب ترے کوچے میں

جوشش گریۂ عشاق سے اکدم میں ہوا
شجر سوختہ شاداب ترے کوچے میں

ہوش کا پانوں جو یہاں آکے پھسل جاتا ہے
کیا لنڈھائی ہے مے ناب ترے کوچے میں

ہے کف پائے عدو پا سے تری رنگیں تر
بسکہ ہم روتے ہیں خوں نابہ ترے کوچے میں

گوشہ گیری سے بھی گردش نہ گئی طالع کی
پھرتے ہیں صورت دولاب ترے کوچے میں

غیر نے سنگ جو پھینکے وہ ہوئے بالش سر
چین سے کرتے ہیں ہم خواب ترے کوچے میں

وہ بھی محروم نہیں جن کو نہیں بزم میں بار
تیرے رخسار کی ہے تاب ترے کوچے میں

چل دیا شیفتہ سوئے عدم خدا جانے کہاں
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں احباب ترے کوچے میں

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں
کچھ آگ بھری ہوئی ہے نے میں

کچھ زہر اُگل رہی ہے بلبل — کچھ زہر ملا ہوا ہے مے میں
بدمست جہان ہو رہا ہے — ہی یار کی بو ہر ایک شے میں
ہیں ایک ہی گُل کی سب بہاریں — فروردیں میں اور فصل دے میں
ہے مستیٔ نیم خام کا ڈر — اصرار ہے جام پے بہ پے میں
میخانہ نشیں قدم نہ رکھیں — بزم جم و بارگاہ کے میں
ابتک زندہ ہی نام وہاں کا — گذرا ہے حسین ایک جے میں
ہوتی نہیں طے حکایتِ طے — گذرا ہے کریم ایک طے میں

## کچھ شیفتہ یہ غزل ہے آفت
## کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں

روز خوں ہوتے ہیں دو چار ترے کوچے میں — ایک ہنگامہ ہی اے یار ترے کوچے میں
فرش رہ ہیں دلِ افگار ترے کوچے میں — خاک ہو رونقِ گلزار ترے کوچے میں
سر فروش آتے ہیں اے یار ترے کوچے میں — گرم ہی موت کا بازار ترے کوچے میں
شعر یوں اب نہ کہونگا کہ کوئی پڑھتا تھا — اپنے حالی مرے اشعار ترے کوچے میں
نہ ملا ہم کو کبھی تیری گلی میں آرام — نہ ہوا ہم پہ جز آزار ترے کوچے میں
ملک الموت کے گھر کا تھا ارادہ اپنا — لے گیا شوق غلط کار ترے کوچے میں

تو ہے اور غیر کے گھر جلوہ طرازی کی ہوس
ہم بھی وارستہ مزاجی کے ہیں اپنی قائل
کیا تجاہل سے یہ کہتا ہے کہاں رہتے ہو
ہم ہیں اور حسرتِ دیدار ترے کوچے میں
خلد میں روح تن آزار ترے کوچے میں
تیرے کوچے میں ستمگار ترے کوچے میں

**شیفتہ** ایک نہ آیا تو نہ آیا کیا ہے
روز آ رہتے ہیں دو چار ترے کوچے میں

شکوہ جفا کا کیجے تو کہتے ہیں کیا کروں
تم سے وفا کروں کہ عدو سے وفا کروں
گلشن میں چلکے بند قبا تیرے وا کروں
جی چاہتا ہے جامۂ گل کو قبا کروں
آتا ہوں پیر دیر کی خدمت سے مست میں
ہاں زاہد و تمھارے لیے کیا دعا کروں
جوشِ فغاں و داع کہ منظور ہے انھیں
دل نذرِ کاوشِ نگہِ سرمہ سا کروں
نفرین بیشمار ہے اس عمد و سہو پر
گر ایک میں صواب کروں سو خطا کروں
مطرب بدیع نغمۂ و ساقی پری جمال
کیا شرحِ حالتِ دلِ درد آشنا کروں
تم دلربا ہو دل کو اگر لے گئے تو کیا
جب کاہ ہو کے میں اثرِ کہربا کروں
اے چارہ ساز لطف کہ تو چارہ گر نہیں
بس اے طبیب رحم کہ دل کی دوا کروں
پیتا ہوں میں مدام مئے ناب معرفت
اصلِ سرور دامِ خبائث کو کیا کروں
یا اپنے جوشِ عشوۂ پیہم کو تھامئے
یا کہیے میں بھی نالۂ شورش فزا کروں

میں جل گیا وہ غیر کے گھر جو چلے گئے
شعلے سے استعارہ آوازِ پا کروں

ڈر ہے کہ ہو نہ شوق مرا میر شیفتہ
پھر نہ کبھی سماعِ مجرّد سنا کروں

مانا سحر کو یار اُسے یہاں جلوہ گر کریں
طاقت ہمیں کہاں کہ شبِ غم سحر کریں

تزئینِ میری گور کی لازم ہی خوب سی
تقریبِ میر ہی سے وہ شاید گذر کریں

اب ایک اشک ہی دُرِ نایاب وہ کہاں
تارِ نظر جو گریہ سے سلکِ گہر کریں

وہ دوست ہیں اُنھیں ہوا شر ہو گیا تو کیا
نالے ہیں وہ جو غیر کے دل میں اثر کریں

آئے تو اُنکو رنج نہ آئے تو مجھکو رنج
مرنے کی میری کاش نہ اُنکو خبر کریں

ہی جی میں سونگھیں نکہتِ گل جا کے باغ میں
بس کب تک التجائے نسیمِ سحر کریں

اب کی ارادہ ملکِ عدم کا ہی شیفتہ
گھبرا گئے کہ ایک جگہ کیا بسر کریں

شب وصل کی بھی چین سے کیونکر بسر کریں
جب یوں نگاہ بانیٔ مرغِ سحر کریں

محفل میں اک نگاہ اگر وہ اِدھر کریں
سو سو اشارے غیر سے پھر رات بھر کریں

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

آزردہ ہوس سے خلق ہوا ہی یہ نامراد
دل پر نگاہ کیا ہے وہ مجھ پر نظر کریں

کچھ ابکی ہم سے بولے تو یہ جی میں ہے کہ پھر
ناصح کو بھی رقیب سے آزردہ تر کریں

وہاں ہے وہ نغمہ جس سے کہ حوروں کے ہوش جائیں
یہاں ہے وہ نالہ جس سے فرشتے حذر کریں

اہلِ زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو بس
کیا فائدہ جو شیفتہ عرضِ ہنر کریں

کب ہاتھ کو خیال جزائے رفو نہیں
کب پارہ پارہ پیرہنِ چارہ جو نہیں

گلگشت باغ کس چمن آرا نے کی کہ آج
موجِ بہار مدعیِ رنگ و بو نہیں

واں بار ہو گیا ہے نزاکت سے ناز بھی
یہاں ضعف سے دماغ و دلِ آرزو نہیں

کس نے سنا و یادِ دلِ حیرت زدہ کا حال
یہ کیا ہوا کہ آئینہ اب روبرو نہیں

تغیرِ رنگ کہتی ہے وصلِ عدو کا حال
یعنی نقاب رخ پہ کبھو ہے کبھو نہیں

گستاخ شکوہ کیا ہوں کہ انداز عرض پہ
کہتے ہیں اختلاط کی یہ خو نہیں

کیا جانے درد زخم کو گو ہو شہیدِ ناز
جو نیم کشتِ خنجرِ رشکِ عدو نہیں

ابرِ سرشک و گلشنِ داغِ دلِ تسیم آہ
سامان عیش سب ہے پہ افسوس تو نہیں

بدخوئیوں سے یار کی کیا خوش ہوں شیفتہ
ہر ایک کو جو وصلہ آزردہ نہیں

کچھ اور بیدلی کے سوا آرزو نہیں
اے دل یقین جان کہ ہم ہیں تو تو نہیں

بے اشک لالہ گوں بھی میں بے آبرو نہیں
آنسو ہیں رنگ کیا ہو کہ دلیل لہو نہیں

پھر بھی کہو گے چھیڑنے کی اپنی خو نہیں
عطرِ سہاگ ملتے ہو وہ جسمیں بو نہیں

یہ کیا کہا کہ بکتے ہو کیوں آپ ہی آپ تم
اے ہنسیں مگر وہ مرے روبرو نہیں

بے طاقتی نے کام سے یہ کھو دیا کہ بس
دل گم ہوا ہی اور سرِ جستجو نہیں

محفل میں لحظہ لحظہ وہ چشمِ ستیزہ خو
لڑتی ہیں کیوں اگر سرِ صلح عدو نہیں

کیا جوشِ انتظار میں ہر سمت دوڑ ہے
بدنامیوں سے ہائے گذر اکیسو نہیں

دی کس نے اشک سرمہ سے تیز مژہ کو آب
شورِ فغاں کو فکرِ خراشِ گلو نہیں

یہ پیچ و تاب میں شبِ غم نے حواسیاں
اے دل خیالِ طرۂ تابیدہ مو نہیں

دستِ جنوں نے جامۂ ہستی قبا کیا
اب ہائے چارہ گر کو خیالِ رفو نہیں

شکرِ ستم بھی راس نہ آیا ہمیں کہ اب
کہتے ہیں وہ کہ لایقِ الطاف تو نہیں

ہرجائی اپنے وحشی کو کس سے کہتے ہو
کیا آپکا نشانِ قدم کو بکو نہیں

نیرنگیوں سے تیری یہ حالت تغیر کی
امید زندگی کی کبھو ہے کبھو نہیں

کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ
اُس کل پہ غش ہیں جسمیں محبت کی بو نہیں

ہم سے آزاد روش ہاتھ میں زر رکھتے ہیں
کیا قیامت ہے کہ اب سر و بمر رکھتے ہیں

شکر میں وصل کی شب کی قسم چرخ سے ہم
فکر آزادیٔ مرغانِ سحر رکھتے ہیں

نہ ندمت کا تحمل نہ ثنا کی خواہش
عیب رکھتے ہیں نہ ہم کچھ نہ ہنر رکھتے ہیں

دل ترا سنگ ہی پر آگ کہاں ہی اسمیں
دل ہمارا ہی کہ شیشہ میں شرر رکھتے ہیں

آہ و زاری کی مصیبت سے بہت سہل چھٹے
بذلہ و ہزل ترے دلمیں اثر رکھتے ہیں

نہ ہمارا کوئی دشمن نہ ہمارا کوئی دوست
وہ نظر اور ہی جو اہل نظر رکھتے ہیں

بیخودی ہمکو ہی اور انکو خود آرائی ہی
نہ ہماری وہ نہ ہم انکی خبر رکھتے ہیں

**شیفتہ** ہم سے ہو جس شخص کو ملنا منظور
صبح اس شہر سے ہم عزم سفر رکھتے ہیں

گرمجوشی ہی مگر فرق شرارت میں نہیں
چھیڑ کس بات میں طعنہ کس اشارت میں نہیں

رات ساقی نے کہا جس کے یہ سب جلوے ہیں
وہ عبارت میں نہیں اور اشارت میں نہیں

ہمکو مقصد سے زیادہ ہی ادب میں کوشش
ورنہ کچھ غیر سوا ہم سے جسارت میں نہیں

رند فارغ بھی ہوئے جام سحرگاہی سے
اور زاہد ابھی آہنگ طہارت میں نہیں

فرحتِ نفس جو وہ ہی تو یہ ہی راحتِ روح
کیا بزرگی میں مزا ہی جو حقارت میں نہیں

اہلِ دانش کے فوائد کی تو کیا بات مگر
غور سے دیکھو تو عاشق بھی خسارت میں نہیں

جامِ مے دے کہ وہاں کام پڑا ہی مجھکو
کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں

قتل و غارت کہ سمجھتے ہو جسے امرِ عظیم
یہ تو داخل بھی وہاں نا زد و شرارت میں نہیں

دل کے بدلے میں طلبگار نہیں کچھ تم سے
شیفتہ زمرۂ اصحاب تجارت میں نہیں

نہ سجدہ ریز ہیں اعدا جو سر جھکاتے ہیں
ترا فریب سے نقشِ قدم مٹاتے ہیں

چراغ وقف محبت نے کر دیا افسوس
کہ مجھکو اپنی پرائے سبھی جلاتے ہیں

جو اُن سے نقشۂ صحبت یہی رہا چندے
تو دیکھ لوگے کہ ہم نقش کیا بٹھاتے ہیں

میں اُس کے لطف کی باتوں کے دھیان میں جب ہوں
کہاں ہی غیش رقفا عطر کیوں سُنگھاتے ہیں

شبِ وصال میں تاکیفیت اُٹھا نہ سکوں
وہ مجھکو ساغرِ مے متصل پلاتے ہیں

تمھاری بات میں کیا آگیا ہی شیفتہ فرق
کہ مدعی بھی کچھ اب مدعا بتاتے ہیں

عذر اک ہاتھ لگا ہی اُنھیں یہاں آنے میں
کیوں کہا میں نے کہ چلیے مرے غمخانے میں

سیر وحشت کو جو اک خلق چلی آتی ہی
شہر آباد ہوا ہی مرے ویرانے میں

ہم بھی محروم سہی غیر تو ہونگے محروم
لطف آجائے کہیں یار کو شرمانے میں

یہ تو سچ ہی کہ بجا محتسب و بادہ کشی
پھر بایں جوش یہ کیوں آتے ہیں میخانے میں

لے لیا پنجۂ گلگوں میں جو اپنے تو نے
ہم نے جانا ہیں جڑے لعل ترے شانے میں

سچ کہا غیر کو گھر میں نہ آنے دیجئے گی
شیفتہ ترک ملاقات کئے دیتے ہیں

فرش ہی محفل کا شاں ہے کاشانے میں
اثر بادہ ہی گویا مرے افسانے میں

ہے ستم کے رشک کا اُنکے گماں میں امتحاں
آرزوئے مرگ تھی روزِ جدائی مر گئے
چھیڑ تو دیکھو کہ بعد از قتل مجھسے یہ کہا
دیکھکر آئینہ دیکھیں ہم ہنسیں گے یا نہیں

غیر کا کرتے ہیں میرے امتحاں میں امتحاں
کر لیا تاب و تواں کا امتحاں میں امتحاں
آپ کا ہرگز نہ تھا اپنے گماں میں امتحاں
اپنے غم کا لیں گے سیر عقبیٰ میں امتحاں

اُن کے کوچے میں تمہیں لیجاؤں کیونکر شیفتہ
کر چکا ہوں تمکو سیرِ گلستاں میں امتحاں

تنگ تھی جا خاطرِ ناشاد میں
کیونکر اُٹھتا ہی خدا رنجِ قفس
وہ جو ہیں تاریخ سے واقف بتائیں
یہاں امیدِ قتل ہی نے خوں کیا
نے تعلق پن بھی آخر قید ہے
غمزۂ شیریں ہی کی دولت سے تھا
کیوں خبر پوچھی ترا بیمار رہائے

آپ کو بھولے ہم اُن کی یاد میں
مر گئے ہم تو کفِ صیاد میں
فرق بادِ آہ و بادِ عاد میں
رہگئی حسرت دلِ جلاد میں
قید پائی خاطرِ آزاد میں
جو اثر تھا تیشۂ فرہاد میں
مر گیا شورِ مبارکباد میں

بے تکلف جی میں جو آئے کرو — کیا دھرا ہے نالۂ و فریاد میں

دھیان تجھکو ہو نہ ہو پر شیفتہ
رات دن رہتا ہی تیری یاد میں

ہی امتزاج مشک مئے لعل فام میں — آتی ہے بوئے غیر ہمارے مشام میں
پہنچے کہاں تصرفِ ساقی سے اہلِ بزم — پہنچے نہیں شراب صراحی سے جام میں
تا فرق آئے بات میں فرمائشیں وہ کیں — تعجیل جن کی ہو نہ سکے انصرام میں
اب کچھ ہمیں غنا سے تعلق نہیں رہا — جوش و تپش کو بار نہیں اس مقام میں
اس لطف سے کہاں ہی نسیم چمن میں بو — جو لطف بھر رہا ہی تمھارے پیام میں
ہی شرط عشق یہ کہ نہ غفلت ہو ایک دم — کیسا ہی دل پھنسا ہو امورِ عظام میں
آئی جو آج کام میں صہبائے تند و تلخ — ساقی نے خوب راز کہے بارِ عام میں
آہو کی بخت آئے جو تیرے کمند میں — بلبل کی قسمت آئی اگر تیرے دام میں

تکلو نہیں جو عجب تعجب ہی شیفتہ
ہی فی زمانہ یہ سرشتِ کرام میں

اثر آہ دلِ زار کی افواہیں ہیں — یعنی مجھپر کرمِ یار کی افواہیں ہیں
شرم اے نالۂ دلِ غائبۂ اغیار میں بھی — جوشِ افغاں عزا بار کی افواہیں ہیں

کب کیا دلمیں مرے پند و نصیحت نے اثر
ناصح بیہدہ گفتار کی افواہیں ہیں

جنس دل کی وہ خریدار ہوئے تھے کس دن
یہ یونہیں کوچہ و بازار کی افواہیں ہیں

قیس و فرہاد کا منہ مجھسے مقابل ہونگے
مردم وادی و کہسار کی افواہیں ہیں

یہ بھی کچھ بات ہی ہیں اور کروں غیر سے بات
تم نہ مانو کہ یہ اغیار کی افواہیں ہیں

کس توقع پہ جئیں شیفتہ مایوس کرم
غیر پر بھی ستم یار کی افواہیں ہیں

خوشرو و بدخو ہیں کیا میں چاہوں
بیگانوں سے کیونکر آشنا ہوں

مت چھیڑ کہ یار سے جدا ہوں
اے مرگ میں آپ مر رہا ہوں

ممکن نہیں بن ملے نبا ہوں
بیگانہ آشنا نما ہوں

لیلےٰ کے سے بگڑ گئی تھی
دیوانہ میں جانکہ بنا ہوں

کہتا ہوں جو غیر سے نہ ملئے
کہتا ہے کہ کیا میں بیوفا ہوں

روشن ہے مری سیاہ بختی
منّت کش سایۂ ہما ہوں

بیگانہ وشی ستم ہے اُن کی
غیروں کو بھی یار جانتا ہوں

اُس غیرتِ گل سے ربط معلوم
ہر چند میں ہمدم صبا ہوں

ہمدم نہ سہی محبّت اُس کو
اس بات پہ کیا اُسے نہ چاہوں

دی غیر کو اُس نے کب عرق چیں
میں شرم سے آب کیوں ہوا ہوں

دیکھا نہیں مجھ کو سُنتے ہیں وہ
کیا پائے رقیب کی صدا ہوں

مکشوف ہوا فروغِ مے سے
ذرّہ میں کس آفتاب کا ہوں

میں شیفتہ ہوں عزیز دلہا
شیریں گفتار خوش نوا ہوں

عہدِ ثبات عہد پہ ہے متصل نہیں
ای شیفتہ نوید وہ پیماں گسل نہیں

الفت چھپا کے اور بھی شرمندہ میں ہوا
اظہارِ عشق غیر سے وہ منفعل نہیں

مت چھیڑ اے رقیب کہ مانندِ زلفِ یار
سرتا بپا شکستہ ہوں پر مضمحل نہیں

دل سختیاں سہے یہ کہاں نازکیٔ تن
دلّی کے سنگدل تو بتانِ چگل نہیں

کیا رویئے کہ تذکرۂ سوزِ رشک سے
وہ گل عرق عرق تو ہے لیکن خجل نہیں

پتھر وہ اور ہی جسے مشکل ہے ٹالنا
فرہاد بے ستون تو سینہ کی سِل نہیں

جو حال پوچھنا ہو تم اُس سے ہی پوچھ لو
مجھکو دماغ قصۂ غم ہائے دل نہیں

بہلائے کوئی جا کے کہاں جی کو ہائے ہائے
صحرائے قیس گھر کے مرے متصل نہیں

لگ جاؤ ابتو آؤ گلے سب چلے گئے
اک شیفتہ رہا ہے سو وہ کچھ مخل نہیں

کن حسرتوں سے مرتے ہیں ہم تمکو غم نہیں
اپنے بھی مرگ مرگ تمنا سے کم نہیں

قاصد کے ساتھ بے ادبی ہوگی لاکلام
جز شکوہ اور کچھ مرے خط میں رقم نہیں

ہر شغل میں اہم ہے نگہبانی نفس
اس سے سوا جہان میں شغلِ اہم نہیں

ہرگز نہ چھپائے چمن زار عشق میں
جو مرغ آتشیں نفس شعلہ دم نہیں

سو بار امتحان وفا کر چکے پر آہ
اب تک بھی دوستی تمھیں دشمن سے کم نہیں

حیرت فروغ آئینۂ دل ہے وصل میں
بے وجہ ہی عتاب کہ آنکھوں میں نم نہیں

افسون پیر دیر کی تاثیر ہائے ہائے
وہم و خیال میں بھی شراب و صنم نہیں

آنکھوں کو نے ہوس کہ رخِ سادہ دیکھئے
سر میں ہوائے طرۂ پر پیچ و خم نہیں

دشمن کہیں گیا نہ ہو آنکھوں سے **شیفتہ**
اس کی گلی میں آج نشانِ قدم نہیں

مجھے عاشق جو دیکھا پیر کنعاں نے جوانی میں
کہا کچھ تو بسر کی ہوگی تم نے شادمانی میں

جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزشِ داغِ نہانی میں
عجب آرام تھا اے شمع ہمکو بے زبانی میں

عدو سے بات کی جب حرف آیا بیدہانی میں
غرورِ حسن کم ہوتا ہے الطافِ زبانی میں

یہ احسانِ اجل ہے شمع و گل جو گور پر لائے
یہ اس کا کام ہے جو داغ رکھے زندگانی میں

کرم ہے مصلحت ظالم کہ شادی مرگ ہو جاؤں
ستم ہے فائدہ جب کام نکلے مہربانی میں

قلق سے نالۂ موزوں نکل آئے تو کہتے ہیں
تمھیں کیا غم گذرتی ہے تمھاری شعر خوانی میں

عدو بھی شاملِ لذت ہیں اس سے کاش ہم ہوتے
مزا آتا نہیں مجھکو تری شیریں زبانی میں

عدو سے کیوں اشارے اور ہم سے کیوں تغافل ہے
سزا ہے یہ ہمیں دعویٰ بہت تھا رمز دانی میں

سبک ہوتے ہو بس اے شیفتہ ایسی ہی باتوں سے
کہ تم سر پانوں پر رکھتے ہو وہ ہے سرگرانی میں

کب نگہ اس کی عشوہ بار نہیں
کب نگاہیں کرشمہ زار نہیں

غیر پر رحم یہ کسے آیا
تم تو مانا ستم شعار نہیں

یہاں فغاں سے لہو ٹپکنا ہے
میں نوا سنج شاخسار نہیں

کلفتِ دل سے ہے جو آلودہ
گوہرِ اشک آبدار نہیں

ہم ہیں ایسے فراخ رو درویش
محفلِ پادشاہ سے عار نہیں

نہ جلا خانۂ عدو تو نہ ہنس
شعلۂ آہ ہے شرار نہیں

باغ بے صرفہ چلکے کیا کیجے
جن سے تھی باغ کی بہار نہیں

بادہ بیہودہ پی کے کیا کیجے
اب وہ ساقی نہیں وہ یار نہیں

اے منجّم عبث یہ نادانی
تو کچھ اندازہ داں کار نہیں

تو روش یاب مہر و ماہ غلط
تو ادا سنج روزگار نہیں

واقف اسرار آسمانی سے
جز حریفانِ بادہ خوار نہیں

چڑھ گئے ہیں کسی کے پھر دم پر
**شیفتہ** آج بیقرار نہیں

کون سے دن تری یاد ای بتِ سفّاک نہیں
کونسی شب ہے کہ خنجر جگرِ چاک نہیں

لطف قاتل میں تامل نہیں پر کیا کیجے
سرِ شوریدہ میرا قابلِ فتراک نہیں

تجھ پر اے دلبرِ عالم جو ہر ایک مرتا ہے
اس لیے مرنے سے میرے کوئی غمناک نہیں

دل ہوا پاک تو پھر کون نظر کرتا ہے
اور دل پاک نہیں ہے تو نظر پاک نہیں

علم اور جہل میں کچھ فرق نہ کیا معنے
ہم بھی بیباک ہیں پر غیر سے بیباک نہیں

قیس کو فضل تقدم ہے وگرنہ یہاں کیا
سرِ شوریدہ نہیں یا جگرِ چاک نہیں

ماسوی اللہ نہ رہے **شیفتہ** ہرگز دل میں
خسروی کاخ سرائے خس و خاشاک نہیں

کون ہے شہر میں جو کام ہوس باب نہیں
کس جگہ زلف کی بو رخ کی تری تاب نہیں

مجھ پر اس جلوے سے جو کچھ کہ گذرتی ہے نہ پوچھ
اسقدر شعلہ کبھی آفتِ سیماب نہیں

برق و باراں کے تلاطم کا کہاں تک مذکور
رخِ پر نور نہیں دیدۂ پر آب نہیں

وضع کا حفظ ہے تو عشرتِ صحبت معلوم
بزمِ اغیار سے کم محفلِ احباب نہیں

اہلِ تحقیق کے نزدیک رُخِ زیبا کو
پردۂ شرم سے بہتر کوئی جل باب نہیں

سیرِ مہتاب کا وہاں عزم ہوا کیا موقوف
شبِ مہتاب میں لطفِ شبِ مہتاب نہیں

فیضِ حق عام ہے اے فسردہ دل زار نہ ہو
دشت کیا جلوہ گہِ لالۂ سیراب نہیں

خواب میں بھی وہ نظر آئے ہمیں غیر کے ساتھ
تلخ عیشوں کو مقرر کہ شکر خواب نہیں

کیا وہ صحرا کہ جہاں شور نہ ہو سہرن کا
کیا وہ دریا کہ جہاں ہیچش گرداب نہیں

پارسا کیا ہوئے تم شیفتہ سادی بھی ہوئے
باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مئے ناب نہیں

نازِ و تمکیں ہے وہاں صبر کی یہاں تاب نہیں
یہی صورت ہے تو کچھ بیٹھنے کے اسباب نہیں

طرفہ نیرنگِ محبت ہیں نظر آتے ہیں
برق آنکھوں سے ٹپکتی ہے پہ خوں ناب نہیں

ہائے وہ شوقِ ملاقاتِ عدو میں جاگے
جس کے آنکھوں کے تصور میں مجھے خواب نہیں

منع کیوں عشقِ مجازی سے ہمیں کرتے ہو
زاہدِ دہر مگر عالمِ اسباب نہیں

جان کی شکل دکھائی ہے بنا کر تجھکو
دل کی تصویر بنائی ہے یہ سیماب نہیں

بحر و بر میں کہیں آرام نہیں خاطر خواہ
بحر میں خار نہیں دشت میں گرداب نہیں

کہیئے اعدا کی بھی کچھ دلشکنی ہے منظور
یہ تو مانا کہ تمھیں خاطرِ احباب نہیں

کلفت آلودہ نظر پڑتی ہے مشتاقوں پر
خندۂ بزم میں بھی صرف مئے ناب نہیں

کل یوم ہوئی شان کی ہی جلوہ گری
اور وجہ شب تار و شب مہتاب نہیں

شکوہ آئین محبت میں ہی ایجاد لطیف
نسخہ اصل میں ہر چند کہ یہ باب نہیں

غمزہ نادر طلب اور عشوہ ہی نایاب پسند
جنس یہاں دل ہی سو نادر نہیں نایاب نہیں

**شیفتہ عشق کی یہ دھوم اور ابتک حضرت**
**دلِ بیتاب نہیں دیدۂ بیخواب نہیں**

جی جاے پر جفا میں ہمارا زیاں نہیں
قدر وفا نہیں ہی اگر امتحاں نہیں

ہم بھی دکھاتے غیر سے اخلاص کا مزا
آفت تو یہ پڑی ہی کہ تم بدگماں نہیں

جو دیکھنا ہو دیکھ لیں اختر شناس جلد
نالے اگر یہی ہیں تو پھر آسماں نہیں

اسرار عشق بھی جو حریفوں نے کہہ دیئے
پھر اب کوئی جہان میں رازِ نہاں نہیں

ہم آئے ہیں جہاں سے وہیں کا خیال ہے
جز شاخ سدرہ ہمکو سر آشیاں نہیں

واں شوق داستاں ہی یہاں داستان شوق
پر کیا کروں کہ دوست کوئی قصہ خواں نہیں

حرف درشت غیر سبک وضع بھی سہی
میں وہ ہوں جس پہ بار امانت گراں نہیں

رنگیں تھی بے گناہوں کے خوں سے سواد شہر
حال آنکہ واں ہنوز سر امتحاں نہیں

حکمت ہی ہوگی برق جو دے ہمکو جا دل
نے مصلحت صلاح و فساد جہاں نہیں

کیوں عار بزم شاہ سے کرتے ہیں اہل فقر
کچھ فرش بوریا سے تو کم پرنیاں نہیں

چلیے چمن کو بزم سحر جلوہ گر ہوا
پروین نہیں نبات نہیں کہکشاں نہیں

کیونکر سنیں وہ شہرت اگر کو بکو نہو
افسوس کم شکیب مرا رازداں نہیں

آئینہ جلوہ گاہ پری ہے نہ دیکھنا
نظارۂ پری کی بشر کو تواں نہیں

ہم نے بھی ہزل و بذلہ گوارا کیا کہ وہاں
فخر فضیلت و شرف دودماں نہیں

مشہور روزگار ہی محسود روزگار
لے التفاتیوں سے ہمارا زیاں نہیں

گرمی فریب غمزۂ جادو اثر یہی
دلداری ایک شہر کی مشکل وہاں نہیں

کچھ ہم پر آپ پر نہیں موقوف شیفتہ
کس کس کے دلپذیر وہ رعنا جواں نہیں

دل کا گلہ فلک کی شکایت یہاں نہیں
وہ مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں

ہم آج تک چھپاتے ہیں یارو سے رازِ عشق
حالانکہ دشمنوں سے یہ قصہ نہاں نہیں

زیبا نہیں ہے دوست سے کرنا معاملہ
کچھ ورنہ ناز جاں کے بدلے گراں نہیں

ہم زمرۂ رقیب میں ملکر وہاں گئے
جب شوق رہنما ہو کوئی پاسباں نہیں

آشفتہ مثل بادہوں بیتاب مثل برق
کیونکر معین چرخ تری شوخیاں نہیں

ہم آپ نثار کریں کائنات کو
پر کیا کریں بساط میں جنس نیم جاں نہیں

سامان وجد فتنۂ محشر کو دے دیا
وہ خاک پر ہماری جو دامن فشاں نہیں

کیوں ہیں ندیم دوست سفارش میں غیر کی
کیا ہمکو اُن سے رسم و رہِ ارمغاں نہیں

اک حال خوش میں بھول گئے کائنات کو
اب ہم وہاں ہیں جسکو خبر و ساقی جہاں نہیں

کس کس پہ رشک کیجیے کس کس کو روئیے
کس دن وہ جلوہ آفتِ صد خانماں نہیں

کیوں یہ ہجوم شور و شغب ہی نشور میں
ایسا تو شیفتہ ہمیں خوابِ گراں نہیں

آرام سے ہی کون جہانِ خراب میں
گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

سب اُسمیں محو اور وہ سب سے علاحدہ
آئینہ میں ہی آب نہ آئینہ آب میں

معنی کی فکر چاہیے صورت سے کیا حصول
کیا فائدہ ہی موج اگر ہی سراب میں

نے بادِ نوبہار ہی اب نے شمیم گل
ہمکو بہت ثبات رہا اضطراب میں

حیرت ہی کیا نقاب ہیں گر رنگ رنگ کی
نیرنگ جلوہ سے ہی تنوع نقاب میں

فرصت کہاں کہ اور بھی کچھ کام کیجیے
بازی میں جمعہ صرف ہی شبنہ شراب میں

ذات و صفات میں بھی یہی ربط سمجھیے
جو آفتاب روشنی آفتاب میں

قطع نظر جو نقش و نگارِ جہاں سے ہو
دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں

طوبیٰ لہم جو کشتۂ عشقِ عفیف ہیں
مرنے کے بعد ہی کہیں شاید پتا لگے

کھویا ہی ہم نے آپ کو عہدِ شباب میں

## پھر ہی ہوائے مطربِ دل ہمکو شیفتہ
## مدت گذر گئی درع و اجتناب میں

شوخی نے تیرے لطف نہ رکھا حجاب میں
جلوے نے تیرے آگ لگائی نقاب میں

آ نغمہ گر ہو چرخ میں لا آسمان کو
آ رقص کر زمین کو ڈال اضطراب میں

سو مہر کا فروغ ہی وہاں جلوہ گاہ میں
سو باغ کی شمیم ہی وہاں رختِ خواب میں

وہ قطرہ ہوں کہ موجۂ دریا میں گم ہوا
وہ سایہ ہوں کہ محو ہوا آفتاب میں

سالک کی یہ مراد کہ مجھ سا ہو نفس بھی
رہزن کو یہ خیال کہ رہرو ہو خواب میں

اُس صوتِ جاں نواز کا ثانی بنا نہیں
کیا ڈھونڈھتے ہو ربط و عود و رباب میں

اے وائے روزِ حشر اگر ہم سے ہو سوال
جو کچھ کیا ہی ہم نے شبِ ماہتاب میں

آتا ہی کون کون کہ آتے ہیں اب نظر
دربانِ انفعال میں حاجب حجاب میں

شرمِ گنہ نہ بیمِ عقوبت یہ رنج ہے
ہی ہی اُٹھائی اُس نے اذیت عتاب میں

پوچھی تھی ہم نے وجہ ملاقات مدعی
اک عمر ہو گئی اُنھیں فکرِ جواب میں

## لڑتی نہ جائے آنکھ جو ساقی سے شیفتہ
## ہمکو تو خاک لطف نہ آئے شراب میں

نہ چار میں خموش وہ ناحق عتاب میں
طاقت تھی جتنی صرف ہوئی اضطراب میں

بوسے کے قول تو گنتی بھی چھوڑ دو
ایسا نہ ہو کہیں بڑے جھگڑا حساب میں

بیباک کسقدر ہے کہ ڈوبا ہوا ہی سب
دامن لہو میں اور گریباں شراب میں

شاید کہ پڑ گئی ہے کسی شیخ کی نظر
ہم نے دھڑک جو کرتے ہیں توبہ شباب میں

آخر جہان میں شبِ تاریک بھی تو ہے
اچھا نہ آئیں آپ شبِ ماہتاب میں

ای آفتِ زمانہ ترے دور میں شکیب
بلبل کو باغ میں ہی نہ ماہی کو آب میں

ہوتا ہی اژدہام تمنّا اُسی قدر
ہوتی ہی جتنی دیر کشادِ نقاب میں

جور و ستم عیاں ہی وفا و کرم نہاں
لڑتے ہیں جاگتے میں مناتے ہیں خواب میں

بیباک شیوہ شوخ طبیعت زباں دراز
ملزم ہوا ہی پر نہیں عاجز جواب میں

اُس نے دمِ وداع کئے عہدِ التفات
افسوس میں نے کچھ نہ سُنا اضطراب میں

تکلیف شیفتہ ہوئی تمکو مگر حضور
اس وقت اتفاق سے وہ ہیں عتاب میں

گر کچھ خلل نہ آئے تمھارے فراغ میں
حسرت کا ہی ہجوم دلِ داغ داغ میں

مشاطہ باغباں کی طرح بیقرار ہے
میں اُن کے پاس کیا ہوں کہ گلچیں ہے باغ میں

پہلے نہ تھا جہاں میں دلِ داغدار کیا
مشہور اسقدر جو ہوا لالہ داغ میں

جورِ ادیب و شوق حبیب و غمِ نشور
اپنا کوئی زمانہ نہ گذرا فراغ میں

صبائے لالہ فام کہاں اور ہم کہاں
خونابۂ جگر ہی ہمارے ایاغ میں

معلوم ہی کہ ایلچیوں کو زیاں نہیں
قاصد نہ پھر سکا یوں ہرگز بلاغ میں

فانوس شیشہ و لگن زر سے کیا حصول
وہ ہی وہاں جہاں نہیں روغن چراغ میں

نہ طاقت شکیب نہ اندازۂ ستیز
بیجا ہی اہتمام تلاش سراغ میں

اُس نو بہار حسن کو بدنام مت کرو
ہے شیفتہ کے پہلے ہی شورش دماغ میں

پائی ہی بوئے دوست عنادل نے باغ میں
پروانوں پر ہوئی ہی تجلّی چراغ میں

اُس کا پتہ ملے تو ہمارا پتہ ملے
کھویا ہی ہم نے آپ کو جس کے سراغ میں

مشکوئے ستہ ہوا سے ہی پر عیش و یاں کہاں
عشرت فقط نصیب ہی کنج فراغ میں

عارف نہیں وہ حفظ مراتب جسے نہو
جو جلوہ باغ میں ہی کہاں ہی وہ راغ میں

ہر چند ایک نور سے روشن ہی بزم دہر
جو نور مہر میں ہی کہاں وہ چراغ میں

ایک قطرہ جس کا مست کرے کائنات کو
اے بے خبر وہ مے ہی ہمارے ایاغ میں

بلبل نے گل کبھی نہیں دیکھا جو دیکھ لے
زنہار پھر نہ فرق کرے دشت و باغ میں

سو بار اُن لگاؤ پڑھو حسن دوست پر
سامان صد بہار ہی ایک ایک داغ میں

پیری میں سیر باغ کی تقریب شیفتہ

معشوقہ ساتھ ہی نہ خلل ہی دماغ میں

عید ہی اور ہمکو عید نہیں
اگر آجایئے بعید نہیں

لاش تیری رسید تھی خط کی
خط کی یہ نامہ بر رسید نہیں

قیس کو جو کہے خفیف العقل
رائے اُس شخص کی سدید نہیں

گریہی ہی ہجوم ابرِ سیاہ
گر کوئی مے پیئے بعید نہیں

ہم اگرچہ ہیں اندنوں مقبول
لیکن اغیار بھی طرید نہیں

آج بھی منع بادہ اے زاہد
تیرے نزدیک عید عید نہیں

ذکر میرا سنو نہ مجنوں کا
لطف بے قصۂ جدید نہیں

دور میں اُسکے چشم و ترکاں کی
کس جگہ تربتِ شہید نہیں

نیند آئی رقیب آتا ہے
رخصت اتنی تو ہم بلید نہیں

**شیفتہ** اور بھی ہیں نغمہ سرا
پر یہ آہنگ یہ نشید نہیں

ہی گونہ گونہ شک ابھی عفو گناہ میں
جو ہی زبان پر وہ نہیں ہی نگاہ میں

تمکین اضطراب ہی بیداد التفات
کیا شوخیٔ اثر ہی سراسیمہ آہ میں

ہر خار و خس ہی وجد میں ہر سنگ و خشت مست
کیا میکشوں نے آکے کہا خانقاہ میں

دشمن سے بھی زیادہ ہی گو دوست کیوں نہو
ملجائے جو کوئی ترے کوچہ کی راہ میں

سرگشتہ لنکے پھرنے سے ارباب درد ہیں
کیا فرق چرخ اخضر و چشم سیاہ میں

صیاد دلفریب کا اللہ رے لطف عام
بے زخم ایک صید نہیں صید گاہ میں

ہی مجھ میں اور غیر میں نسبت وہی جو ہی
اندیشہ درست و خیال تباہ میں

دن رات جلوے دیکھتے ہیں مہر و ماہ کے
یہ روشنی نہ مہر میں دیکھی نہ ماہ میں

یہاں بے زوال نعمت کمیاب عشق ہی
دعوی ہی بوالہوس کو اگر مال و جاہ میں

ہی جلوہ گر کرشمہ کہ انصاف پیشگی
ہلدی لگی ہوئی ہے سر داد خواہ میں

تجھکو نظر نہ آئے تو اپنا علاج کر
ہی مرغزار جلوہ نما برگ کاہ میں

دھوکا مجھے کو صرف نہیں میل یار کا
دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتباہ میں

ہر شیوہ اُس کا اپنی جگہ میں تمام ہی
اعجاز بات میں ہی تو جادو نگاہ میں

افسردہ خاطری وہ بلا ہی کہ **شیفتہ**
طاعت میں کچھ مزا ہی نہ لذت گناہ میں

ہم سے جو ہو غبار تو دشمن سے صاف ہو
تقصیر ہو کسی سے کسیکی معاف ہو

ہر گز تو بے بلوے سے نہ چھوڑیں گے کام دل
سو بار اس میں غیر سے گو لام و کاف ہو

دل دیں گے مال دینگے مگر جان سو بخیر
بیہودہ ہی وہ شخص جو سرگرم لاف ہو

کافی ہی خوش گذرنے کو دنیا میں اسقدر
معشوق خوش مزاج ہو وجہ کفاف ہو

موصوف ہو ضرور جفا و عتاب کا
حسن و جمال میں جو کوئی یہاں مضاف ہو

ہی رشک بار عام غضب کیا عجب اگر
کنج خمول میں ہوس اعتکاف ہو

گر عفو ہو قصور تو اک عرض ہی ہمیں
یہ عرض ہی قصور ہمارا معاف ہو

غالب ہی کچھ تو فرق پڑے وہاں کی سیر سے
وحشت میں گر گذار میرا سوئے قاف ہو

رفتار چرخ ہی اسے شیوہ پہ دور کیا
گر آپ کی روش بھی ہمارے خلاف ہو

ہاں تو شگاف در سے لڑا آنکھ غیر سے
تیری بلا سے دل میں کسی کے شگاف ہو

جو قیس کی روش تھی وہی اپنی راہ ہی
دونوں سلیم فکر میں کیوں اختلاف ہو

وہ طرز فکر ہمکو خوش آتی ہی شیفتہ
معنی شگفتہ لفظ خوش انداز صاف ہو

فروغ مہر نہ ہو رخ پہ گر نقاب نہو
نقاب اٹھا کہ یہ لمعان آفتاب نہو

بھرے ہیں رنگ تکلف سے اہل میخانہ
شراب بس ہی نہیں ہی اگر کباب نہو

کہیں نہ جائے بت مہروش یہ ممکن ہے
خلل پڑے متحرک جو آفتاب نہو

ہی دلکو شکر وفائی عدو سے نبتابی
کروں میں کچھ گلہ لطف گر عتاب نہو

حجاب منظر مقصود ہی طلسم خودی
جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح باب نہو

عزیز ہی بتِ میکش کو چشمِ تر یعنی
نہو سحاب تو کیفیتِ شراب نہو

بہت ہی دھوم مچاتے ہیں میکدہ میں رند
مجھے یہ ڈر ہی کہیں مدرسہ خراب نہو

وہ ماہتابی پہ بیٹھے ہیں اور ہی شبِ ماہ
خلاف شان ہی رُخ پر اگر نقاب نہو

غضب ہی قہر ہی دیکھے وہ چشم یہ جلوہ
جسے کہ مہر کی بھی دیکھنے کی تاب نہو

وہ روئے نالۂ موزوں شیفتہ سُنکر
یہ وہ غزل ہی کہ جس کا کبھی جواب نہو

غیر سے حرفِ تمنائے جفا کہتے ہو
کس سے کہتے ہو تمھیں خیر ہے کیا کہتے ہو

زندگی خاک ہو جب فہم میں اتنا ہو خلاف
ہم اجل کہتے ہیں تم جسکو حیا کہتے ہو

کہتے ہیں لاف وفا موسیے پہلے کیسی
ہم نہیں جانتے تم کسکو وفا کہتے ہو

گلۂ جور پہ کہتے ہیں زہے نا فہمی
ناز ہم کرتے ہیں تم اُسکو جفا کہتے ہو

شیفتہ شکوۂ دشمن سے بس آگے نہ بڑھو
دیکھو وہ دوست ہی تم کسکو بُرا کہتے ہو

تو سنِ ناز اُٹھاتے کیوں ہو
خاک میں شہر ملاتے کیوں ہو

ناصحو یوں بھی تو مر جاتے ہیں
عشق سے مجھکو ڈراتے کیوں ہو

تاب نظارہ نہیں پہلے ہی یہاں
تم مجھے آنکھ دکھاتے کیوں ہو

میرے نزدیک ہو لیلےٰ سے سوا
قصۂ قیس سناتے کیوں ہو

حاصل اس سلسلہ جنبانی سے
پائے خوابیدہ جگاتے کیوں ہو

عرضِ غم حوصلۂ غیر کہاں
مجھسے تم بات بناتے کیوں ہو

آتشِ عشق کہیں بجھتی ہے
**شیفتہ** اشک بہاتے کیوں ہو

ربط وہاں ہاتھ کو جب غیر کے داماں سے ہو
کیوں نہ یہاں ہاتھ کو پھر ربط گریباں سے ہو

جلوۂ دوست اگر دیکھے تو میرا ذمہ
پھر پریزاد کو وحشت اگر انساں سے ہو

جو خوشی خط سے تمھارے ہوئی اس سر کی قسم
وہ شہ ہند و شہ روم کے فرماں سے ہو

حسن کیا رکن امارت ہی کہ ممکن ہی نہیں
ربط اُن سے نہ کرے کوئی جو ارکاں سے ہو

میں نہیں جانتا آپ آئیں وہ یا خط بھیجیں
پر مرے دل کو تسلی کسی عنواں سے ہو

ہر ورق میں ہی عیاں جلوۂ نیرنگِ بہار
کیوں نہ دیوانوں کو خورشِ مرے دیواں سے ہو

چھیڑ دیکھو کہ کہا دونوں کو ذلّت ہو نصیب
پر تجھے غیر سے ہو غیر کو درباں سے ہو

کس نے تاراج کیا ملکِ دل و دیں کہئے
آج تم **شیفتہ** کچھ لے سر و ساماں سے ہو

اضطرابِ جرس ہے کیوں دل کو
کہیں جنبش ہوئی ہے محمل کو

بوسہ لب نہ مانگنا دشمن
مُنہ لگاتا ہے کون سائل کو

کل کو ہے اُس کے کان سے تشبیہ
کیا سُنے نالۂ عنادل کو

غمزہ تیرے چشم کافر کا
سمجھے اعجاز سحرِ بابل کو

تجھ سے اے رشکِ خور جو دوں تشبیہ
نہو نقصان ماہِ کامل کو

اب وہ نوخط ہے ملتفت دیکھا
نقشِ تسخیر خطِ باطل کو

ہائے وہ شیفتہ کی بیتابی
تھام لینا وہ تیری محمل کو

اے فلک یوں کامیاب عیش کر پرویز کو
خواب شیریں بھی نہو فرہاد شور انگیز کو

سعی وصلِ نازنیں ہی فکر کی شبدیز کو
شوخیاں ابرو سے لینی چاہئے مہمیز کو

دیکھکر چشم غضب کو اُس کے میں نے رو دیا
چاہیے پانی ملا لینا شراب تیز کو

سانپ کے سونگھے ہوئے سے نے خبر تم ہو مجھے
سونگھ لینے دو شمیم زلف عنبر بیز کو

کب ہوئیں گستاخیاں آداب دانِ عشق سے
دیجئے تعزیر اپنی تمکین ہوس انگیز کو

نالۂ موزوں کی بے پروا خرامی دیکھنا
کر دیا غلطیت شیر غوغائے رستاخیز کو

کیوں نہ شادی مرگ ہو ناکام مجھسا دیکھکر
زخم کے مُنہ میں زبان خنجر خونریز کو

خطِ آزادی تھا نامہ غیر کا اے جوشِ رشک
پھاڑ ڈالا آپ ہم نے کیوں دست آویز کو

اہلِ محفل کی پسندِ طبع یہ انداز ہی
شیفتہ کسکو سُناتے شعر درد آمیز کو

کچھ تو شیریں کام کر تلخیِ کشِ بیداد کو
دے کفن تو عشق شیریں باف کا فرہاد کو

آہ و زاری نارسا شوقِ اسیری بے اثر
کون لائے آشیانے تک مرے صیّاد کو

تلخ کامِ عشق شیریں بھی ہوئی پایانِ کار
یہ نوید شور افزا بھیجے فرہاد کو

کہتے ہیں زیرِ زمیں لیلیٰ و مجنوں مل گئے
ہمکو بھی لازم ہی جانا وہاں مبارکباد کو

اک دمِ شمشیر سے آزار سب جاتے رہے
ہم مسیحا جانتے ہیں شیفتہ جلاّد کو

ایدل جو ہو سو ہونے دے گرمِ فغاں نہو
یہ جورِ یار ہے ستمِ آسماں نہو

دلبستگی جو ایسی ہی قاصد سے کیا عجب
گر حلق زخم خوردہ سے بھی خوں رواں نہو

مہر و وفا جو ماہ وشوں سے بعید ہے
راضی ہیں ہم اسمیں کہ نامہرباں نہو

کیا کیا بیان کرتے ہیں نادر نکات ہم
لیکن جب انجمن میں کوئی نکتہ داں نہو

صدق و صفا و مہر و وفا وہاں ڈھونڈھنا
جس شہر و دیہ میں کہ سرائے مغاں نہو

آتی ہی فصلِ گل میں جو سمت سے ہوائے گرم
صیّاد نے جلایا کہیں آشیاں نہو

کیا ہو دعائے مرگ میں اُس شخص کو جواب
جو نیم کشتِ خنجرِ دردِ نہاں نہو

صوتِ حزیں سے کچھ ہو نہ شکلِ جمیل سے
گر صاحبِ معاملہ آزردہ جاں نہو

ایما ہی سب کو چشمِ سخنگو سے شیفتہ
پھر میرے قتل پر کوئی کیا ہمزباں نہو

ہی بد بلا کسیکو غمِ جاوداں نہو
یا ہم نہوں جہاں میں خدایا جہاں نہو

آئینِ اہلِ عشق کہاں اور ہم کہاں
ای آہ شعلہ بار نہو خوں چکاں نہو

فعلِ حکیم عین صلاح و صواب ہی
ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہو

تدبیرِ ترک دشمنِ جاں کی ہی رات دن
کس طرح پھر مجھے گلۂ دوستاں نہو

کیا وہ متاع جسکی نہو کوئی گھات میں
ڈرتا ہوں میں جو دزدِ دپس کارواں نہو

جب تک فروغِ مے سے نہو سینہ نورزار
ہرگز حریفِ میکدہ اسرار داں نہو

لازم ہی یار بھی تو ہو بیتاب ورنہ کیا
وہ عشق ہی کہ رنج یہاں ہو وہاں نہو

ناحق وہ جی جلاتے ہیں سودائے عشق پر
جن کو یہ سوچ ہی کہ کچھ اسمیں زیاں نہو

ہم بوئے دوست تجھکو سنگھائیں گے شیفتہ
محوِ شمیمِ طرۂ عنبر فشاں نہو

تہمت لگا کر انکو کوئی کیا خجل نہو
وسواس ہمکو جب ہو جو آئینہ دل نہو

تقوے میں ہم شریک ہیں رندی میں ہم شریک
صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہو

زنجیرِ آدھی رات کو کھٹکائے اور کون
ای جذبِ اشتیاق وہ پیماں گسل نہو

تنہا ملا ہے یار زمانِ دراز میں
ای فرطِ جوشِ شوق بس اب تو مخل نہو

افسردگی کے اپنے جو گرمِ بیاں ہوں ہم
آتش کبھی جہان میں پھر مشتعل نہو

دشمن کے افتراسے رہائی محال ہے
گھر بار کا جو گھر کے مرے متصل نہو

پھر دلدہی میں گرم ہی دلدار شیفتہ
ڈرتا ہوں میں کہ پھر کہیں خوانِ دل نہو

اتنی جمیل سے تو کبھی اُنس و خو نہو
ڈرتا ہوں آفتاب سے اب میں کہ تو نہو

ہی گل کا رنگ تجھ سے مشابہ نہ دیکھیے
بچیے صبا سے بھی کہ کہیں تیری بو نہو

سب آرزوئیں تجھ سے فلک نے نکالدیں
یہ آرزو ہی اب کہ تری آرزو نہو

جانا کہیں ہو جاتے تھے یا تیرے گھر کی راہ
یا اب یہ ڈر ہی راہ میں تو روبرو نہو

یا غیر سے بھی خوش تھے کہ تیرا تو دوست ہی
یا اب خفا ہوں اُس سے جو تیرا عدو نہو

جب تک کہ تم رقیب سے ملنا نہ چھوڑ دو
ملجائے تم سے شیفتہ ایسا کبھو نہو

کچھ ربط و تاب دل کا جبیں پر اثر نہو
اتنا تو حوصلہ ہو اگر بیشتر نہو

سامانِ عیش جمع مگر ہم کو اجتناب
کیا کیجئے جو حکم قضا و قدر نہو

اُن کو وہ لاف مہر و وفا ہو کہ کیا کہوں
ہمکو گر اہتمام تلاشِ خبر نہو

ناصح جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا
جو بات عیب کی ہی وہ ہرگز ہنر نہو

ہم وہ نہیں کہ اُس کو بھی رکھیں حساب میں
جس آہ کا کہ چرخ نہم تک گذر نہو

کیا تاب ہی کہ تابِ نگاہِ مژگاں ہو جلوہ گر
جس قطرۂ سرشک میں لختِ جگر نہو

امیدوارِ جلوۂ معنیٔ غلط نہیں
جو نکتہ فہم محوِ نقوش و صُور نہو

ہر چند مجھ سے نے سبب آزردہ ہی مگر
ڈرتا ہوں میں منانے سے آزردہ تر نہو

ہیں آنے والے شیفتہ کچھ دوست اور بھی
مطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گر نہو

جب تک وہ مہر جلوہ یہاں جلوہ گر نہو
لاکھ آفتاب سے شبِ ہجراں سحر نہو

کیا مانگتے ہو جان بہت لوگ دے چکے
وہ بات ہم سے کہیئے کہ حدِ بشر نہو

کسکو کیا پسند نہ کیونکر کروں پسند
مجھکو نظر نہو جو غرورِ نظر نہو

یہ شوق ہر زہ تاز بہت منفعل کرے
دربان دوست دوست ہمارا اگر نہو

میخانے میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر
وہ شام جسمیں پرتوِ فیضِ سحر نہو

آئینِ ناز کینۂ و رسمِ ادا ستم
معشوقہ نے ہنر ہے جو بیداد گر نہو

یاروں کو رنج ہو یہ گوارا نہیں مجھے
ایسی جگہ مروں کہ کسیکو خبر نہو

اُن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بیقرار
وہاں کچھ نہو تو جوش یہاں اسقدر نہو

وہ نالہ چاہتے ہیں کہ برہم کرے جہاں
لیکن یہ شرط ہی کہ ہمیں کچھ اثر نہو

اُڑتی سی شیفتہ کی خبر کچھ سُنی ہی آج
لیکن خدا کرے یہ خبر معتبر نہو

نفس سرکش کی کسی ڈھب سے رعونت کم ہو
چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبّت کم ہو

کیا عجب دور ہو آتش سے حرارت لیکن
ہی عجب اُنکی اگر دل سے شرارت کم ہو

منع کی حرص پر انسان ہوا ہی مجبول
ناصحو دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو

جان پُر شغلہ فارغ ہو جو تم کو دیکھے
دل بے وسوسہ کو تم سے فراغت کم ہو

شمع رویوں سے بڑھا ربط بڑی ظلمت دل
ورنہ جتنا کہ سوا نور ہو ظلمت کم ہو

اثر عشق کی افسانے جو سُن رکھے ہیں
حکم عشاق کو ہی یہ کہ محبت کم ہو

ہم نے دیکھا ہی وہ صیقل کدہ اللہ اللہ
کہ جہاں آئینہ دل سے کدورت کم ہو

نغمہ پُر درد ہی شورش سے افاقت معلوم
بادہ پُر زور ہی کیا نشہ کی شدّت کم ہو

شیفتہ کیسی ہی معنی ہوں مگر نامقبول
اگر اسلوب عبارت میں متانت کم ہو

اُٹھ صبح ہوئی مرغ چمن نغمہ سرا دیکھ
نور سحر و حُسن کل و لطف ہوا دیکھ

دو چار فرشتوں پہ بلا آئے گی ناحق
ای غیرتِ ناہید نہو نغمہ سرا دیکھ

منت سے مناتی ہیں مجھے میں نہیں منتا
اوضاع ملک دیکھ اور اطوار گدا دیکھ

گر بوالہوسی یوں تجھے باور نہیں آتی
ایک مرتبہ اغیار کے قابو میں تو آ دیکھ

عاشق بھی سہی پر کوئی فرہاد سا ہوگا
کاشانۂ دشمن میں نہو جلوہ نما دیکھ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایک دم کے نہ ملنے پہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے
اے شیفتہ یاوسی امید فزا دیکھ

کہوں میں کیا کہ کیا دردِ نہاں ہی
تمھارے پوچھنے ہی سے عیاں ہی

شکایت کی بھی اطاقت کہاں ہی
نگاہِ حسرتِ آہِ ناتواں ہے

نشانِ پائے غیر اُس آستاں پر
نہیں ہی میرے مرقد کا نشاں ہی

اجل نے کی ہی کس دم مہربانی
کہ جب پہلو میں وہ نامہرباں ہے

تجھے بھی مل گیا ہے کوئی تجھ سا
اب آئینہ سے وہ صحبت کہاں ہی

یہ کس گلرو کا عالم یاد آیا
دمِ سرد اک نسیمِ بوستاں ہی

ہوئی بیتابیٔ بلبل مؤثر
کہ گھبرایا ہوا کچھ باغباں ہی

سحر اُن کو ارادہ ہے سفر کا
قیامت آنے میں شب درمیاں ہی

کوئی یہاں لاؤ اُس عیسےٰ نفس کو
کہ مرتا شیفتہ نام اک جواں ہی

یاد آئے گی جو عطر فشاں اُسکی کو مجھے
لیجائے گی بہشت میں گلشن کی بو مجھے

اے چرخ تیری دور میں انصاف ہی یہی
وصلِ صنم عدو کو ہو رشکِ عدو مجھے

رحم اے ہجومِ شوق کہ سنبل سے باغ میں
یاد آئیگا وہ طرۂ تا بیدہ مو مجھے

دشمن کٹے جو شکر کے سجدے سے وقتِ قتل
شاید کہ آبِ تیغ سے ہوگا وضو مجھے

تا صبحِ حشر بخت مرے جاگتے رہیں
اک بار صبح آکے جگائے جو تو مجھے

تشبیہ تیری زلف سے دی ہو نہ غیر نے
سنبل سے عطر فتنہ کی آتی ہی بو مجھے

تابِ وصال اُس سمن اندام کو کہاں
بس بس نہ چھیڑ اے خلشِ آرزو مجھے

جاتا ہوں کوئے غیر میں صحرا کے بدلے میں
دیوانگی میں بھی ہی تری جستجو مجھے

وہ مانعِ تپش ہی تمہیں شوق اضطراب
بھاتی نہیں ہی شیفتہ ایسی بھی خو مجھے

اگلی رشک اُنکو یاد آنے لگی
ہم جو غیروں کے گھر میں جانے لگے

کچھ بناوٹ سے تو نہیں یہ غش
تم مجھے عطر کیوں سُنگھانے لگے

میرے داغوں کا ذکر کرتے ہیں
بارے غیروں کو بھی جلانے لگے

تلخ کامی کی گر کہیں لذت
چرخ غالب کہ زہر کھانے لگے

میرے رونے میں تو نہیں تاثیر
غیر پھر اشک کیوں بہانے لگے

غیر سے کب ہوا ہی ترک کلام
باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے

ہم جو تحریک نا توانی سے ق
قصّہ ہائے ستم سُنانے لگے

ہنسکے کہنے لگے کہ ہاں سچ ہے ق
تم مرے ناز کیوں اُٹھانے لگے

وہ غزل ہم نے شیفتہ لکھی
جس کو زہرہ بھی سُن کے گانے لگے

اور اُلفت بڑھ گئی اب اُس ستم ایجاد سے
اک نئی لذت جو پائی دل نے ہر بیداد سے

غیر کو اندوہ فرقت اب مبارک ہو کہ یہاں
دھیان جاتا ہی نہیں اُسکا دلِ ناشاد سے

عشق میں یہ مرحلہ بھی پیش آتا ہی ضرور
کسکو امید اثر ہی نالہ و فریاد سے

مجھ سے کیا کیا شاد ہوگی روح قیس و کوہکن
پھر نظر آتے ہیں کوہ و دشت کچھ آباد سے

ہیں وہ قابو میں عدو کے بس یہی تدبیر ہے
جائیں اُسکے پاس نالاں یار کے بیداد سے

رشک آزادی پہ ہی ایسے اسیروں کی مجھے
چھُٹ گئی جو جان دیکر پنجۂ صیّاد سے

ڈوب مرنے کی جگہ ہی غسل صحت ہجر میں
رو دیتا ہوں احبّا کی مبارکباد سے

وہ قتیل تیشہ ہی میں کشتۂ ابرو ہے یار
یار بیجا مجکو نسبت دیتے ہیں فرہاد سے

چھیڑتے کیوں ہو مجھے جانے دو ہاں تو نکوبس
تم بھلا جاتے رہو گے شیفتہ کی یاد سے

پھر محرک ستم شعاری ہے
پھر اُنھیں جستجو ہماری ہے

پھر وہی داغ و دل سے صحبت گرم
پھر وہی چشم و شعلہ باری ہے

پھر وہی جوشِ نالہ و فریاد
پھر وہی شور آہ و زاری ہے

پھر خیالِ نگاہ کافر ہے
پھر تمنّائے زخم کاری ہے

پھر وہاں طرز دلنوازی ہے
پھر یہاں رسم جاں نثاری ہے

پھر وہی بیقراریٔ تسکیں
وہی تسکینِ بیقراری ہے

پھر جفا وہاں وفا ہوئی پھر یہاں
نا امیدی امیدواری ہے

جس کے جور و ستم بھی یاد نہ تھے
پھر ہمیں اُسکی یادگاری ہے

پھر ہمیں کام کچھ نہیں تم سے
پھر وہی وضع گر تمھاری ہے

شیفتہ پھر ہی ننگ عزت سے
پھر وہی ہم ہیں اور خواری ہے

وہاں پہنچنے کی منت دمِ صبا پر ہے
کہ شوق سے مرے خط کے لیے ہوا پر ہے

عدو کو آگے مرے مسکرا کے ذبح نہ کر
کہ میری مرگ بھی موقوف اسی ادا پر ہے

مرض ہو جس کے سبب سے غضب ہے وہ یہ کہے
جیئے جیئے نہ جیئے زور کیا قضا پر ہے

رقیب کہتے ہیں اس جور پر نباہتے ہو
قیامت آئی کہ تشنیع اب وفا پر ہے

خفا ہوے ہیں عدو اپنی ہی بری خو سے
تجھے گمان بدای بدگماں حیا پر ہے

خیال تھے اثر جذب دل سے کیا کیا آج
ہزار خون ہوس گردن حنا پر ہے

رقیب سے ہی جفای حبیب کا شکوہ
تو آپ شیفتہ اے شیفتہ جفا پر ہے

فصل گل ہے میکدہ کا ساز و ساماں چاہیے
توبۂ زلیدہ زیب طاق نسیاں چاہیے

محو لیلیٰ ہے یہ مجنوں چارہ سازوں سے کہو
اس کے رہنے کے لیے یوسف کا زنداں چاہیے

کشمکش ان جیب سے دست جنوں بیفائدہ
غیر کا زور آزمائی کو گریباں چاہیے

نرگستاں چاہیے نے چاہیے سنبل کدہ
چشم فتاں چاہیے زلف پریشاں چاہیے

جاے سبزہ سبزۂ خط قد موزوں جاے سرو
یہ گلستاں ہو تو ہاں سیر گلستاں چاہیے

شاہد ان دلربا اتنی نہیں دشوار جو
صرف انکو مال و جان ناموس و ایماں چاہیے

مژگاں اپنی بیاض چشم آہو پر لکھو
جیسے دیوانے ہیں ہم ایسا ہی دیواں چاہیے

نغمہ ہاے گلفشاں کو سمجھیں کیا زاغ و زغن
داد دینے کو مری مرغ خوش الحاں چاہیے

گرد کلفت خاک صحرا دشنۂ غم نوک خار
تیرے وحشی کے لیے ایسا بیاباں چاہیے

بزم دنیا میں ہی دو شخص کو کب عیش نصیب
سو تجھی کو رہے مجھکو تو یہ غم بھی بس ہی

دسترس بوسۂ پا کی جو نہیں ہی نہ سہی
اپنے سجدے کے لیے نقشِ قدم بھی بس ہی

سجدہ دوست ہو اعشق کا حصہ یعنی
اور لوگوں کے لیے دیر و حرم بھی بس ہی

غیر پہ چاہیے ای چرخ بجھے کر ناجور
مجھ سے ناکام کو تو بخت دژم بھی بس ہی

دولتِ وصل سے کیا کام ہوسناکوں کو
نازِ خسرو کے لیے خیل و حشم بھی بس ہی

کی تمنّائے کرم میں نے تو فرماتے ہیں
**شیفتہ** تیرے لیے جور و ستم بھی بس ہی

سجدے کے کسی در پہ تمنّا نہیں رکھتے
گردن پہ سرِ ناصیہ فرسا نہیں رکھتے

اس کوچے میں ای نکہتِ گل جلوہ عبث ہی
ہم کچھ ہوسِ سیر و تماشا نہیں رکھتے

ہر چند کہ ہی آپ سے ملنے کی تمنّا
پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے

دشوار نہیں رفع حجاب آپ سے لیکن
مطبوع ہم انداز زلیخا نہیں رکھتے

یوں چارہ گری غیر کی ہوتی ہی کہ گویا
ہم جانِ حزیں و دلِ شیدا تہیں رکھتے

مطلب ہے معشوق سے ناصح کو نہیں اور
ہم دیدۂ بینا دلِ دانا نہیں رکھتے

کس لطف سے وہ لطف سے فارغ ہیں کہ عشاق
تابِ نگہِ حوصلہ فرسا نہیں رکھتے

دشمن سے ملاقات کی ٹھہری ہی کہ بے وجہ
وہ سر پہ پرندِ گہر آما نہیں رکھتے

اے شیفتہ ہم جب سے کہ آئے ہیں حرم سے
شوقِ صنم و خواہشِ صہبا نہیں رکھتے

خندہ زن ہیں دوست میرے دیدۂ پُر آب سے
بخت دشمن کو جگائیں میرے نالے خواب سے

وصل کی شب میں نئی باتوں سے ہم واقف ہوئے
شعلہ خس ہی نہایت دیر پا ہوتا ہے سے

میں امور دنیا ہوں ناحق اُن کا دامن دیکھکر
اُن کا دامن بھر گیا ہی میرے ہی خونناب سے

میں وہ میکش ہوں اگر بیخود بھی ہو جاؤں کبھی
ہوش آتا ہی مجھے بوئے شرابِ ناب سے

گرم خود دیکھا تو کر دیتی ہیں سب کو بیقرار
دلکو راحت ہوگئی بیتابیٔ سیماب سے

جسکو سمجھا آشنا نکلا غرض کا آشنا
دل ہی افسردہ نہایت گرمیِ احباب سے

ضد تو دیکھو تشنہ کام شوق مجھکو جان کے
قتل کرتا ہی ستمگر خنجرِ بے آب سے

فرش مخمل پر تھے وہ ہمخواب دشمن خواب میں
رونگٹے میرے کھڑے ہوتے ہیں نام خواب سے

کسکی زلفِ خم بخم پھرنے لگی تاب و قرار
شیفتہ پھر کچھ نظر آتی ہی بیتابی سے

رقیب بوالہوس کا منہ ہی لطف جور کو دیکھے
وہ اپنی وضع کو دیکھے ہمارے طور کو دیکھے

پریوش بھی ہیں شیدائی کے شیدا ناصحو دیکھو
بھلا کب دیکھ سکتے ہیں کہ عاشق اور کو دیکھے

نظر سے فتنہ کی گردش سے گردوں کی بچا وہ ہی
جو چشم مست کو ساقی کی مے کے دور کو دیکھے

صفائی غیر سے کیجے مگر میں نہیں تم سے
کوئی کیا خاک خوش ہو جب کسی بدطور کو دیکھے

ستم سے شیفتہ اب اس طرح مایوس کرتے ہیں
وہ اپنے ہی ناب کو دیکھے۔ ہمارے جور کو دیکھے

پھر نصیحت کی کسکو تاب رہے
جو یہی دل کا اضطراب رہے

جب خطائے نکردہ ثابت ہو
عقل کیا بر سرِ صواب رہے

بوئے گل کام کر چکی اپنا
دخترِ رز تہِ نقاب رہے

ملگیا دوست منتخب پھر کیوں
شعر کا شوق انتخاب رہے

واہ رندی و میکشی کہ یہاں
عمر بھر عالمِ شباب رہے

جب پڑی لذتِ ہم آغوشی
پھر بغل میں کہاں کتاب رہے

تا نہ غافل ہو انجمن ساقی
دور میں ساغرِ جباب رہے

بزمِ دشمن کا عزم تھا موقوف
تھوڑی دیر اور گر سحاب رہے

ہے بڑھاپے میں خوف بدمستی
کہ جوانی میں کم خراب رہے

شیفتہ کوئی حال وارد ہو
پر معارف سے اجتناب رہے

منہ بنائے ہوئے اس کو سے گذر کرتا ہے
ابتو اوغیر بھی دلمیں مرے گھر کرتا ہے

ذبح اُس کو بھی موذن ہی مگر کرتا ہی
کیوں شبِ وصل میں غل مرغِ سحر کرتا ہی

یاد میں اُس دُرِ دنداں کی مواجاتا ہوں
کار الماس مرے حق میں گہر کرتا ہی

اُس کے ناوک کی توجہ پہ مری جان نثار
ہاتھ سے چھوٹتی ہی فصد جگر کرتا ہی

گر نہیں یہ کہ برتتا ہی وہ ظاہرداری
کیوں نگاہ غلط انداز اِدھر کرتا ہی

دلِ مضطر کی رہائی میں نظر رکھتا ہی
جو ترے طرۂ خوش خم پہ نظر کرتا ہی

دیکھئے آہ ہماری بھی اثر کرتی ہی
سخنِ درد سُنا ہی کہ اثر کرتا ہی

ایک دن شام ہماری بھی سحر کر دیگا
وہی جو شام کو ہر روز سحر کرتا ہی

دل کے ٹکڑے ہوئے جلتے ہیں مگر مرغِ چمن
آج کچھ نالہ بالحانِ دگر کرتا ہی

آج پھر ماتمِ یوسف ہی ہر اک کوچہ میں
کارواں مصر کو کنعاں سے سفر کرتا ہی

بدگماں آپ غلط محرمِ اسرار سے ہیں
دل ہمیں رازِ نہانی کی خبر کرتا ہی

جان کھوئی ہو جسے مدنظر مثلِ حباب
وہی مشتاق فنا چشم کو تر کرتا ہی

**شیفتہ جسکو نہیں عشق وہ اپنے نزدیک**
**کیا بُری طرح سے دنیا میں بسر کرتا ہی**

عشق کی میرے جو شہرت ہو گئی
یار سے مجھکو ندامت ہو گئی

خاک عرضِ مدعا اُس سے کروں
جسکو باتوں میں کدورت ہو گئی

یہاں سے جانے کو ہیں وہ آچکے کہیں
کیا بلا لے ابرِ رحمت ہوگئی

اب ستم اغیار پر کرنے لگے
میرے مرجانے سے عبرت ہوگئی

جلوۂ معنے نظر آنے لگا
پیتے پیتے مے یہ صورت ہوگئی

انکی باتیں اُس نے بھی چھپکر سُنیں
آج ناصح کو نصیحت ہوگئی

منعِ وصلِ غیر پر ہنسکر کہا
بارے اب تمکو بھی غیرت ہوگئی

بوسے گل اُس گل کی بُو کے روبرو
فی الحقیقت نے حقیقت ہوگئی

بس نہ فرماتے پھرو یہ شیفتہ
گو اُنھیں تم سے محبت ہوگئی

وہ جو اُٹھے جان رخصت ہوگئی
شیفتہ یہ کیا قیامت ہوگئی

بوے یار اُس بزم میں آئی مجھے
جب مجھے ساقی سے الفت ہوگئی

جلوہ بیحجاب مانعِ نظارہ ہے
وصل میں تاثیر فرقت ہوگئی

نغمۂ مے سے مجھے کیا کام تھا
اُن کی صحبت میں یہ آفت ہوگئی

بے سخن نسبت مع اللہ ہی اُسے
قوم سے جسکو کہ نسبت ہوگئی

اب رقیب بوالہوس ہیں عشق باز
دل لگانے سے بھی نفرت ہوگئی

سچ کہوں گا گو ہیں دونوں آشنا
ق بیشک ان سے سہو و غفلت ہوگئی

عشق سے کیا کیا خرابی پڑ گئی
عقل سے کیا کیا حماقت ہو گئی

شیفتہ ایک رندِ مشرب شخص ہی
کس سے لوگوں کو عقیدت ہو گئی

ملنے کا میرے اور تیرے چرچا نکریں گے
گر دوست ہیں اغیار تو رسوا نکریں گے

نے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھکر
یہ اہلِ مروت ہیں تقاضا نکریں گے

کب اہلِ ستم ابات کوئی راز کہیں گے
جبتک کہ نہ ہم سے ہمیں بیگانہ کریں گے

پہنچا ہوں میں مرنے کے قریب آتے ہیں دیکھو
وہ دور ہیں اب پاس عدو کا نہ کریں گے

جاتے ہو اگر غیر کے گھر ضد سے ہماری
ہم آپ کے آنے کی تمنا نہ کریں گے

مسجد میں بھی آتا ہے خیالِ خمِ ابرو
ہم راست بیانی میں محابا نہ کریں گے

وہ مجھ سے نہ بولیں کبھی یہ بات نہ ہوگی
وہ غیر سے باتیں کریں ایسا نہ کریں گے

اے حور لقا کیوں نہ تمنائے جناں ہو
کیا وہاں تیرے ملنے کا ارادہ نہ کریں گے

ہم آپ پہ غش ہیں تو غش آیا یہ سخن کیا
تم آپ سے جاتے ہو ہم آیا نہ کریں گے

ہرگز کبھی نہیں خاطرِ جاناں میں ٹھکانا
اے شیفتہ ہم دعوئے بیجا نہ کریں گے

کیوں نہ مجھکو مرض یاس کی شدت ہو جائے
ملک الموت بھی جب بہرِ عیادت ہو جائے

گریۂ غیر سے وہ بہر عیادت ہو جائے
اشک شادی ہی یہ کاش اشک ندامت ہو جائے

اپنے ہی عشق کی نسبت سے ہوا شادی مرگ
کیا کروں اسکو بھی گر مجھ سے محبت ہو جائے

اور گر کچھ نہو دامانِ اجل تو کھینچوں
کاش اتنی ہی مجھے ہجر میں طاقت ہو جائے

نیم جاں وہ ہوں وہاں قتل کا آئے جو خیال
تو یہاں اُس سے کہیں پہلے فراغت ہو جائے

سانس بھی کل تو نہ تھی آج نکلتی ہی آہ
مجھکو ڈر ہی کہیں پھر مجھکو نہ ملت ہو جائے

ناصحو منع کرو جب تو یقیں ہی مانوں
تمکو بھی گر کسی بیدرد سے الفت ہو جائے

پاکے مشرف مجھے مرنے پہ بڑے وعدے ہیں
ہی بڑا لطف اگر اب مجھے صحت ہو جائے

**شیفتہ** ایسی اُڑا اہلِ کدورت کی خاک
دیکھکر شیشۂ ساعت کو بھی عبرت ہو جائے

ہی ستم واقف ہو میرے حال کی تغیر سے
بوالہوس کہتے ہو پھر اک آہ بے تاثیر سے

عشق میں اک صید افگن کی ہی یہ جوش جنوں
فصد میری کھولنا جرّاح نوکِ تیر سے

چاہیے اغیار کو بھی اپنے مُنہ پر کچھ ملیں
چاہ ثابت ہوتی ہی وہاں رنگ کی تغیر سے

مر رہا ہوں درد فرقت میں نہیں دیتا کوئی
سچ اگر پوچھو تو سم بھی کم نہیں اکسیر سے

ہاتھ میں دیکھا جو تیرے قبض جاں ہونے لگی
دست دشمن کم نہیں کچھ قبضۂ شمشیر سے

عشق کا سودا نہیں جاتا ہی بعد از مرگ بھی
دیکھ لو وحشت ہی ظاہر قیس کی تصویر سے

کیا غضب ہیں وہ بھی پڑھوایا عدو سے خط میرا
تھی جو آگاہی شکایت اُنھیں تحریر سے

وصل میں روتے تو شاید کچھ اثر ہوتا اُسے
کیا شبِ غم میں حصول اس آہِ بے تاثیر سے

ننگ مہمانی دشمن بھی کیا ہم نے قبول
شیفتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے

کیا ذکر اُس کے آگے مری آہ کا چلے
جس گل کی شمع بزم سے بچکر صبا چلے

یوں بعد ذبح چھوڑ تڑپتا ہوا چلے
قربان ایسے آنے کے کیا آئے کیا چلے

ناصح تری زبان ترے بس میں جب نہو
انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے

محروم ہوں رقیب بھی جلوے سے یار کے
بجھ جائے شمع بزم میں ایسی ہوا چلے

اللہ کیا غرور ہے تمکو کہ بزم سے
ہم کتنے جلد اُٹھے پہ اِتنا کہا چلے

یہ شوقِ وصل ہی کہ اگر پاؤں ٹوٹ جائیں
اُنکی گلی کی سمت مرا نقشِ پا چلے

مانا کہ جلد آؤ گے پر اس کا کیا علاج
پہلو سے اُٹھتے ہی جو مرا جی بٹھا چلے

کیوں روکتا ہی اسمیں ضرر کیا ہی سارباں
دیوانہ ایک گر پسِ محمل لگا چلے

افسوس اُس نے کچھ نہ کہا سُن کے حالِ دل
ہم قصّہ خواں کی طرح فسانہ سُنا چلے

دیکھا جو نزع میں مجھے کچھ رحم آگیا
گو زہر دینے آئے تھے شربت پلا چلے

وعدہ عدو کا آپ کی تکرار سے کھلا
میں نے یونہیں کہا تھا کہ کیا آئے کیا چلے

یہ غم اگر نہیں کہ نہ آیا وہ بیوفا
روتے مرے جنازہ پہ کیوں اقربا چلے

وہ گل کہیں جو جائے تو کیونکر ملے سراغ
مانند گرد جس کی جلو میں صبا چلے

گرمی کے عذر سے انھیں جانیکا قصد ہی
اے آہ سرد رحم کہ ٹھنڈی ہوا چلے

کیسا ہی غم رسیدہ ہو یہاں آکے شاد ہو
اک ہم تمھارے پاس خوش آئے خفا چلے

تھی کب سے مرگ و حسرتِ دیدار میں نزاع
وہ آکے ایک لحہ میں جھگڑا مٹا چلے

جلدی ہی کیا ٹھکانا بھی پیدا کریں کہیں
آخر تری گلی سے تو اے بیوفا چلے

کیا پیش آئے دیکھئے وہاں جاکے دوستو
کہدو کہ پیچھے پیچھے مرے رہنما چلے

اے جان لب پہ آکے ٹھہرنے سے فائدہ
رہنا ہوا تو رہ گئے چلنا ہوا چلے

کس کس سے آسیں بگڑیگی کچھ یہ بھی دھیان تھا
باتیں تو آپ شیفتہ اُن سے بنا چلے

ظالم کبھی تو داد دل و چشم تر ملے
سینہ سے سینہ اور نظر سے نظر ملے

ہے صرفہ ہی مشقت تحریر و صرف زر
رشتہ ہی میں ہمیشہ ہمیں نامہ بر ملے

ہے دشمنوں سے انکو ملاقات ابر و کشت
ملتے ہیں ہم سے جیسے کہ خس سے شرر ملے

کیا پوچھتے ہو لطف کردں تجھپہ کسقدر
اذنِ غرور و ناز تمھیں جسقدر ملے

ہم خوب جانتے ہیں تمھارے بگاڑ کو
غیروں سے لڑکے ہم سے بھی تم بیشتر چلے

نیرنگ عشق دیکھ کہ منظور ہی اونھیں
گلگونہ میں چکیدۂ مژگان تر ملے

محفل طرازیوں کے مزے سب کھاؤنگا
وہ اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے

اب ہی اُنھیں تلاش ہماری تو فائدہ
وہ وقت بھی گیا کہ ہمارا اثر ملے

کھائے تلاش کوچۂ جاناں میں سو فریب
سبزہ جہاں ملا میں یہ سمجھا خضر ملے

ظالم تبسم نمکیں میں نہ کر دریغ
آخر ذرا تو لذّتِ زخمِ جگر ملے

وہ شیفتہ کہ دھوم ہی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کسکے گھر ملے

ابر دریوزہ گر آب ہی اکثر ہمسے
برق بھی مانگ کے لیجاتی ہی اخگر ہمسے

سلح کل اپنی تو دانست میں ہمینی ہی
وہ ہوئے صاف تو ہی غیر مکدّر ہمسے

ناصحو ساری نصیحت حسد و رشک سے ہی
ترک ہوتا ہی کوئی عیش مقدّر ہمسے

گردن غیر پہ چلتے نہیں دیکھا ہرگز
پیار رکھتے ہیں مگر دشنہ و خنجر ہمسے

شیفتہ سادہ بیانی نے ہمیں چمکایا
ورنہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہمسے

دل لیا جس نے بیوفائی کی
رسم ہی کیا یہ دلربائی کی

تذکرہ صلح کا کرو نہ کرو
بات اچھی نہیں لڑائی کی

تمکو اندیشۂ گرفتاری — یہاں توقع نہیں رہائی کی
وصل میں کس طرح ہوں شادیٔ مرگ — مجھکو طاقت نہیں جدائی کی
دل نہ دینے کا ہمکو دعویٰ ہے — کسکو ہے لاف دل ربائی کی
ایک دن تیرے گھر میں آنا ہے — بخت وطالع نے گر رسائی کی
دل لگایا تو ناصحوں کو کیا — بات جو اپنے جی میں آئی کی
شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر — دینداری و پارسائی کی
آخرِ کار مے پرست ہوا — شان ہے اُس کی کبریائی کی

اپنی شوخی کی بھی خبر کچھ ہے — زلزلہ آسمان پر کچھ ہے
زاریٔ شب کے زور تو دیکھے — تجھ میں بھی دم دمِ سحر کچھ ہے
رازِ پوشیدہ پوچھئے کس سے — نے خبر ہے جسے خبر کچھ ہے
نالہ سنتے نہیں تو بات سنو — خوب باتوں میں بھی اثر کچھ ہے
عشق کے اب کہاں وہ ہنگامے — دردِ دل سوزشِ جگر کچھ ہے
حُسن کیا عرضِ جلوہ کرتا ہے — شہر میں شورِ الحذر کچھ ہے
اُس کے نیرنگ سے ٹپکتا ہے — کہ عدم سے بھی بیشتر کچھ ہے
کھوٹی باتیں ہیں اور پہلو دار — ہاں ترے دل میں سیمبر کچھ ہے

عشق میں ساری خوبیاں ہیں جمع
اک مگر جان کا ضرر کچھ ہے

رم بہت اُنس کم ہی طینت میں
وہ بہت ہی پری بشر کچھ ہے

دوست یوں ان یکا دپڑھتے ہیں
کہ میری سمت اُسے نظر کچھ ہے

برق ہی روزگار خندۂ گل
نازیہ فرصت اسقدر کچھ ہے

شیفتہ بھی ہی مجمع اضداد
کچھ ہنرمند ہے ہنر کچھ ہے

نازکی کیا ہوئی کیوں غش نہیں کیا صورت ہی
آئینہ دیکھنے سے اُنکے مجھے حیرت ہی

غیر تو طعنہ نہ دے گو کہ مجھے فرقت ہی
کوہکن کیا کہیں خسرو سے بھی بے غیرت ہی

عشق سے اور بڑھی ہائے قساوت دلمیں
غیر کو رنج ہوا ہی تو ہمیں راحت ہی

کچھ نئی بات نہیں وعدہ تسلی کیا ہو
وہی حرماں وہی یاس وہی حسرت ہی

مجھ سے آزردہ ہو کیوں میں بھی تو کہتا ہوں یہی
تم ملو غیر سے ممکن ہی یہ سب تہمت ہی

گر عیادت کو عدو کو بھی لیے آئیں تو خوب
کہ مرا شک سے مرنا سبب عبرت ہی

غیر کو یاد رہے تیری محبت ہی نہیں
اور اگر ہی تو تری محو سی کیوں نفرت ہی

ای عدو کس لیے نازاں ہی سمجھ تو آخر
جس سے ہم خوار ہوئے ہیں وہی عزت ہی

چشم سے اشک رواں لب پہ ہی آہ سوزاں

شیفتہ کس کے لیے آپکی یہ حالت ہی

آؤ مل جاؤ لڑائی ہو چکی
ایک دم صبر آزمائی ہو چکی

ایک حالت پر نہیں رہتا کوئی
اب وفا ہو بیوفائی ہو چکی

ہم سبک ہوتے ہیں اپنے ہاتھ سے
جو ہیں وہ بگڑے لڑائی ہو چکی

ضعف سے ہی آپ میں آنا محال
اُس کے کوچہ تک رسائی ہو چکی

ابکی جس صورت سے ہو بلجایئے
غیر کہتے ہیں صفائی ہو چکی

شیفتہ یہاں عشق یہ وہاں حسن وہ
دونوں عاجز پارسائی ہو چکی

زہر سے الماس سے تلوار سے
مجھکو الفت ہی انھیں دو چار سے

لیچلیں تھوڑا نمک بھی دشت میں
آبلے پھوٹیں گے آخر خار سے

نعش اُٹھانے کا ہی اب ساماں کریں
چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں ناچار سے

ذکر وصلِ غیر کر بیٹھے مباد
کیا ملیں ہم محرم اسرار سے

پھر تو قابو میں اجل کے آچکے
بچ گئے ہم گرغمِ دلدار سے

کاٹ کر سر خط کی جا بھیجا اُسے
کام خامہ کا لیا تلوار سے

جب ہمارا رشک سے جی بھر گیا
بزم خالی ہو گئی اغیار سے

جو گلہ سمجھے تھے نکلا شکر ہائے — کی شکایت ہم نے کس عیار سے
واہ ہم تو دیکھ کر مر جائیں اور — زندہ ہوں مُردے تری رفتار سے
وہم آسایش سے وحشت ہو گئی — اُس پری کے سایۂ دیوار سے

پھر بلا سے کوئی بیٹھے شیفتہ
اُٹھ گئے جب آپ کوئے یار سے

لطف ظاہر ہے مرے آزار سے — آشتی ہے مدعا پیکار سے
فیضیاب نور و آئیں بند حسن — مہر اُس کی پرتو رخسار سے
ساقیا بنت العنب وہ لاکھ ہو — دل باترشاہد بازار سے
غیر کو سیدھا بنایا یار نے — ہی تعجب چرخ کج رفتار سے
جی اُٹھے فرہاد اگر شیریں کہے — کیوں صدا آتی نہیں کہسار سے
کیا کہوں جوہر شناسی یار کی — مجھکو مارا تیغ جوہردار سے
بلبل شوریدہ بیتاب و مست — اُس کے کوچہ کو چلی گلزار سے
ہمکناری کی ہوس تھی وقت قتل — ہم لپٹ کر رہ گئے تلوار سے
ہائے جوش بیخودی ہائے جنوں — راز الفت کہدیا اغیار سے
واہ ہوش پاس بدنامی کہ ہے — فکر اخفا محرم اسرار سے

جلد کھو بیٹھے شیفتہ آغوشِ شوق
یہ صدا آئی لبِ سو فار سے

ترک ہونا یار اور اغیار سے
قطع ہونا ربطِ گل ہے خار سے

کام جوئی اور دعوٰے عشق کا
یار ہی یاں مدعا ہی یار سے

ہی ضرورت غیر کو واقع میں آج
آپ ٹھہراتے ہیں کیوں اصرار سے

آہ و زاری سے شکوہ حسن ہے
جیسے رونق باغ کی اشجار سے

جز دلِ شوریدہ لذّت کون اُٹھائے
عندلیبِ مست کی گفتار سے

دیکھ لیں گے ہم بھی گر اغیار کو
آپ نے جھانکا سر دیوار سے

فصد کے قابل دلِ بیمار ہے
چارہ جو ہے نرگسِ بیمار سے

اپنا ٹوٹا گھر بہت مرغوب ہی
بارگاہِ ثابت و سیّار سے

دیدنی ہی وہ جگہ جو ہی الگ
سات جنگل اور نو بازار سے

شیوہ ہائے برق خاطف شیفتہ
جلوہ گر ہیں اُس کے شوخ اطوار سے

کچھ بات راز کی ہی ذرا پاس آیئے
جی میں ہی آج خوب عدو کو بنایئے

بلبلِ خزاں میں آتشِ دل یوں بجھایئے
گُل کر کے شمع شمع کے قرباں جایئے

رونا ہوا ہی اشک ندامت کہ ہنس کے وہ
کہتے ہیں اور بھی کوئی دریا بہائیے

بوسہ نہیں نہیں ہیں جو کل لے لیا تو پھر
کہنے لگے بھلا تمھیں کیا منہ لگائیے

سو بار انجمن سے اُٹھا دو ہم آئیں گے
اب ٹھن گئی کہ ناز تمھارے اُٹھائیے

آتا ہی رحم نازکیٔ گوشِ یار پر
اے وائے کیونکہ حال دل اُسکو سُنائیے

تدبیر صلح خوب ہی بن آئے بات تو
جی میں ہی آج غیر سے آنکھیں لڑائیے

گذرا میں اعتماد محبت کے فخر سے
مجھکو رقیب سمجھئے پر آپ آیئے

ایک نیم ناز بس ہی ہمارے ہلاک کو
کچھ بھی نہ کیجے دیکھ کے بس مُسکرائیے

دشنام و نغمہ اسمیں ہمیں بحث کچھ نہیں
سنتے ہیں آج آپ ہمیں کچھ سُنائیے

واعظ کے قول خوب ہیں رندوں کے فعل خوب
وہ اس سے سیکھ لیجے یہ اُسکو سکھائیے

بے محو نقش کہنہ کہاں جلے نقش نو
سرمشق دل سے نقش تمنّا مٹائیے

ہر چند سیر کی ہی بہت تم نے شیفتہ
پر میکدہ میں بھی کبھی تشریف لائیے

لب میں اگر نہیں تو ہمارے سخن میں ہی
جو خاصیت کہ اُس لب اعجاز فن میں ہی

یا مرسل الریاح اِدھر کو بھی بھیجدے
وہ بوئے خوش کہ جیب نسیم یمن میں ہی

دیتے ہیں چشم روشنی چشم روشنی
آمد نسیم مصر کی بیت الحزن میں ہی

نیرنگِ نوبہار ہے عشوہ طلسم کا
کیا عندلیب دامِ فریبِ چمن میں ہی

پیرانِ کہنہ بن گئے اطفالِ خورد سال
کیفیت عجب مرے دیوانہ پن میں ہی

للماس لیکے آئیں گے دیتے ہیں یہ نوید
لذت نئی کچھ آج جو زخمِ کہن میں ہی

وہ آہوئے رمیدہ کہ ہم جس کے صید ہیں
نے وادیٔ تتار نہ دشتِ ختن میں ہی

شیوہ تمام غنچۂ نشگفتہ کا ہنوز
بندِ قبائے شاہدِ گل پیرہن میں ہی

کیا غیر پر بھی شعلۂ برقِ غضب پڑا
ٹھنڈک سی آج کچھ مرے دلکی جلن میں ہی

کیا کیا پھنسا رہی ہی ہمیں دامِ رشک میں
آشفتگی کہ زلف شکن در شکن میں ہی

شیریں سے بہرہ ور نہوا ایسے شوق پر
کیا سطوتِ رقیبِ دلِ کوہکن میں ہی

خلوت میں شیفتہ سے کوئی ملکے کیا کرے
وہ شخص انجمن میں بھی اور انجمن میں ہی

ہوا نہ مدِ نظر چشمِ یار کے بدلے
ہزار رنگ یہاں روزگار کے بدلے

صبا کو بھائے جو محفل کی تیری رنگینی
چمن کو داغ دیئے لالہ زار کے بدلے

کیا ارادہ اگر سیرِ باغ کا تم نے
قیامت آئے گی ابرِ بہار کے بدلے

خلافِ عہد ہی شیوہ تو کیا قباحت ہی
ستم کا عہد وفا کی قرار کے بدلے

عجب ہی شہر ہی دلی بھی شیفتہ ہرگز

## میں روم و شام نہ لوں اس دیار کے بدلے

میری خوشی کا اُن کو نہایت خیال ہی
کچھ ان دنوں میں غیر سے شاید ملال ہی

بے کچھ سُنے ہیں شک سے دلِ پر ہزار داغ
نامِ خدا یہ گرمیِ حسن و جمال ہی

نے تابِ وصل غیر نہ نیروے منع غیر
تقدیر سے معارضہ کی کیا مجال ہی

قصدِ جواب ہو بھی تو کیا خاک دیں جواب
بیصرفہ متصل یہ ہجومِ سوال ہی

کچھ میرے عشق میں تمھیں شک ہو تو سامنے
دیوانِ خواجہ حافظِ فرخندہ فال ہی

ہم نے کیا جہاں سے گذر کر جہاں مقام
واں وسعتِ سپہر و زمیں پائمال ہی

ہی شانہ کش جو زلفِ پریشاں میں بوالہوس
فکرِ وصالِ عاشقِ آشفتہ حال ہی

ممکن نہیں کہ برقِ نگہ غیر پر پڑے
جز طور اور پر ہو تجلّی محال ہی

کچھ آج **شیفتہ** ہی بہت مضطرب مگر
جانے کا اس کے غیر کے گھر احتمال ہی

ایامِ ہجر میں جو اجل کا خیال ہی
بیشک دماغ میں اثرِ اختلال ہے

خوش تھے کہ خونبہائے نظر یہ خبر نہ تھی
کیشِ جفا میں خون ہمارا حلال ہی

اُن کے خلاف وعدے سے میں شرمسار ہوں
کیونکر کہوں کہ مجھ سے اُنھیں انفعال ہی

کیا نسترن ہو تم کہ یہ پیاری شمیم ہی
کیا برگِ گل ہو تم کہ یہ زیبا جمال ہی

ساقی کوثر کدے میں سرِ ناؤ نوش ہی
صوفی کو خانقہ میں سرِ وجد و حال ہی

عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز ہے
معشوق کو غرور ہی غنج و دلال ہی

منظور ہی حکیم کو ہر شے کی معرفت
حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہی

ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی
ہر بات منطقی کے مراؤ جدال ہی

ارباب حکمتِ نظری کو عمل نہیں
اہل کلام کو ہوس قیل و قال ہی

جن کو کہ دستگاہ ہی فن نجوم میں
عمر اُنکی صرف زائچہ ماہ و سال ہی

رہتے ہیں بعض در پے اسراف رات دن
بعضوں کو روز و شب سرِ تو فیر مال ہی

بعضوں کو ہی مذاق میں فخر نسب لذیذ
بعضوں کو ذوق دعوی فضل و کمال ہی

مفلس کو فکر ہی کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے
منعم غریق لجۂ بیم زوال ہی

جو ہیں حریص سیرِ چمن اُن کو بزم میں
ذکرِ شجر کبھی کبھی فکرِ نہال ہی

جی میں کسی کی خواہشِ آرایشِ لباس
دل میں کسی کے حسرتِ جاہ و جلال ہی

کوئی طلب میں شہد لگلوں نظیر کی
کوئی اسیر شوق شکارِ غزال ہی

کوئی فدائے قامتِ آفت خرام ہی
کوئی خراب نرگسِ جادو مثال ہی

ناحق کسیکو شکوہ کسی کو شکائتیں
بیوجہ کوئی خوش ہی کسیکو ملال ہی

کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفتہ
اسکا جو دیکھیے تو بہت کم خیال ہی

تری خوبیاں غیر کیا جانتا ہے
تو جیسا ہی بس جی مرا جانتا ہے

ہوا انس کیوں دل کو اول نظر میں
کہ وہ مجھکو زود آشنا جانتا ہے

تظلم سے ہوتی ہے بیداد افزوں
شکایت کو شکرِ جفا جانتا ہے

گرفتاریِ غیر کا ذکر مجھ سے
مجھے کسقدر مبتلا جانتا ہے

مجھے افعی زلف نے کاٹ کھایا
کوئی شخص اسکی دوا جانتا ہے

وہ گل میرے رونے سے ہوتا ہی خرّم
کہ اپنا وہ نشو و نما جانتا ہے

ستمگر کہے سے بُرا مانتا کیوں
ستم کو اگر وہ بھلا جانتا ہے

کبھی غیر پر جور ہوتے نہ دیکھا
مجھی کو بس اک آزما جانتا ہے

یہ دھوکا نہ کھانا کہ کم عمر ہی وہ
ابھی شیوۂ ناز کیا جانتا ہے

تامل نہ کر قتل میں میرے ہرگز
کہ عاشق کا تو خونبہا جانتا ہے

حذر می سے واجب ہوا شیفتہ اب
مجھے یار بھی پارسا جانتا ہی

فقط یار جور و جفا جانتا ہے
یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم
اگر آشنا آشنا جانتا ہے

نہ ممنون دل طرّۂ مشکبو کا
نہ الطافِ بادِ صبا جانتا ہے

ہزاروں گئے جان سے اک ادا میں
عجب شیوۂ دلربا جانتا ہے

مری چشمِ پُرنم کا حال اُس سے پوچھو
کہ وہ خوب یہ ماجرا جانتا ہے

شکایت ہمیں شکوۂ شکر سے ہے
کہ اب وہ جفا کو وفا جانتا ہے

اُسے کنجِ خلوت کی کیا ہی ضرورت
جو محفل کو خلوت سرا جانتا ہے

بہر صورت آئینہ بھی مغتنم ہے
کچھ آئینِ اہلِ صفا جانتا ہے

عدو کی رعایت سے مجھکو ستانا
وہ انصاف کا مقتضیٰ جانتا ہے

ہمیں شیفتہ کی نصیحت سے حاصل
کہ وہ آپ ہم سے سوا جانتا ہے

## دیگر

سمجھ لے اور کوئی دن رقیب خوار مجھے
عزیز رکھتے ہیں اب اُنکے رازدار مجھے

شرابِ عشق ہی کیا دہشتِ خمار مجھے
جنونِ شوق ہی کیا حاجتِ بہار مجھے

اگر کہو کہ تو عاشق نہیں میں سچ جانوں
تمھاری بات کا ایسا ہی اعتبار مجھے

حصولِ نام سے دلکو اگر نہو آرام
بہت عزیز نہیں جانِ بیقرار مجھے

عدو کو رشک ہی ایسا کہ مفت میں گویا
ملی ہی جائے نفس برقِ شعلہ بار مجھے

عجیب عشق میں تہذیب نفس ہوتی ہے
نہ شوقِ باغ، رہا نے سرِ شکار مجھے

ملا عدو کو مے و نغمہ برق و باراں سے
صبا سے خاک ملی اور گل سے خار مجھے

خلاف وعدہ مسلّم وفائے وعدہ غلط
غرض کچھ اور نہیں غیر انتظار مجھے

خجل ہوں آپ میں بیوقت اپنے آنے سے
تم اور کرتے ہو ہنس ہنس کے شرمسار مجھے

وہی رقیب سے صحبت وہی قدح خواری
کیا ہے آپ نے ناحق امیدوار مجھے

جفا کو ترک کرو تم وفا کو میں چھوڑوں
کچھ اشتہار نہ تھیں ہو کچھ اشتہار مجھے

رہی سراپا یہ مکتوبہ دل ہی میں افسوس
جہان میں نہ ملا کوئی رازدار مجھے

تمام شورش و سر تا قدم شکایت ہوں
نعوذ باللہ اگر وہاں ملے گزار مجھے

ہلاک جلوۂ زیبا حجاب بادۂ ناب
تمہارے شیفتہ معلوم ہیں شعار مجھے

دیگر

ابھی کہوں تو کریں لوگ شرمسار مجھے
کہ کس کے وعدے پر اتنا ہی انتظار مجھے

ہزار شکر کہ اُس کی گلی میں چھوڑ گئی
نسیم جان کے اک ناتواں غبار مجھے

یہی گمان یہی رشک ہے اگر تو کبھی
نہ کوئی دوست ملیگا نہ کوئی یار مجھے

جفائے شحنہ ہی منظور پر نہیں منظور
خلاف شیوۂ رندانِ بادہ خوار مجھے

عدو کے حق میں پھر آیا وہی زمانۂ عیش
کھلے یہ معنی سیال غیر قار مجھے

جو بادشاہ بلائے تو میں نہیں جاتا
کہ ان دنوں میں کسیکا ہی انتظار مجھے

جو شورشیں نہ مچاتا اسیر کیوں ہوتا
خراب تو نے کیا جلوۂ بہار مجھے

عدو کے ساتھ بھی آخر جفا ہوئی آغاز
کسی طرح بھی نہ رکھا امیدوار مجھے

رفیق ہیں ستر و دررتیب ہیں فارغ
عزیز رکھتی ہی وہ چشم فتنہ بار مجھے

قفس میں کرتی ہی تحریک بال جنبانی
نوائے دلکش مرغانِ شاخسار مجھے

لیا ہی تھا نگہ پُرفسوں نے دل لیکن
کیا ادائے تغافل نے ہوشیار مجھے

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

بڑے مناد اُٹھیں شیفتہ خدا نہ کرے
کہ اُنکی بزم میں ہو دخل و اختیار مجھے

سحر گئی جو وہ گلگشت گلستاں کے لیے
صبا تپش میں ہی گلہائے بیخزاں کے لیے

اُنھیں ہی ہم سے محبت عمل کی کیا حاجت
اگر کرو تو کرو اُن کے پاسباں کے لیے

متاعِ بیش بہا شہر عشق میں ہی وفا
یہ آہ و نالہ ہی آرایشِ دکاں کے لیے

وہ اپنے باغ میں ہمکو ضرور رکھے گا
جو بلبلوں کو نہ دے حکم آشیاں کے لیے

مقربانِ ملک کا ہی آسماں پہ دماغ
خزانہ چاہیے قارون کا ارمغاں کے لیے

سحر کے ساتھ ہی آتے ہیں کوے جاناں میں
عدو نہیں کے لیے اور ہم فغاں کے لیے

کرم کرم نہ سمجھ گر کسی غرض سے ہو
ستم ستم نہ سمجھ گر ہوا متحاں کے لیے

جو بوستاں میں گیا میں ہلاک قامتِ یار
قیامت آئے گی شمشاد بوستاں کے لیے

ہر ایک سے ہوئی قسمت بقدرِ استعداد
خزد ہی پیر کے اور زور ہی جواں کے لیے

غرض یہ ہی کہ مکر جائیں گر پڑے حاجت
کہ مُہر نامہ پہ کرتے نہیں نشاں کے لیے

کب آپ آئے کہ طاقت نہیں اشارے کی
کب آپ آئے کہ جنبش نہیں زباں کے لیے

نہ میکدہ میں ترانہ نہ خانقہ میں سماع
دعا کیجیے ہی اُس آفتِ جہاں کے لیے

متاعِ دانش و دیں کی ضرور ہی تسلیم
کمال بے ادبی ہی سخن اماں کے لیے

زیاں ہی عشق میں ہم خود بھی جانتے ہیں مگر
معاملہ ہی کیا ہو اگر زیاں کے لیے

ہمارے ساتھ ہیں وہ موشگافیاں کہ نہ پوچھ
یہ نکتہ بس ہی کہ آفت ہی نکتہ داں کے لیے

اثر اگرچہ بنا بہرِ نازِ دلکشِ دوست
مگر کچھ اپنی بھی آہِ جگر فشاں کے لیے

یہ ضبطِ راز کی تعلیم شیفتہ بیجا
زبان ہمکو ملی ہی اگر بیاں کے لیے

دیگر

جو کوے دوست کو جاؤں تو پاسباں کے لیے
نہیں ہی خواب سے بہتر کچھ ارمغاں کے لیے

تمامِ علتِ درماندگی ہی قلتِ شوق
تپش ہوئی پرِ پروازِ مرغِ جاں کے لیے

سُنی اکابرِ دیواں سے آخر آیۂ یاس
غلط تھی پہلی ہی کوشش خطِ اماں کے لیے

پری کنار میں رکھے کہ حور زانو پر
ہمارا سر ہی ترے سنگ آستاں کے لیے

نگاہ لطف ترے دل کے واسطے ہی نسیم
نگاہ خشم تری بند ہی زباں کے لیے

شریک بلبل و قمری ہی وہ زبوں فطرت
جو بیقرار رہے سیر گلستاں کے لیے

امید ہی کہ نباہیں گے امتحاں لیکر
جو اسقدر متقاضی ہیں امتحاں کے لیے

نہ خاکیوں سے تعلق نہ قدسیوں سے ربط
نہ ہم زمیں کے لیے ہیں نہ آسماں کے لیے

شب وصال ہی پیغام روز فرقت کا
بہار آتی ہی گلزار میں خزاں کے لیے

پیام دوست ہوا قاصدوں کو وجہ شرف
نسیم مصر سے عزت ہی کارواں کے لیے

قدم بھی ہمکو نہ رکھنے دیا گلستاں میں
ہزار بار قدم ہم نے باغباں کے لیے

ہزار جلوۂ رنگیں ہیں اور ہر جلوہ
مواد بھر لیے چشم خونفشاں کے لیے

قفس زمانہ و جاں مرغ و آشیاں ملکوت
قفس میں مرغ ہی بیتاب آشیاں کے لیے

فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیب داستاں کے لیے

ہماری نظم میں ہی شیفتہ وہ کیفیت
کہ کچھ رہی نہ حقیقت مئ مغاں کے لیے

## افراد

پروانہ وار جلنا دستور ہی ہمارا
اُس شمع رو پہ مرنا مشہور ہی ہمارا

## دیگر

آنکھ کل اُس سے لڑاتا تو لڑائی ہوتی
شیفتہ پر میں وہ بدلی ہوئی چتون سمجھا

## دیگر

غیر پہ پیار کی نظریں ہیں غضب کی ہم پہ
نگہ یار میں ہی رنگ گل رعنا کا

## دیگر

اُسکی جب آنکھ پھری پھر گئیں اُسکی آنکھیں
شیفتہ مرنے پہ تیار ہی کیا پھرتا تھا

## دیگر

کیا جانے گزری غیر پہ کیا اُس کی بزم میں
آئے وہ اس طرح کہ مجھے پیار آگیا

دیگر

ویرانے کی مانند ذرا جی نہیں لگتا — ہر چند کہ ہے شیفتہ دلّی وطن اپنا

دیگر

رقیب پیتے ہیں کس کس مزے سے جامِ شراب — ہمارے دور میں افسوس انتساب نہیں

دیگر

جوشِ جنون و پند کی تاثیر دیکھنا — دامن کو ٹانکتا ہوں گریباں کے چاک میں

دیگر

ہر شیوے سے ٹپکے ہے ادا ناز تو دیکھو — ہر بات میں اک بات ہے انداز تو دیکھو

دیگر

کرتے ہیں جفا ناز و ادا کہتے ہیں — یہ بھی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں

## دیگر

منت کشِ عتاب پر الطاف شرط ہے
تنہا ستم نہ کیجئے انصاف شرط ہے

## دیگر

ایسی غبت سے کرے قتل گماں کا ہے کو تھا
شیفتہ اُس کو تو لو تم سے محبت نکلی

تمام شد

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

# دیوان فارسی

جناب غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خانصاحب دہلوی متخلص بہ حسرتی در پارسی و شیفتہ در ریختہ

رحمۃ اللہ علیہ

حسب فرمایش خلف الصدق حضرت مصنف جناب نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب

رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر دام ظلہم

سنہ ۱۹۱۵ء

مطبوعہ نظامی کانپور

نظام المطابع حسین پرنٹر

بسم الله الرحمن الرحیم

لعمری بانسیم الصبح زرسلمی وقبلها
که غیر از شوق دیدارش هوائی نیست در دلها

مجو وهم زخود گشتن ضرور افتاد سالک را
که ره بسیار یک گیست و در پیش است منزلها

چو گشتی آشنا عشق از بهر طبع بگسل
که دریا سخت ژرف است و خطرناک است ساحلها

منم آن رند بی پروا که در مسجد زنم ساغر
دهم بار داد عشرت خلوت بمحفلها

تو ای افسرده جان زاهد یکے در بزم رندان شو
که بینی خنده بر لب ها و آتش پاره در دلها

بتشها با اصول و ناله ها موزون زما خواهی
نمک زار سیفشان بر جراحتهای بسملها

صبوحی کرده ام دوشینه خوش مخمور می آیم
بیا تا حل کنم امروز از هر باب مشکلها

بیا ای خوشنوا مطرب کمار اهم بجنبانی
که یاران در هوائی کعبه بربستند محملها

گزیدم حسرتی چون مشرب درجام می خوردن
فَاَوجِدُ النَّاسِیَ قُسمٌ وَ اَرقِصُ ثُمَّ نادِ لَها

ای فیضِ تو بگشوده زبانها به بیانها
حمد تو فروبسته بیانها بزبانها

در پرده چو بودی همه در کتم عدم بود
از پرتو روی تو عیان گشته نهانها

گل یافته از جلوهٔ گل حسن و جمالے
اشباح منور شده از لمعهٔ جانها

دل زان شرفش هست که منزل گه یار است
از فضل مکین است فضیلت بمکانها

وصل تو بهار من و هجر تو خزانم
دیگر نشناسم چه بهاران چه خزانها

سود اگر بازار رضا شو که دریغا
یک سود کند جبر دو صد گونه زیانها

در کلکدهٔ عشق سحر رفتم و دیدم
در زمزمه مرغان ببر نوک سنانها

در رهگذر عشق چه حاجت بدلیل است
در هر قدمے هست ز صد کشته نشانها

نالیدن شوریده دلان از سر ذوق است
مقصد بود و غیر فغانها ز فغانها

گم گشت در انجام بپیدای هویت
وز حسرتی خسته همین بود گمانها

تهدید بر ریا کرد مے شیخ شهر ما را
امروز ساغرے خوردیم آشکارا

از راز عشق ساقی امشب ترانه خواند
بشری لکم و طوبی یا ایها السکاری

در عشقِ نوجوانی از دین و دل گذشتم
از ما سلام گویید پیرانِ پارسا را

نشگفت گر سخنور هر جا عزیز باشد
نیکو نگاه دارند مرغانِ خوشنوا را

ایقوم عشق اخفا شرط است و سماع است
لا تشعروا بها را لا تسمعوا انها را

در بیت حزن تا کی از خویش دور باشم
بر روی باد بکشا گیسوی مشک سا را

امشب کم از قیامت هنگامه ندیدم
فردا مگر به بینم دیدار آشنا را

نے مستیِ شبانه لطفِ صبوح نبود
پیرِ مغان سحر گه این نکته گفت ما را

در دهر جز خرابات جایے دگر نیابی
آنجا که خنده آید بر پادشه گدا را

آه از تغافلِ او آخر ضرورت افتاد
گر راز ها بے پنهان محرم کنم صبا را

خوش طرفه آتشے هست در سینهٔ حسرتی را
یا لیتنا وجدنا من برقه شرارا

صبا پیام رسان آن نگارِ رعنا را
که بهرِ تست اقامت درین جهان ما را

بروزِ حشر ندانم چه عذر خواهد گفت
کسے که دوست ندارد جمالِ زیبا را

رسم بکوی تو آنا بساعتے که نهند
بشاخسارِ چمن آشیانه عنقارا

مجوز مدعیان از عتابِ ترک هوا
که آتشے نپزد خامے تمنا را

بجز امید که ایمانِ عشق کیشانست
کسے نداد تسلی دلِ زلیخا را

بگوش رغبتِ از خود گذشته را چه نیست
چه ترہات ندیم و چه پندِ دانا را

ہلاک معجزۂ شیوۂ جمالِ تو ام
کہ ہم مزاج نمود است پیر و برنا را

ز خاک کوی تو انجم برآورد دانم
فلک کہ گل بچمن داد و لالہ صحرا را

مرید پیر مغاں شو کہ از اطاعتِ او
گریز نیست جوانانِ بادہ پیما را

رواست منعِ من از نالہ ارتوان بستن
بحکم شاہ زباں عندلیبِ شیدا را

عجب ز نرگسِ مخمور اوست خود داری
حجاب و شرم کجا مستِ بیحیا را

ہزار شکوۂ تلخ مرا فرو بردی
بگو بگوز کہ آموختی مدارا را

معانی از در و دیوار حسرتی میریخت
دمے کہ خامہ گرفتم بدست انشا را

ساقی ز تصرف بقدح ریخت شرر را
مطرب بنسوں خواند ز ہر گوشہ اثر را

گر نے خبری مے طلبی مفت تو ورنہ
از قاصد ما باز مجو ہیچ اثر را

تا دیدہ نہ بندی نہ توانی کہ ببینی
آں جلوہ کہ مشہود شود اہل نظر را

دے سوختہ ایں سخنِ پختہ بمن گفت
کز آتشِ دل خشک کنی دامنِ تر را

در گریہ اگر اشک چکد دیدہ بشویم
پاک از رخِ فریاد کنم رنگِ اثر را

از بیم فغانہائے جگر سوزِ شبِ وصل
صد زمزمہ بر لب شکند مرغِ سحر را

ای حسرتی از عیب کسان چشم بپوشی
کایں شرط نخست آمدہ اظہار ہنر را

اگر زاں طرۂ مشکیں صبا بو آورد مارا
برم صد خرمن گل نذر سر منہ و بخارا را

بدیں اندیشہ کز وی ہم کسے اندر طمع افتد
بخلوت بشنود افسانۂ خواب زلیخا را

وفائے وعدۂ او ازرہِ مہر و وفا شمر
کہ طبعِ نازکِ او بر نمیتابد تقاضا را

فلاطوں فطنتاں از راز گیتی بیخبر رفتند
حکیمِ معنوی باید کشاید ایں معما را

عتابم با صبا باد استانِ آں ملک ماند
کہ چوں کشتی رسیدی دیر بدگفت و دریدا را

بہ نوفل گو کہ خود را بعد ازیں تصدیع کمتر دہ
خیالِ صحبتِ مجنوں بخاطر ہست لیلیٰ را

نہ بیم محتسب نہ خوفِ قاضی نہ غمِ فردا
نمیدانم کہ از می ہیست لذت گبر و ترسا را

بگنجے صبر ہم صاحب لے میگفت با زاری
بصیا نہای پنہاں بخش طاعتہای رسوا را

بگوش پند فرما حسرتی دارد جواب ما
ہمال نسبت کہ با ماہست حرفِ پند فرما را

بوئے تو بہ ز نافۂ گل عندلیب را
کوئے تو خوشتر از وطنِ خود غریب را

با حسنش ایں جنوں کہ تو بینی تحمل است
ناصح ملامتی مکن ایں ناشکیب را

دیگر ز حالِ خستہ دلانش مگو کہ او
رنجور میکند بہ نگاہے طبیب را

وارستہ گشتہ ایم خوش از طعن ہائے خلق
ولدادہ ایم شاہد نا ہید فریب را

باد آورد بوجد و جرس آورد بر قص
جانِ خروش طالعِ شورش نصیب را

لطفش بہ بزم دلکش او حسرتی کشد
چوں بوی گل بباغ برد عندلیب را

خیز و نشاطے بدہ جانِ غم اندوز را
ایکہ کنی شاد تر خاطرِ خوشنود را

شعلۂ عشق آمد و برگ ہوس پاک بسوخت
خیز و ببیں جلوہ گر آتشِ نے دود را

باز بگیرم چہ فضل رتبہ چو پیشت یکیست
جان المناک را خاطرِ خوشنود را

فوج نیامد بکار خیل نیاورد بار
بندۂ خود بندہ گرد خسرو و محمود را

خندہ چہ خوش شیوہ ایست از پسِ خشم و عتاب
لذت دیگر بود زخمِ نمک سود را

حسرتیا وحش و طیر ماند ز پرواز و سیر
ہاں ز کہ آموختی نغمہ داؤد را

ہاں فریبت ندہد خرقہ پشمینۂ ما
می در آ دینہ بہ از طاعتِ آدینۂ ما

دے قیب آمد و امروز بمجلس جا یافت
جلوہ دارد اثرِ صحبتِ دیرینۂ ما

چہ تواں کرد کہ خیاط قضا دخت بہم
جامۂ نازک تو خرقۂ پشمینۂ ما

رفت آں ہم کہ بمیخانہ گرو میکردیم
می نیرزد بجوے خرقہ پارینۂ ما

در حریم دلِ اصحابِ صفا جا داریم
ولے آنکس که بود در دلِ او کینهٔ ما

بسکه رُوئے تو بود پیشِ نظر ہر ساعت
میتواں دید مثالِ تو در آئینهٔ ما

کار ساقی و مغنّی ہمه میکرد و حبیب
حسرتی بود عجب صحبتِ دوشینهٔ ما

بر تافتی ز مارخ چوں مه یگانه را
گویا شناختی نگه عاشقانه را

خلوت خوشست ساقی و مطرب ز بزم ران
از گل پیاله خواه و ز بلبل ترانه را

آسوده شو ز کشمکش وصل و الهوس
در دست من سپار عنانِ بهانه را

ای عندلیب جاے تو در خاطرِ گل است
گو برق سوز و باد ببر آشیانه را

اورا اگر بخانهٔ من آورد کسے
تسلیم او کنم بمکافات خانه را

گو حسرتی که مطربِ آں بزم حسن خیز
امشب بخواند ایں غزل عاشقانه را

گاه لطفِ تو بیاد آرم گهے بیداد را
شاد میسازم بهر نوعے دل ناشاد را

یک نگاهِ گرم مهر جانگدازاں بس بود
بر سرِ آہن دلاں زن دوشنهٔ فولاد را

جانم از نامِ اسیری تازه میگردد دگر
بعد عمرے یافتم ایں دام و ایں صیّاد را

خونہاے خویش بخشم مر دایں خدمت باد
ہر کہ بر خوں ریزیم راضی کند جلّاد را

حسرتی این تازه گل در دست باد صبحدم
ارمغانی سازیاران جهان آباد را

بصدر شیخ نشاند بالتماس مرا
شراب پیر مغان می کند بکاس مرا

انیس ماه رخانز تکلف آئین است
گریز نیست ز آرایش لباس مرا

بجنگ رفت و زفتم بصلح از پئے او
عتاب یار چنان کرد نے حواس مرا

دگر اد اے پری در نظر نے گنجد
که داده اند نگاه ادا شناس مرا

بابروے محبّت نگر که بنشاند
فراز مسند دیبا بایں پلاس مرا

رقیب اگر بدرت یافت جاز جا نزدم
امید هاست بعشق قوی اساس مرا

کجا شد آنکه فلان محرم تو می آورد
به بزم خاص تو پنهان بالتماس مرا

چو حسرتی زره ننگ جام زهر کشم
نظیر خویش شمارد جو بو نواس مرا

این لاله که رست از گل ما
داغیست که بود در دل ما

ای کرده دل تو مان فراموش
جز یاد تو نیست در دل ما

کو کشتی می که جمع هستند
دریا نوشان بساحل ما

از اختر تیره دل بجان بود
شد چشم سیه مقابل ما

خوشتر بود از هزار زیور — شمشیر بدست قاتلِ ما
میریم ز غیرت ار ببینند — پروانه بشمع محفلِ ما
بستند طلسمِ دهر فانی — از نقشِ خیالِ باطلِ ما
تا دردی معرفت کشیدیم — آسان گردید مشکلِ ما

شب حسرتی از نگارش شوق
فرسود چو کلک نالِ ما

ساقی بیا که تا بفگندم نقاب را — این رنگ و بو نبود جهان خراب را
روشن شود حقایق گیتی ز نور او — بنگر صفای جوهرِ لعل مذاب را
بنمود دست هر اینچه به پیمانه داشتم — من بعد آفتاب مگو آفتاب را
بشکن طلسمِ خویش و برافگن بنای غیر — در جلوه آر شاهدِ زرّین قباب را
وابسته است راحتِ ما و عسس بهم — یارب گذر بدیده او باد خواب را
تا نشئه جنون نزند راهِ عقلِ تو — در عفت و صلاح بسر کن شباب را

او خواسته است باده و ما توبه کرده ایم
کو حسرتی که حیله بود اجتناب را

پیمان ز یاد شد دل حسرت مآب را — ساقی چو سر کشود سبوی شراب را

ناصح مرنج گر سخنت بیجواب ماند
در پیش داشتیم سوال و جواب را

دیو مرید نفس اگر نیست رام تو
امید زینهار مکن فتح باب را

بر لطف کن مسند دل و نیک یاد گیر
پیش آمد سیاوش و افراسیاب را

واعظ ز بیم حشر بسے دل ملول کرد
ساقی بیار ساغر صهبای ناب را

پیمود جام کم نگهی بر خراب عشق
یعنی که کم دهند بمستان شراب را

ما حسرتی ز شیوه غالب گرفته ایم
آمیختن ببادهٔ صافی گلاب را

منع جفا رضا ربان حیف ز سر نوشت ما
مرتع آهوی حرم کرد سپهر کشت ما

کیست قبول و چیست رد چون بنود ترا عیان
ناز مکن بخوب خود خنده مزن بزشت ما

خانهٔ ابتلا بما و آرزو نموده اند
کوچهٔ غیر و کوی یار دوزخ ما بهشت ما

رحمت او بهر روش پرورشم همی کند
باد شود بباغ ما آب شود بکشت ما

وه که ز مار و انشد کار کسے بزندگی
کاش برند بعد مرگ بهرهٔ زنگ و خشت ما

صرفه چرا کند بجور از غم عذر فارغ است
شاد بهیچ میشود طبع وفا سرشت ما

معجز عشق حسرتی پاک ستر داز ورق
هر چه بجز محبتش بود بسر نوشت ما

مهمان بایں بهانه ترا کرده ایم ما
مهمانی رقیب بجا کرده ایم ما

بر بید ریغ بخشی ساقی شگفت چیست
با عجز بے حساب دعا کرده ایم ما

ما بازمانده لب ساقی چشیده ایم
شورش بقدر تشنه کجا کرده ایم ما

آن بوی جان نواز بجانے خریده ایم
غبنی عجب بکار صبا کرده ایم ما

چون شیوه های صومعه از دل نمیرود
با اهل دیر ربط چرا کرده ایم ما

نگذاشت رشک غیر بدل لذّت وصال
از شام تا سحر گله ها کرده ایم ما

از کار کوهکن بشگفتے فتاده
هے هے ندیده که چها کرده ایم ما

از دام ما چه دم زنی ای صید محتقر
عنقا شکار گشت و رها کرده ایم ما

دستی که بود در گرو زهد حسرتی
گستاخ تا به بند قبا کرده ایم ما

چشم از هزار ناز تو پوشد کسے چرا
دل را بیک کرشمه فروشد کسے چرا

با شاهد و شراب نجوشد کسے چرا
چون من بهر نه عمر فروشد کسے چرا

گر شاهد و شراب بود در نظر دگر
از کائنات چشم نپوشد کسے چرا

چون پیش ازیں بسوئے تو تاب نظاره نیست
جانرا بیک نظر نفروشد کسے چرا

از اهل خانقاه دل افسرده گشته است
با ساکنان دیر نجوشد کسے چرا

اظهار عیب او بود اظهار عیب دوست | عیب رقیب خویش نپوشد کسے چرا

چوں از شراب محترزم حسرتی دگر
همراه غیر باده ننوشد کسے چرا

افتاده رشحے از لب ساقی بجام ما | مستی نمی رسد بخمار مدام ما
گلدسته نه بطاق و صراحی طاق گیر | کآثار صبح میدمد از روی شام ما

فالے همی زنند بهم هدهد و صبا | در آرزوے عرض سلام و پیام ما
صد گونه جهد رفت و دمی رام ما نشد | وحشی خطاب او شد و دیوانه نام ما

آں دم مگر ز شور و شر ما خبر نداشت | ساقی که ریخت باده گلگون بجام ما
رسم زمانه دیگر و انداز ما دگر | رم خورد هر که از همه گردید رام ما

ساقی بباده جاده مارا نشان دهد | مطرب بنغمه باز نماید مقام ما
نه دام خوش نه دانه خوش آماز اتفاق | هر بار شاهباز در افتد بدام ما

در تنگی حلاوت او تا کجا رسد | ترشی ندارد ایں ثمر تیم خام ما

ما حسرتی ز باده شیراز بیخودیم
ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

جاں به تن میدمد ترانه ما | غم ز دل میبرد فسانه ما

روی نوزانی ترا نازم — مهر گشت در زمانهٔ ما
صد صنم را خدا پرست کند — حسرتِ عیش جاودانهٔ ما
مستمع رمز فهم میباید — نکته ها هست در فسانهٔ ما
ملکِ نیمروز میدارد — رشک بر عشرتِ شبانهٔ ما
دیگرم نیست داوری با چرخ — گر ترا آورد بخانهٔ ما
بر زمین جستجو ز بیخردیست — بر فلک هست آب و دانهٔ ما
خویشتن را نکو نگهداری — آتشی هست در ترانهٔ ما
الحذر الحذر ز عشوهٔ غول — در بهشت است آشیانهٔ ما

راهِ هاروت میزند امروز
حسرتی نظم جاودانهٔ ما

حسنِ تو شکر ترانه هارا — عشقِ تو نمک فسانه هارا
مرغانِ چمن بشوقِ کویت — آتش زده آشیانه هارا
آخر نه ثوابت سپهر بست — از حد چه بری بهانه هارا
در خانهٔ ما چرا نیائی — ای داده بباد خانه هارا
افروخت چو رشک در دلم شمع — افشاند زیان زبانه هارا

جویای طریق بی نشانی
وزنی نهد نشانه مارا

هم گر شنود چگونه گویم
آغشته بخون فسانه مارا

گویا طمعش فتاده در من
برچیده زدام دانه مارا

چون قول تو حسرتی متین است
عارف شنود ترانه مارا

ستم زشوق باده مده بیشتر مرا
ترسم زوصل و هجر نماند خبر مرا

زان عشق خویش از همه پوشم که مدعی
شاید بسوی یار کند نامه بر مرا

راز نهفته گفتم اگر ساقیا مرنج
می گفتمت که باده مده این قدر مرا

خیزم برای طاعت و افتم بپای خم
دل تیره میشود زفروغ سحر مرا

آزار آستانه نشینان نخواستند
بردند در حریم زراه دگر مرا

بلبل بگل رسانی و پروانه پیش شمع
گاهی بسوی خویش بخوانی اگر مرا

سازم نثار آبله پایان راه عشق
ای حسرتی دهند چو گنج گهر مرا

ریشی عجب از ناوک مژگان تو مارا
عمر ابد از چشمه حیوان تو مارا

آشفتگی خاطر ما چاره ندارد
دل جمع نگردید زپیمان تو مارا

در پیچ و خم طرّهٔ تشویش در افگند
آشفتگیِ زلف پریشانِ تو مارا

این قند گل آمیخته در کام عدو کن
عهدیست بشمشیر و نمکدانِ تو مارا

شوریده دماغ و سبک انداز کسے هست
اندیشهٔ افشاست زدر بانِ تو مارا

خاموش که مارا دیت این بسکه شمارند
فردای قیامت زشهیدانِ تو مارا

باحسرتے شیفته ارباب خرابات
گفتند که عشقے است بدیوانِ تو مارا

## حرف الباء العربی

سحرِ حشر عذابِ شبِ هجران مطلب
عشرتِ وادیِ پرخار زبستان مطلب

تو چه بودی و کجا بودی و چون اُفتادی
جوهرِ پاک خود آلودهٔ عصیان مطلب

دولت و رعبِ تو دربانِ سرائے تو بس است
کم مکن قدر و بدروازهٔ نگهبان مطلب

دلِ بے عشق چه داند بچه کار است حبیب
رشکِ اغیار ازین جلوهٔ پنهان مطلب

گل نه نامِ ورقے چند بهم آمده ایست
گل چو در شهر ندیدی بگلستان مطلب

خوش نیاید برهِ عشق مرا استمداد
قولِ خویش معنی و قوّالِ خوش الحان مطلب

شیوهٔ اهل هوس نیست فغان بخش چیست
بانگِ سالم زکاشانهٔ گبران مطلب

کام و رخش هوس آمده از عشق مجو | عیش مخصوص بکفر است ز ایمان مطلب

حسرتی یافته ذوق و ز نظیری جوئی
نیشکر حاصل مصر است ز کنعان مطلب

سحر بهر دل افروز کرده ام امشب | هزار عشرت نو روز کرده ام امشب
بزعم غیر بمن گرم التفاتی و من | سپاس طالع فیروز کرده ام امشب
یقین که مهر گدازد ز گرمی نگهم | نگه بروی نظر سوز کرده ام امشب
عجب نباشد اگر روز من سیه نبود | خیال روی دل افروز کرده ام امشب
نه آن بروز جزا ماند و نه بشب گور | چه گویمت چه شبی روز کرده ام امشب
نه پند کرد اثر نے ملامتش ناچار | خیال هجو بد آموز کرده ام امشب

تو حسرتی بعد و نیز آن ستم نه کنی
که من بجان غم اندوز کرده ام امشب

## حرف الباء الفارسی

به نشه رنگ چمن زار و بدنست مخسب | بروی لاله و گل می کشیدنست مخسب
چو روز حشر گذشتست نیم شب بے تو | کنون دم طرب و آرمیدنست مخسب

ز لالہ دیدنِ لالہ گرت ہواست بخواب
بہارِ قدرت صانع چو دیدنست مخسپ

ہماں فروغ کہ رفت از رخِ مہ و اختر
بروی لالہ و گل در دمیدنست مخسپ

مے مغانہ بکش زلفِ عنبریں بکشا
بریزش ابر و صبا در وزیدنست مخسپ

سحر ز بادہ گذشتن چہ مایہ بدمستی است
زباغِ صبح گلِ عیش چیدنست مخسپ

نقاب از رخِ گل برکشید بادِ صبا
نوائے دلکشِ بلبل شنیدنست مخسپ

دمِ صلوٰۃ و صبوحیست حسرتی برخیز
بنعمتِ دو جہاں گر رسیدنست مخسپ

## حرف التاء

کلہ از ماندن کویت ہیچ جا نیست
کہ من از جا نتوانم برخاست

از غمِ زیست بجاں آمدہ ام
یارب آں قاتلِ ہر جم کجاست

آنکہ بیخواب بود چشمِ من است
وانکہ بیدار نشد طالعِ ماست

او چو بر گورِ غریباں آمد
بہرِ تعظیم قیامت برخاست

من نمی ترسم ازاں گردشِ چشم
گردشِ چرخِ سیہ روچہ بلاست

گر جفا ہا نگذارند بتاں
بگذارید کہ مائیم و خداست

آرزومند جفا نیست عدو
حسرتی اینهمه نومید چرا است

نے بدل هر چه بود صحبت درویشانست
نے خلل هر چه بود فرصت درویشانست

آنچه خواهند و بیابند نخواهند آنرا
وین سخن شمه از همت درویشانست

روز کرده است شب تار سیه روزانرا
لمعه نور که در طلعت درویشانست

حشمت ار هست همین حشمت ایشان باشد
دولت ار هست همین دولت درویشانست

شرف گوهر خود را چو رعایت کردند
لاجرم در همه جا غرت درویشانست

بر در خلوت شان پای شهان می لرزد
چشم بد دور عجب سطوت درویشانست

مخروش ار چه ز عالم بالا دارند
که ز آفاق برون خلوت درویشانست

یعلم الله که شقی نیست جلیس ایشان
مژده آنرا که سر صحبت درویشانست

نے تکلف بود اندر کنف رافت حق
هر که اندر کنف رافت درویشانست

زود بینید که مخدوم جهانے گردد
هر که اندر گرد خدمت درویشانست

حسرتی دور مدار ار بفلک سایم سر
سر من خاک ره حضرت درویشانست

پر فتنه روزگار ز سحر نگاه کیست
دور سپهر گردش چشم سیاه کیست

من خود نگویم اینکه تو میترسی از رقیب
طرز نگاه و سوسه فرما گواه کیست

پیوعده یک نفس مژه برهم نمیزند
نرگس فریب خورده چشم سیاه کیست

بلبل در آتش از گل و شبنم ز آفتاب
آن برق را معاملتی با گیاه کیست

آمد برنگ سرمه و گل در دماغ و چشم
ای هم نفس بگوی که این گرد راه کیست

هرکس ز چشم عشوه فشانت بحالتی است
لب بر لبم بنه که بدین سو نگاه کیست

از شوق جان دوباره ندادن گناه من
باغیر برمزار گذشتن گناه کیست

برخاک حسرتی گذد و هرکه زاهل دل
گوید که این خجسته زمین عز ابگاه کیست

مطرب بزم بهنجار نوا سازی هست
ورنه هر پرده او پرده براندازی هست

در سر آغاز ریاحین چه قیامت آرد
آنکه در فصل خزان نرمه پردازی هست

رازت ار فاش شود عربده با من نکنی
غیر من نیز ترا محرم و همرازی هست

کار همت نه باندازه طاقت باشد
مرغ بسمل شده را سر پروازی هست

لب جان پرور او هرچه که دارد دارد
ما نگفتیم و نگوئیم که اعجازی هست

ناز چندان مفروش ای چمنستان عراق
که دریں گلکده هم مرغ خوش آوازی هست

فاش شد راز زبی طاقتی دل چه کنم
شوخی شیوه تو پرده براندازی هست

همتم بیں کہ تماشیفتۂ خود خواہم
صحبہ در بندِ گرفتاری شہبازی ہست

خواجہ را شوق نظربازی و من می ترسم
کہ دریں جمع حریفی قدر اندازی ہست

نہ ہوای گل و گلشن نہ ملالے زقفس
حسرتی در دلِ من حسرتِ پروازی ہست

چیزے بجز از نورِ خدا جلوہ نمانیست
آں نور چہ گویم کہ کجا ہست و کجا نیست

پوشیدہ خورم بادہ و آہستہ کنم وجد
در اہل خرابات رہ و رسم ریا نیست

ایں کار ہوائیست کہ خیزد زتہِ دل
آشفتگی طرّہ او کار صبا نیست

تمییزِ من و تو شدہ از روز تنزّل
در مرتبہ غیب نہ نامے نہ نشانیست

کاشانہ بیارای بہار از چمن رفت
مطرب بطلب بلبل اگر نغمہ سرا نیست

صد شکر کہ ما طاقتِ آزار ندا ریم
ہم تیر ندارد پر و ہم آہِ رسا نیست

اندیشہ چیزے بسرم نیست اگر ہست
جز آں رخِ نورانی اندیشہ نمانیست

گر بام بلند است کمندِ دگر آور
واماندگی از بسی رہ انیست روانیست

از حسرتی وحوصلہ او چہ سرایم
شوریدہ دلی دارد و آشفتہ نوانیست

دل جور تو از لطف تو چوں باز ندانست
دانست کہ معشوقہ من ناز ندانست

بر شمع حسد چیست کجا شعله کجا برق
پروانهٔ تو شکر که پروا ز ندا نست

از بسکه بارباب هوس کار فتاد است
هم عشق مرا جزء هوس وا ز ندا نست

از مردن خود نیست غم اما غم انیست
گویند که معشوق تو اعجاز ندا نست

دشمن بسخن آمدنت خواسته گوئی
قدر نگهِ چشم سخن ساز ندا نست

در چارهٔ او کوش که دیوانه ات امروز
از نکهتِ گل بوی ترا باز ندا نست

از بیم تو شب حسرتی زار همی کرد
زین گونه فغانها که کس آواز ندانست

از پے صیدِ تو صد دام بهر جاے هست
جرم من چیست مرا نیز تمناے هست

سرسری بود طلب وعدهٔ واثق فرمود
بیشناسد که کرا حد تقاضاے هست

اندریں بزم لبنوان ادب باید زیست
هر کجا انجمنے انجمن آراے هست

ناصح و ساد گیش بیں که بعمرے بشناخت
که خطابش بکسے هست که خود راے هست

تهمتِ طرفه ببزمِ تو عدو بر من بست
کز ره شید و ریایم سر صهباے هست

ایں قدر بار تعلق که تواند برداشت
آه از من که دلے هست و تمناے هست

کیست کایں مژده بر معتقدانِ اورا
خلوت و حسرتی و شاهد رعناے هست

غیر بگیر بخته از مقتل و غوغای هست
کاش دانند که مارا چه تمنای هست

شب چه رفته است درین بزم که در کوچه هنوز
نفحهٔ یاسمن و نکهت صهبای هست

ناصحا منع برونت چه از خوامد داد
اندرون دل من ولوله فرمای هست

خار را خوار نگیری که گلش در جیب است
قطره را سهل مپندار که دریای هست

جای من تنگ بهر جای ز رسوائی من
جز خرابات که آنجا همه را جای هست

شحنهٔ طور کجا دخل فشانی کو
منتظر باش اگر تاب تماشای هست

جام در دست و نیارم که خورم یا ریزم
کار من با صنم حوصله فرسای هست

اضطراب دگر افزود دل شیدا را
التفات تو که مانا بمدارای هست

دوش میگفت و ز لعل لب او گل میریخت
حسرتی نام مرا عاشق شیدای هست

زاهد که با کار چنین از می ناب است
ترسم که مرا خلد ننوشد که شراب است

رخسار زخوی تر شدهٔ غیر چه بینی
کاین آب ز دوراست و نزدیک سراب است

دانم که بهر شیوه دلم میرود از دست
دیگر نشناسم که چه لطف و چه عتاب است

پیرانه سر و ولوله کار است وگرنه
شوریده سری شیوهٔ ارباب شباب است

هر کس نه شناسا رموز است وگرنه
هر حرف مرا از طرف دوست جواب است

در انجمنش غیر و من از رشک در آتش | کافر بهشتست و مسلمان بغدا بست

ای حسرتی این شهره در آفاز که باید
صد شعر ز نظمت بزبان و بکتابست

در دهر مطرب و می و پیمانه خوشتر است | آنهم زمان صحبت جانانه خوشتر است
زاهد بر غبتی کشدم سوی خویشتن | گوئی که خانقاه ز میخانه خوشتر است
با بوعلی بساز نه با قیس ای جنون | دیوانگی ز مردم فرزانه خوشتر است
تا مهر شهپر عنقا بر آورد | با آفتاب صحبت پروانه خوشتر است
یاران آشنا بوفا امتحان کنند | اخلاص تو بمردم بیگانه خوشتر است
واعظ خوشست جمله نعیم جنان ولے | رود و سرود و باده و پیمانه خوشتر است

ای حسرتی ز شوکه ز پا لغزناک نیست
خرامش متانه خوشتر است

نشان الفت پنهان ضرورت است | نگاهے تا سر مژگان ضرورت است
مرا فرمود ترک عشق دانا | حذر از صحبت ناداں ضرورت است
ندارد شکوه پایان مختصر به | نوازش هائے بیپایاں ضرورت است
نشان همتم را تربت من | کنار چشمه حیوان ضرورت است

خندهٔ واجب بود از چشم بدبین — به پیشش رفتنم پنهان ضرورت است
بود با کون آلایش که گل را — بشبنم شستنِ دامان ضرورت است
بود باوی مباد انکته چینی — مرا آرایشِ ایوان ضرورت است
نیاساید دلم بیکشنه امشب — حکایت‌هایِ آن مژگان ضرورت است
نگاهِ کافرش غارتگر افتاد — مسلمانان غمِ ایمان ضرورت است

شنیدم حسرتی بلبل صفیری
صفیری چند در بستان ضرورت است

بیتابم و یار را خبر نیست — مینالم و ناله را اثر نیست
بر طرّهٔ پرشکن چه نازی — آخر ز دلِ شکسته تر نیست
آغاز محبت است ای چشم — هنگامِ تراوشِ جگر نیست
در خاطرِ صافِ صبح خیزان — نوریست که کمتر از سحر نیست
در انجمنت بسر رسیدم — در عشق تمیز پا و سر نیست
مائیم و فغان که در محبّت — دستور ترانهٔ دگر نیست
با آنکه گریز نیست از تو — در بزمِ تو رغبتِ گذر نیست
چشم بد دور از جمالش — می بینم و طاقتِ نظر نیست

هنگامه فروز بزم عشق است — هر چند که آه را اثر نیست
سرمایه حسن بوستان است — هر چند که سرو را ثمر نیست

یاران بهم اند و بزم شعر است
افسوس به حسرتی خبر نیست

پیش او قدر من و رتبهٔ اعیاری کیست — مست ناز است برش هیچ و هشیاری کیست
یار در آئینه بین یا لب دار بر آ — خویشتن را بشناس آئینه داری کیست
ایدل از نالهٔ خس باش که بیدرد انرا — صوت مرغ چمن و مرغ گرفتاری کیست
دشمن من همه دهر است بعشق تو ولے — وقت دل خوش که دریں کار مددگاری کیست
شکر لله که من و تو ز جهان ممتازیم — لب کلریز یکے چشم گهرباری کیست
می که مانند نگاه تو گران مے ارزد — اندریں شهر مگر خانهٔ خماری کیست
ذوق این زمزمه از خویش برونم آورد — مے سرایند که دلداده و دلداری کیست
اندکے لطف گرفتاری دل را کافی است — دانهٔ البته بباید کم و بسیاری کیست
بر بهم آمدن خیل هوسناک منازل — حسن یوسف چو فروشند خریداری کیست

دمے بر سر سخن از اهل سخن بود که گفت
بے سخن حسرتی امروز دریں کاری کیست

شب با رقیب هم نفسم یار را گرفت
این فتنه روی داد سر راه ناگرفت

آن زد راز رقیب و طریق جفا گرفت
افسر ز شاه برد و گلیم از گدا گرفت

یاران بخواب راحت و فیض دم سحر
اندک ربود غنچه و اندک صبا گرفت

هنگام خاستن بربد تاز دست او
دانسته یار گوشهٔ دامان ما گرفت

زنهار با کسی سر و کاری نداشتم
حسن تو جلوه کرد و ز من کار ها گرفت

محرم ز راز ناشده افشای راز کرد
ناگاه نیشتر زد و در پار سا گرفت

زین کشمکش سلامت جانم امید نیست
دامانم او گرفت و گریبان قضا گرفت

بس خویش را بنرخ گران می فروختم
بوی تو دوش آمد و از من مرا گرفت

شب دلدهی نمود و ز من بهر و تاب برد
با حاسدان بگو که چه دادو چها گرفت

بیگانه وار آمد و برد آنچه داشتم
دل مانده بود آن نگه آشنا گرفت

آن لحن خوش که حسرتی آشیب کار داشت
در حیرتم که مرغ سحر از کجا گرفت

بنا له کوه کنم دوش در هجر ان گفت
چو گفتمش بگو از رشک گفت نتوان گفت

ترانه زا شده بلبل شگفته گل شاید
سخن ز جلوهٔ تو باد در گلستان گفت

بعاشق آنکه بیاموخت راه و رسم وفا
بدلبران نه برای شکست پیمان گفت

زرشکِ خونِ دل از دیده ریخت تا دیدم
بگوشِ گل سخنی عندلیب پنهاں گفت

ہوشمندیِ پیرِ مغاں نگر کہ مرا
پے شکستنِ توبہ بروز باراں گفت

دلم شگافتہ شد چوں ز حسرتی غزلے
بنالہ وقتِ سحر طائرِ خوش الحاں گفت

دلم بجانبِ آں ماہ مائل افتادہ است
کہ با نجوم و کواکب مقابل افتادہ است

بظرفِ پیرِ خرابات میتواں دیدے برد
زہی ہوی کہ در اہلِ محفل افتادہ است

تو بدگمانی و در پہلوے تو خوش چشمے
نگہ بروے تو زیں روی مشکل افتادہ است

ہر آنکہ یافت ز اہلِ صفا نظر دا ند
کہ انکشافِ حقیقت چہ مشکل افتادہ است

اگرچہ غیر ز من ہر چہ گفت گفت دروغ
ولے خوشم کہ ترا رشک در دل افتادہ است

ز صحبتِ می دوشیں مرا خبر کہ کند
صبا بگوشۂ بزمِ تو غافل افتادہ است

دعا بکعبہ پذیرند لیک حیرانم
امیدوار ز میخانہ سائل افتادہ است

یکے ز ناز بسوی چمن خرام و ببیں
کہ عندلیب بروے تو مائل افتادہ است

اجل بوقتِ معینِ رسد مرا چہ نشاط
ازینکہ آں بت طنّاز قاتل افتادہ است

خرد زمانہ بسرخِ کمالِ نقصانش
کہ حسرتی بفنِ خویش کامل افتادہ است

گمانِ بد چو بمن بر دشمگیں نہ نشست
زصد ہزار یکے نقش اینچنیں نہ نشست

بسوی عنبر زبس تیز راند توسن را
بدل نشست غبارے کہ بر زمیں نہ نشست

کدام پردہ بہ ہنگامۂ بہار کشاد
کہ مرغ یکنفس از نالۂ حزیں نہ نشست

مگر ز سوزشِ رشکم خبر نداشت کہ گفت
ببزم دوست کس افسردہ اینچنیں نہ نشست

فگندہ است سپہرم بہ بندِ صیّادی
کہ گاہ دام نگسترد و در کمیں نہ نشست

بروں نرفت ز میخانہ حسرتی گاہے
کہ یکدو ساعت در پیشِ اہل دیں نہ نشست

پیشِ معجزہای لعلت سحر بابل سبز نیست
حق چو گل چون پردہ بر افگند باطل سبز نیست

اختر پروانہ تاریکست گو خورشید باش
بال طوطی گر بود بختِ عناول سبز نیست

آب شمشیر تو گو یابود از زہر نگہ
دانہ افشانند گر در خاک بسمل سبز نیست

یک شجر از گرمی رخسار عالم سوز تو
در گلستاں گر کنی ترتیب محفل سبز نیست

ہر کجا چیند دکانِ فتنہ آں چشم سیہ
گر ہمہ اعجاز باشد سحر بابل سبز نیست

برق بیحاصل بود بر کشتِ من ای آسماں
باید ابرے چوں ہنوزم برگ و حاصل سبز نیست

سبزکاریہای من وارد فلاطونرا بر شک
ورنہ ایں فن حسرتی در چشم عاقل سبز نیست

صنمے صبح بر آمد بتفرج ز کنشت
برِ وقت من افتاد گذارش سر کشت

گفتش کیستی اینجا بچه کار آمده
ای رخ و طرّهٔ تو سنبل و ریحان بهشت

گفت دارم سخنے چند بپرسش ور خور
خوب در دهر چرا آمده کمتر از زشت

گفتم این سرّ ملوکست بدینها مگرای
گفت سنجیده شمردی سخن ای خوب سرشت

گفت رمزیست خرد سوز که دارد بتیاب
التهاب شرر او جگر خسته برشت

بر سر موی ضعیف اینهمه بار از چه فتاد
گفتش زانکه دل ما بمحبت ببرشت

گفت من هم سخن نادره گفتن خواهم
گر چه طبع تو بگیتی سخن نغز بهشت

لطف او مومن و کافر نگذارد محروم
پرتو دیو چرم نکهت گیسو به کنشت

دوش این طرفه غزل خاطر من انشا کرد
حسرتی خامه و آمه طلبید و بنوشت

دیده گه طرف آدم و گه سوی بهشت
اندر اندم که قضا دانهٔ گندم میکشت

خالی از خویش شود سوی خرابات خرام
که به پیمانهٔ ما نیست بجز لطف سرشت

روش باد بهاری بتو ارزانی باد
نامه بر دیر شد آن ساده رخم خط ننوشت

لخت دل را نمک از پستهٔ خندان تو بود
که باین خوش نمکی هیچ کبابے نه برشت

تو دبزمے که دراں بزم عیار بدو نیک
من و گنجے که دراں گنج نه زیبا و نه زشت

جنت آں نیست کہ دارد گل و نسرین و سمن
ہر کجا رخصتِ دیدار ہما نجاست بہشت

می نماید کہ نہانی کرم او کم شد
نگراں دید مرا سوئے خود و پردہ نہشت

دامن ناز فشاں از سرِ خاکم مگذر
کہ گلم نیز سرشت آنکہ گلت را بسرشت

زلف مشکین ترا بادِ بہاری آشفت
برہمن رفت سوی کعبہ و زاہد بکنشت

حسرتی نیز ہماں گفت کہ حافظ گفتی
مدعی گر نکند فہم سخن گو سر و خشت

نرخ دل سہل شد و سستی بازاری ہست
ایں متاعیست کہ در دست خریداری ہست

حسن بے کیف کجا چشم جہاں بیں ز کجا
ہر سرِ موئے مرا لذتِ دیداری ہست

در نزاع من و او داوریے فرماید
گر کسے جانبِ انصاف نگہداری ہست

فرصت باد مذکر کہ عجب خوش سخنی
بگذر از من کہ من دلشدہ را کاری ہست

ہر کرا روضہ دل ہست تفرّج گاہے
خرمش نیست کہ بستانے و گلزاری ہست

لاجرم کار خرابات ز نظم افتادہ است
ساقی امروز کہ در نشۂ سرشاری ہست

پردہ داری چو نشد تکیہ بدنام افتاد
ورنہ پوشیدہ بصد جابت و زناری ہست

اثر جلوہ ہمیں است کہ بیخود باشم
ورنہ اذنِ نظر و رخصتِ گفتاری ہست

خجلتے بود ز بے جرمی خویشم کہ پرس
للہ الحمد کہ از قتل منش عاری ہست

حسرتی روزی آسودہ دلاں بسیار است
ایں نمک پیشکش سینۂ افگاری ہست

یار را دل ربودنم ہوس است
برق اندر کمینِ مشتِ خس است

ہر ادای تو عشق ایجاد است
حسن انجام صفت بوالہوس است

دیدنِ رویت آرزو دارم
وز تو چشمِ قبول ملتمس است

شیوۂ چند لازمِ رندیست
زاں یکے ارتباط باعسس است

مگر آں دلنواز مے آید
ذوق دیگر بنالۂ جرس است

پستی غیر و سرافرازی ما
ایں نوادر ز آہِ چرخ رس است

صوتِ مرغِ چمن کجا و کجا
نالۂ بلبلے کہ در قفس است

نگہے غمزۂ ستمگر خندے
اندکے التفات از تو بس است

حسرتی در شمارِ خس اما
شعلۂ شوخ در نہادِ خس است

زخمے بجانم از مژۂ دلنشیں زدہ است
فریاد مُہر بر لبِ جانِ حزیں زدہ است

پروانہ کہ راہ ببزمِ تو یافتہ است
چوں دل بر شعلۂ تو بشمعِ آستیں زدہ است

داغط بوصفِ خالِ خندش گرم آنچناں
گوئی کہ بوسہ ہا برخِ حورِ عین زدہ است

تلخست با مذاق من امشب حدیثِ غیر
شاید کہ بوسۂ لبِ شکّرین زدہ است

بینم کہ موکشاں بکجا مے برد مرا
آں بُت کہ راہِ زاہدِ خلوت نشیں زدہ است

نارم بلبند ہمتی آہِ خویش را
بر چرخ خیمہ در قدمِ اولیں زدہ است

تا نقشِ مہرِ تو بدل حسرتی نشست
از غیر ہم زدفترِ خود حرف کیں نمودہ است

زباں زبانہ فشاں و نفس شرر ریز است
مرا گناہ نباشد مے مغاں تیز است

فغاں کہ مائلِ آں حور پیشہ ام کورا
ستم بکوہکن و ہم جفا بہ پرویز است

غم و سرور نباشد بیک دل اندر جمع
بر نج عشق تو نازم کہ راحت آمیز است

یکے بسوی گلستاں خرام و سیرے کن
جمالِ صبح چو حسنِ صنم دلاویز است

بہار لالہ دماند و ابر گوہر ریخت
نسیم غالیہ افشاں و رائحہ بیز است

شکر فشاں شدہ طوطی ز نغمۂ شیریں
ہزار ازدم پُر درد شور انگیز است

عنانِ او طرفِ کوہکن کہ گرداند
ز مام خواہشِ گلگوں بدست شبدیز است

بغیر مے نخورم جز بمیکدہ نروم
زنان پیری و وقت صلاح و پرہیز است

ہوای گلشنِ کشمیر حسرتی را نیست
دلش بہند کشاید کہ آدمی خیز است

نهال قامتِ شیرین عجب بانگیز است
چه غم که پرورشِ او بخون پرویز است

فزون ز زلف کشد خط سبز او دل را
بدیده بیش خلد سبزهٔ که نوخیز است

هنوز وصفِ عشاق جان می یابد
که با رقیب جفایت عنایت آمیز است

بحکم آنکه مداوا کنند مثل بمثل
شراب تیز بنوشم که آتشم تیز است

در آتشیم ز دل گرمیت که شیرین را
بکوهکن نظرے بهر رشک پرویز است

دعا ز پیر مغان خواستم حکیمے گفت
شفای جمله علل منحصر به پرهیز است

بده ز گفتهٔ خود حسرتی بما غزلی
شنیده ایم که شعر تو درد انگیز است

تنها همین نه صورتِ زیبا ازان تست
زیبای آیتی است که نازل بشان تست

اینجا چگونه سایه فگندی که امتت
انجا بزیر سایهٔ سرو روان تست

اسرار غیب جلوه فروز است اندراں
روشن دلی که خاطر او رازدان تست

دُرِّ یتیم را چه بهار و بروے او
هر نکتهٔ که از لب گوهر فشان تست

رفت آنکه بود ذکر دم عیسوی کنوں
هر جا حکایت از لب معجز بیان تست

خوں گشته به دلے که نجوید رضائے تو
بر دل به سرے که نه بر آستان تست

هم صندلِ جبیں سزد و هم عبیر جیب
آں خاک مشکبوی که بر آستان تست

کو دست دیو کو گهر شب چراغ من
درج دلم بعزت مهر و نشانِ تست

آنی که حُبّ و بغض تو شد حب و بغض حق
آنی که امر و نهی خدا بر زبانِ تست

عرشِ عظیم را نبود تاب این قدر
بر تو تجلی است که شایانِ شانِ تست

شاهان بحق صدر نشینانِ بارگاه
رحمے بریں شکستہ کہ در کاروانِ تست

لطفے کن و مبین کنہ ناصواب او
چوں ہر چہ ہست حسرتی آخر ازانِ تست

چیست کہ این نخواستہ اختر و آں فلک مجواست
آنچہ خدا نخواستہ خاطر ہیچ یک نخواست

شورش بد گمانیم ولولہ در دروں فگند
شیوہ مہربانیش رسم طہور شک نخواست

ملح بود مطایبت لیک نہ ہر کجا رواست
ہیچ کسے بیادہ در چاشنی نمک نخواست

دوش گدای لای خوار بر در دیر می سرود
یافت فقیر بینوا ہر دو سرا۔ زیک نخواست

شیوہ ما ربودگی طینتِ ما فسردگی
مطرب ما نجست سے بادہ ما گزک نخواست

وصل رضای چرخ نیست بلکہ شک اندریں مگر
ہم دل تو نخواستہ آنچہ دلِ فلک نخواست

حسرتیا بکار خود یاوری از کسے مجو
مرغ برائے آشیاں از دگراں خسک مجواست

پس تغافل جنگ کن گر آشتی منظور نیست
دل بدست تست اما ایں قدر مجبور نیست

خلد را انعام پنداری نه جلدوی عمل
قصر جنت ساختن اندازهٔ مزدور نیست

شعشعانِ حسن بر رویش نقاب انداخته
شاهدِ مستانهٔ ما از کسے مستور نیست

هر یکے را جلوهٔ دیگر دل از کف می برد
در سرِ مجنوں هوای نغمهٔ منصور نیست

از صدای چنگ و نی از خاک سر بر میکنم
بعث و نشر اهل حالت منحصر بصور نیست

هان و هان قاصد سلام ساده از من گوی و بس
در حریم حرمت سلمی جز این دستور نیست

دیده ام در بزم وی پرهیزت از مژگان وی
حسرتی این تقویٰ زهدت زشید و زور نیست

عاشقت چل من بے نام و نشاں میبالیست
نه فلاں ابن فلاں ابن فلاں میبالیست

تو گرانمایه نژادی و گرامی گهری
راز عشق تو چو حسن تو نهاں میبالیست

گه بمستی قدم رغبتِ طاعت در دل
سجده هم بر سرِ کوی مغاں میبالیست

گر رعنت از رخ خورشید بتابش بیش است
چه عجب تفرقهٔ پیر و جواں میبالیست

[illegible] چمن دارد دلم وا نشود
[illegible] تفریح بهشتی بهماں میبالیست

حسرتی ظرف کم و شکوه زساقی مهیات
داده اند آنچه بهر شخص همان میبالیست

از نالهٔ من بر لبِ یار الحذرے هست
چوں نخل گل آور دامید ثمرے هست

ہرچند ز خود بیخبر افتند ولیکن
با اہل خرابات زہر جا خبرے ہست

زنہار کہ از راہ برد جادوی ناصح
آنرا کہ بدنبال بت عشوہ گرے ہست

چوں طاقت پرواز ندارد ز گلستاں
بلبل چہ سراید کہ مرا بال و پرے ہست

جاں دادن عشاق بصد ذوق چہ بینی
بنگر کہ ز معشوق نہانی نظرے ہست

امید کہ آں حسرتی شیفتہ باشد
گویند کہ در بادیہ آشفتہ سرے ہست

# حرف الثاء المثلثة

ہرچہ کشتیم و درودیم عبث
ہرچہ پختیم و ربودیم عبث

بہشی چند در انجا دیدیم
در میخانہ کشودیم عبث

سخن آں بود کہ گفتند نیاز
غیر ازاں آنچہ شنودیم عبث

سرپا بے لغط ہم نزدی
بر دیرت ناصیہ سودیم عبث

از در یار کسے باز نگشت
غیر را منع نمودیم عبث

عشق ہم عقل نظر حیراں ماند
عشق عقل فزودیم عبث

رہزنے نامدونے راہبرے
راہ گم کردہ غنودیم عبث

نیست شکلے کہ شود عکس پذیر
زنگ از آئینہ زدودیم عبث

حسرتی مجلسِ ما مثل شد
سخنِ عشق سرودیم عبث

## حرف الجیم العربیہ

دلدار را تفرج بستاں چہ احتیاج
گلزار را بسیر بیاباں چہ احتیاج

رشکِ رقیب کم زنگہباں نبودہ است
ہنگام بودنش بہ نگہباں چہ احتیاج

داری اگر سرے سر و ساماں چہ حاجتست
داری اگر دلے بگلستاں چہ احتیاج

می خوردنم بہجر شنیدی غم لبسنج
دیگر گواہ پاکی داماں چہ احتیاج

خود خواہش وفا نکند سخت کوش عشق
معشوقہ را بسستی پیماں چہ احتیاج

شوریدگاں بنالۂ خود وجد می کنند
مارا بہ بلبلانِ سحر خواں چہ احتیاج

صد نالۂ شکستہ بلب در دل و ہنوز
گوئی ترا بپرسش پنہاں چہ احتیاج

ہاں با منت مطالبہ از راہِ دوستی است
اما بزم گاہِ رقیباں چہ احتیاج

بلقیس وش صنم چو دهد دست حسرتی
دیگر بملک و مال سلیماں چه احتیاج

# حرف الجیم الفارسی

نے وصل دوست عیش و نشاط زمانه هیچ
صهبای صبح گاه و شراب شبانه هیچ

نے در درون جنت و نے در آتشم
عیش مغانه دلکش و کیش مغانه هیچ

ما عندلیب گلشن قدسیم وای ما
کاندر قفس خوشیم و غم آشیانه هیچ

مطرب خموش فکر غزل می کنیم ما
پیش صریر خامه نشید و ترانه هیچ

ای حسرتی ز طول سخن اختصار به
وانی که این نسیم است بر نگ زمانه هیچ

در تفته دل جلوه دلدار بود گر هیچ
در مشهد پروانه بود تار و دگر هیچ

جاں بر لبم و شوق لقائے تو بجانم
یارب که رسد مژده دیدار و دگر هیچ

در انجمن یار خوشی را نبود بار
ساقی می از خویش ربا آر و دگر هیچ

دستے نه بدامانی و فرقے نه بپائے
زهاد و همیں جبه و دستار و دگر هیچ

یک فرزند بیم که مشغول کار است
در میکده ها هستی بیکار و دگر هیچ

پابند رسوم اند و حقیقت نشناسند
در بتکده ها قشقه و زنار و دگر هیچ

آن آی پرداز تو دیدی که چها کرد
در آینه ام عکس رخ یار و دگر هیچ

مائیم و بت ماه وشی زهره نوائی
وز می خم چند و دو سه میخوار و دگر هیچ

وحسرتی از انجمن و غلغل چو رفت است
گفتند فقیهان که تو او وار و دگر هیچ

## حرف الحاء

ممنون اختر م که فرستد پیام صلح
آن مه که ننگ داشت هزاران زنا م صلح

بس عشوه خوردم از نگه التفات تو
آخر پیام جنگ شمردم پیام صلح

بر من می محبت و لطفت حلال باد
زانسان که بر رقیب حرام است جام صلح

غیر از حدیث جور و سخن های دشمنی
زنهار از لبت نشنیدم کلام صلح

مختل بفصل گل شده باشد دماغ او
دشمن که بخته است خیالات خام صلح

لطف و عتاب یار چو دام و قفس بود
از جنگ گر رهاشوی آرد بدام صلح

ذکرِ ستیزہ تنگ کند دل چو ذکرِ عیز
ذوقے دہد بروح چو نامِ تو نامِ صلح
باوی شدم دو چار بجزے کہ عیز ہم
گفتا کہ باد تا بقیامت قیامِ صلح

ای حسرتی بچشم جگر تفتگان شوق
حزمّ تراست از سحر عید شامِ صلح

# حرف الخاء المعجمہ

چناں بکشتنِ عشاق آسماں گستاخ
کہ دشمناں پئے آزار دشمناں گستاخ
ز سجدہ ہائے منش اجر بیشتر بخشند
رقیب اگر بنہد پا بر آستاں گستاخ
اگر نہ یوسف کنعاں متاع شان بودی
بسوی مصر نمیرفت کاروان گستاخ
دعا کنم کہ عدو سوی آں حریم رود
کہ یار منع نمودہ است و پاسباں گستاخ
برو بخلوت وا ز خود نشانۂ مگذار
بزم مہانتواں حبت از ونشاں گستاخ
عجب کہ صحبتِ من با تو سازگار افتد
تو نازشیوہ غرورت بسر زباں گستاخ
چگونہ بلبل شوریدہ در نوا آید
کہ برق میجہدش تا بآشیاں گستاخ
ز عشق بگذرد و محرم شود بنازِ بری
کہ در ادب گہ ناز است رازداں گستاخ

رقیب ہرزہ سرا بید زتنگ ظرفی من | شدم بحیلۂ مستی بامتحاں گستاخ

چو حسرتی بدلم ربط معنیٔ خوش را
چنانکہ بالب آزردگاں فغاں گستاخ

# حرف الدّال المهملہ

سینۂ اہلِ صفا طرفہ جہانے دارد | ایں جہانیست کہ از دست و نشانے دارد

چشم بکشای کہ نرگس باشارت فرمود | سوسن آں راز کہ بر نوک زبانے دارد

باور افتد زہمہ عرض محبت جز من | من ندانم بمن آیا چہ گمانے دارد

کار رنداں ہمہ جانبازی و خوں آشامی است | مدعی صحبتِ ایں قوم زیانے دارد

قصۂ خلوتیاں گو بدف و چنگ مگو | مطربِ انجمن آشفتہ بیانے دارد

گر قدح گیر و گر شیوۂ رندی ورزد | بگذارید کہ ریحان جوانے دارد

شوخیٔ فطرتش آں نیز تصنّع دانست | دل کہ لختِ جگر آلودہ فغانے دارد

سالہا باز بگفّارہ ستم ورزد | دلِ من شاد اگر یک دو زمانے دارد

حسرتی گو سخنِ خواجہ بلند است ولے

کلک مانیز زبانے دیبانے دارد

بامنبچہ صوفی مسر بازار برآمد
نامحرم ایں کار بانکار برآمد

آں در گرو رونق بازار شکستن
ویں طرفہ کہ ایں نیز مدد گار برآمد

از رشک عدو قطع نظر ساختن از یار
آساں بنظر آمد و دشوار برآمد

آں حرف کہ بیگانہ بشوراب بلا بُرد
شیریں زلب محرم اسرار برآمد

کاریکہ خجل داشت نکیسا نفساں را
از زمزمۂ مرغ گرفتار برآمد

ساقی بعطا بود و مغنّی بنوا بود
ناگاہ ز خلوت کدہ دلدار برآمد

از بہر دم آب بظلمت چہ شتابی
دریاب کہ سرچشمۂ انوار برآمد

از نرگس مخمور تو شب ذکر ہی رفت
زاہد سحر از خانۂ خمّار برآمد

دوش از سر تحقیق چو در خود نگرستم
تسبیح بکف بودم و زنّار برآمد

با دُرد کشاں بد نتواں بود کہ بس کار
از ہمت ایں قوم گنہگار برآمد

چوں دید دلم شورش غوغای قیامت
پنداشت کہ از پردہ سرا یار برآمد

با حسرتی خستہ مرا آنچہ گماں بود
از شعبدۂ وہم غلط کار برآمد

ہر چند شغل بادہ ازیں خستہ دور بود
تسلیم امر پیر مغانم ضرور بود

از بخت و اتفاق بهم ماند آشتی
دلدار تند خوی و دلِ من غیور بود

رفتم که خویش را بعفاف امتحان کنم
او را بمن هوسے و دلم ناصبور بود

هر چیز را بتو نگرستم مگر ترا
بیرم بآں جفا که بوقتِ ظهور بود

قربش طلب کنی و خودی سدِّ راهِ خود
ایں نعمت آں ربود که از خویش دور بود

آوخ که پایمال غم عشق و رشک شد
عمرے که دستگاه نشاط و سرور بود

واعظ بجوش بود حریفے بگوش گفت
اندک بخویش هم نگرستن ضرور بود

دل تا دماغ چشمهٔ نوراست موج زن
ساقی مگر بجام شرابِ طهور بود

رو کرد دم از بسوی خرابات حسرتی
عیبم مکن که طبع ز دنیا نفور بود

برائے ولوله کردن بهانه میخواهند
معاشراں سخنِ عاشقانه میخواهند

چه بیخودند شهیدانِ عشق کز پئے زخم
نمک ز مطربِ شیریں ترانه میخواهند

مریدِ پیرِ مغانم که پادشاه و گدا
مرادِ خویش ازیں آستانه میخواهند

ببیں دماغِ عنادل که چوں بود غوغا
نگه بروی گل از آشیانه میخواهند

نه سالکانِ طریقش رفیق میجویند
نه سائراں سبیلش نشانه میخواهند

بلهواهلِ خرابات انجمن نه زنند
بجامِ می زدو عالم گرانه میخواهند

روان بسوی وی از هر دیار قافله تا
کراهی طلبند و کرانه مینخواهند

مغان در آب کنند امتزاج زهر نگاه
صبوح داد شراب شبانه مینخواهند

بصلح حسرتی و یار هر دو را میل است
ز شرم واسطه در میانه مینخواهند

معشوقه که خوشخصال باشد
به زانکه پری جمال باشد

زی بتکن و مے بریز کاینها
زیبا بشب وصال باشد

از مجلس رشک خیز برخیز
گر قوت انفعال باشد

پرنورتر از مه دو هفته
معشوقه هفده سال باشد

خوش طرفه حکایتی است از غیر
بد گفتن اگر حلال باشد

صد پرده بروی دوست بستند
زان جمله یکے جمال باشد

دل بستن تست ممکن امّا
دل کندن ما محال باشد

مزمار ز کف بنه مغنّی
کاین دور ز اعتدال باشد

بیتے دو سه خوش بخوان که دوری
ذکرے نه ز خدّ و خال باشد

بر وجد به حسرتی میاویز
کاین شیوهٔ اهل حال باشد

دُردی کشاں چو سوی خرابات رو کنند
اول بآب چشمۂ مژگاں وضو کنند

یک دیدنِ تو لذّتِ عمرم بها دهاد
ای وای آنکساں کہ بوصلِ تو خو کنند

تسکیں بکاز لطفِ زبانی کہ سود نیست
در کامِ شعلہ قطرۂ آبی فرو کنند

خواہان آں میم کہ رسد ذوق او بکام
زاں پیشتر کہ دست بجامِ سبو کنند

ما خاک گشتہ ایم براہش نشانِ ما
یا بند گر بکوی عدو جستجو کنند

آنانکہ در سکوت دل از کف ربودہ اند
آیا چہا کنند اگر گفتگو کنند

بہرِ نماز حسرتی بادہ خوار ما
روحانیاں بچشمۂ کوثر وضو کنند

چو با ہر کس در آویزد در آخر با من آویزد
رُوان لرزد مرا از بیم چوں با دشمن آویزد

دمِ مہرش چناں بینی کہ چوں او دوست کم باشد
گہ خشمش چناں یابی کہ کس با دشمن آویزد

چو بیمم خشمگیں با دیگرے پیشش نمے آیم
نمیدانم چہ پیش آید چو گاہے با من آویزد

خوشا تعظیم احبابت زہے تکریم اصحابت
کہ جبریلِ امیں ہم خار در پیراہن آویزد

خوش آنم کز ہجوم شکوہ حرفے زیر لب گویاں
تو برخیزی زناز و حسرتی در دامن آویزد

در میخانہ زدم کعبہ نشانم دادند
دُردی خواستم آب حیوانم دادند

تفرقه در قدح و بادهٔ و ساقی میرفت
ازمی هوش ربار طل گرانم دادند

سیرگاهِ نظرم گلشنِ معنی کردند
بال اندیشه برای طیرانم دادند

شیوهٔ ناز تو انباز نمیداشت روا
لاجرم از ستم دهر امانم دادند

نازم انداز بتانرا که دل وصبر و شکیب
همه بردند عیان و به نهانم دادند

چون به پیری کنم ای شیخ زرندی توبه
کارسازان قضا بخت جوانم دادند

راحتی هست بهر راح ولیکن ساقی
بادهٔ آن بود که اندر رمضانم دادند

دل افسرده کجا گرمیِ هنگامه کجا
جای در خاطر آتش نفسانم دادند

دولت اینست که از خویش مرا برگرفتند
نعمت اینست که از دوست نشانم دادند

شب که در بزم تو جز غیر کسی بار نداشت
آتش از شمع گرفتند و بجانم دادند

حسرتی از اثر نشئهٔ توفیق مپرس
در میخانه زدم کعبه نشانم دادند

جز من زمان قتل بقاتل دعا که کرد
گو مرد سهل بود ولیکن ادا که کرد

دامان و جیب ها همه چون آستین تست
از بوی طرّهٔ تو سخن با صبا که کرد

این پیچ ها به زلف خم اندر خمت که داد
این عقده ها بکار من مبتلا که کرد

هر خصمی تو موجب صد گونه الفت است
غیر از تو جور های محبت فزا که کرد

اینہا کہ میکنی تو بمن من کنم باد | گردانمے کہ با تو مرا آشنا کہ کرد

گہ گرمِ شکوہ گہ بسپاس است ترزباں
باحسرتی جفا کہ نمود و وفا کہ کرد

چو گل بشگفد وقت صبا بود | در میکدہ روز و شب و ابود
کنوں مطلب از ردّ منصور چیست | چہ پوشند رازے کہ افشا بود
بما نا از و راز پنہاں مجوی | بمیخانہ مردے کہ رسوا بود
بخواندم جوابِ خطِ خویش را | ہنوز ار چہ بر بال عنقا بود
مرا نیز البتہ بیروں کنند | چو در خانہ ام یار تنہا بود
رسیدم بآں چشمۂ بے نشاں | کہ انجا نہ موج و نہ دریا بود
شکایت فزوں میکند دوستی | ولیکن بشرطیکہ بیجا بود
بخلوت سرائیکہ یوسف گم است | نشانے کجا از زلیخا بود
بروزِ قیامت قرارش مباد | ہر آں دل کہ از وی شکیبا بود
نشانِ نمودار تر دامنی | بسجادہ ام داغ صہبا بود
بمستی حقیقت سرائی مکن | تفاوت زمی تا بمینا بود

نباید نشستن دراں حسرتی

## ببزمے کہ رسم مدارا بود

وضع جہاں چہ سود کہ زیبا نہادہ اند
ہر گہ اساس بر سر دریا نہادہ اند

ذوقِ نعیم وصل ز آسودگاں مپرس
کایں چاشنی بکام تمنا نہادہ اند

باسادگانِ خویش وفاے تواں نمود
دل بر امید وعدۂ فردا نہادہ اند

زاں جمع بودہ ایم کہ خونابہ در کشند
وانگہ بہ پیش ساغرِ صہبا نہادہ اند

شوری شگرف در دل مضطر فگندہ اند
سرّے عجب بجان شکیبا نہادہ اند

بر طالبان وصل تو افسوس می خورند
آنانکہ دام در رہِ عنقا نہادہ اند

گر آگہی ز رازِ نہاں حسرتی مگو
وضع جہاں چہ سود کہ زیبا نہادہ اند

از من چو کشتی بکیں چہ خیزد
جز آہ دلی ازیں چہ خیزد

از زاری ہم نفس چہ حاصل
وز گریہ ہمنشیں چہ خیزد

دل را نبود اگر دماغے
از طرۂ عنبریں چہ خیزد

تا می نہ نہی بچشم تر دست
از دامن و آستیں چہ خیزد

لطفے کہ کنی نہاں نماند
گر من نہ کنم یقیں چہ خیزد

گر جور کنی وگر ترحم
از من بجز آفریں چہ خیزد

جز تازگی نہال الفت — از گریۂ آتشیں چہ خیزد
آنرا کہ بود ہوائے بویت — از نکہت یاسمیں چہ خیزد
فقر است و صفائے دل وگرنہ — از جامہ ریگیں چہ خیزد

حسرتی ہست خورسند تو باش
گر شاد و گر غمیں چہ خیزد

در خرابات کسے نیست کہ رسوا نبود — بلبلے نیست بگلزار کہ شیدا نبود
وای آں آمدن و آہ ازاں برگشتن — کاضطرابم بدرت آرد و در وا نبود
نے ز راہست بود آں شور محبت کہ دراں — رنجش بے سبب و شکوۂ بیجا نبود
ستر حق سرمست اصحاب نگہ می دارد — خرقۂ نیست کہ آلودۂ صہبا نبود
مرد آزادہ در آفاق کجا لیک بس است — اینقدر نیز کہ دلدادۂ دنیا نبود
ضبط تا کیں ہمہ ز اوصاف خردمند است — عاشقی پیشہ ہماں بہ کہ شکیبا نبود
شرح ایں می نتواں کرد و لے در من و دوست — اتصالے است کہ در موجۂ دریا نبود
گفتمش عشق توام حوصلہ میفرساید — گفت عشق است چرا حوصلہ فرسا نبود

حسرتی میرود امروز بشوقے کہ مپرس
آہ گریاں رنجلوت کدہ تنہا نبود

باده بامردم هوسش گوارا نبود
گرچه دانی که تکبر روشِ ما نبود

دلبرا ں بین که بایں شیوهٔ شهر آشوبی
می ربایند دلے را که شکیبا نبود

منتظر باش و مکن شکوه واز دیر مرنج
وعدهٔ وصل سزاوار تقاضا نبود

بگذر از ذلت و توقیر تماشا صفت است
میروم جاے دراں بزم بود یا نبود

باده زاں سیر نخوردم که مبادا از من
بچکد آنچه بذوقِ تو گوارا نبود

من بدیں گرد و او بنالیش مائل
آه ازاں دم که مرا تاب تماشا نبود

حسرتی نازش هند است بشیریں سخنی
ایں چنیں طوطی خوش لهجه بهر جا نبود

درخرابات رود هر که بجاں مے آید
بوے جاں از نفس پیرِ مغاں مے آید

ساقیا دیر بیار اوے لعل بیار
خبرے هست که عیدِ رمضاں مے آید

بوکه فیض نظرش راحتِ جانم باشد
عندلیبے ز چمن بال فشاں مے آید

خوبی شیوهٔ خود از من دیوانه مپرس
سخن راست بهر طبع گراں مے آید

نذرِ میخانه نمودم خرد و منظرم
تا چه اندر عوض از مغبچگاں مے آید

بامنش عشق مگر نگذرد از معشوقی
من عیاں میروم و یار نهاں مے آید

در شباب آنچه نکردیم به پیری کردیم
در بهار آنچه نیامد به خزاں مے آید

خستگان از لبِ لعلِ تو شفا می یابند
از چنیں خیر مرا بوے زیاں می آید

رعشہ در تن فتد آنساں کہ زہم دور افتم
چوں در آغوش من آں سرو رواں می آید

در میان من و او نیست حجابے الّا
رنجشے ہست کہ گاہے بمیاں می آید

حسرتی عاقبت اظہار محبّت کردم
آنچہ در دل بود آرے بزباں می آید

مزن طعنہ کایں نقش مشکل نشیند
کہ بر تربت کشتہ قاتل نشیند

نہ خود را کہ از رہ برد عالمے را
حکیمے کہ در فکر باطل نشیند

ہمہ عمر خود را بحسرت فروشد
دراں دم کہ کس از تو غافل نشیند

کنم یاد آہے کہ از سینہ خیزد
دہم داد تیرے کہ در دل نشیند

تو بر دام خود تکیہ داری وگرنہ
ندیدم کہ صیّاد غافل نشیند

ز پیش تو فرزانہ دیوانہ خیزد
بہ بزم تو دیوانہ عاقل نشیند

نہ جوئی جز ابرے کہ گوہر فشاند
نہ پوئی براہے کہ سائل نشیند

چو رامم کنی فارغ از من بناشی
کہ آساں رمد آنکہ مشکل نشیند

فزوں از دو دم خستہ دز خون نہ غلطد
بگوئید کاسودہ قاتل نشیند

کنوں حسرتی چوں تمام است کارش

## ز خلوت بر آید بمحفل نشیند

کیست آں کس کہ با نگار بے باز کند
لبِ جاں بخش تو گر دعوی اعجاز کند

تا چہ بر حسن خودش ہست غرورش یارب
جور با شیفتۂ خویش در آغاز کند

پہلوئی غیر بزمش نکنم جاے کہ نیست
چشم آنم کہ نگارہ غلط انداز کند

دید در آینہ چیزے کہ ندیدست کسے
حیرتے نیست گر آئینہ بروناز کند

## حسرتی بادۂ مانشۂ عرفی دارد
## میرسد دہلی اگر نازش شیراز کند

خود را ہمہ شرمندۂ احسانِ تو یابند
کز باعثِ تست آنچہ شہیدانِ تو یابند

حسنِ تو بلائیست کہ ہر دل کہ شود گم
در پیچ و خم زلفِ پریشانِ تو یابند

دامن نفشانی بسرِ حاکم و روزے
ایں دستِ ادب پیشہ بدامانِ تو یابند

آں بادۂ صافی کہ وفا نامِ خوشِ اوست
خوش آنکہ بہ پیمانۂ پیمانِ تو یابند

گر چاشنی فقر نداری ہمہ خونست
آں نعمتِ الوان کہ سرِ خوانِ تو یابند

سحرے دگر اینست کہ گلبوی فتاد است
آں شعلہ کہ در چاکِ گریبانِ تو یابند

بر بستر نازِ تو چہ رفت است کہ امروز
بوے دگر از سنبل و ریحانِ تو یابند

بیصرفہ مکن قتل کہ آسودہ دلاں نیز
در روز جزا اجر شہیدانِ تو یابند

## منشور عجب حسرتی از خسرو مایافت
## خوبان عمل فتنه ز دیوان تو یابند

بخانقاه مگر پیر میفروش آمد
که شیخ با همه افسردگی بجوش آمد

چنان زدم بصنم خانه نعرهٔ تکبیر
که بت پرست ز خود رفت و بت بهوش آمد

نهال زهد و ورع گل فشاند و بار آورد
که بار آمد و بار گ ناؤ نوش آمد

زبان بکام به از گفتگوی لایعنی
مرا ز خوش سخنان همچنین بگوش آمد

هزار عیب اگر در منست باکی نیست
که عفو و لطف خداوند عیب پوش آمد

بیا بیار مدامی بکاسهٔ ای ساقی
طیور صبح گهی را دم خروش آمد

نهال مدار و لا نکته های شورافزا
که دلبر نمکینم سخن نیوش آمد

بشب ز نرگس فتان او چه مستی زاد
که صبح گاه بدریوزه می فروش آمد

## تذروِ تو تهمه و بلبل و نوا سنجی
## چه جرئت است اگر حسرتی خموش آمد

نوای من بهر کس خوش نیفتد
دل آسوده در آتش نیفتد

بهر گامی ز پا افتاده هست
نهادش تا کجا سر کش نیفتد

برافتد شاه یا درویش لغزد
سبوی باده بینش نیفتد

ز شمع رویِ تو آنگه هراسم — که خود از من بمن آتش نیفتد
نه مژگانش بدلها رخنه افتاد — الهی رخنه در کارش نیفتد

تو پندِ حسرتی را خوش نداری
چگویم تا ترا ناخوش نیفتد

تا راه از دلے بدلے برنه بسته اند — کوبِ ما به بالِ کبوتر نه بسته اند
دانم که غیر میرود امشب بخانه اش — کز نیم شب فزون شده و در نه بسته اند
افگنده است تیرگی دل غثاوه ها — ورنه نقاب بر رخِ کافر نه بسته اند
از کوے او نمیروم و پے نکرده اند — از بام او نمی پرم و پر نه بسته اند
اندر وفاے وعده نه تکرار و زور است — پیمان دم الست مکرر نه بسته اند
باشاهدان بسیر و مے نوش شاد باش — دروازهٔ ثواب مقدر نه بسته اند
از گوهرین پرند فلک خوشنما تر است — انجم ترا اگرچه بمجمر نه بسته اند
از روے هیچو ماه برانداز پرده را — هرگز نقاب بر مهِ انور نه بسته اند
از بیم او نرفت اگر نامه بر چه باک — پاسه نسیم و بال کبوتر نه بسته اند

بشنو حدیثِ فیضی و با حسرتی بیا
بر آبِ خضر سدِ سکندر نه بسته اند

گفتم که بهجر تو دل آرام ندارد
گفتا که خوش آنکس که دلارام ندارد

گفتا طمع من زکیت سرزده گفتم
زانروز که عارف طمع خام ندارد

گفتم که برد بهره ز تو گفت که گستاخ
گفتم که دلم حوصلهٔ کام ندارد

صد ذوق گرفتیم ازان نو برِ خوبی
هرچند که لذّت ثمرِ خام ندارد

فریاد ز تقوی که بنزدش نتوان رفت
آه از روشِ او که سرِ بام ندارد

هرچند که آشوب دل و آفتِ جانی
بیوصل تو جان و دلم آرام ندارد

بر غیر دلم سوخت که محواست بعشرت
مسکین خبر از گردشِ ایّام ندارد

از حسرتی نزار پرسید نشانش
کاو ساحتِ دل دگر و نام ندارد

عاشق سوخته از بزم تو مشکل برود
شمع در محفل و پروانه ز محفل برود

یارِ اصحاب فنا باش که در صحبتِ شان
کینه از سینه گریزد حسد از دل برود

جای رحم است بران بسملِ مسکین که هنوز
نیم جانی بتنش باشد و قاتل برود

آه ازان حسن که در جلوه گهش بر سرِ جمع
زاهد معتزل و راهب غافل برود

غیر را دوش ازان بزم بخواری راندم
یار چون گفت که بیگانه ز محفل برود

اینهمه جلوهٔ ناز است تماشائی باش
عشق بازیست نه بازیست که مهمل برود

حسرتی رفت زکویتو بنوعیکه مپرس
دور بنود که هم امشب دوسه منزل برود

ما دل شکستگانیم برما ظفر نباشد
با خویش دشمنانیم ما را خطر نباشد

نے شورہا دہوئے نے دشنہ و گلوئے
در بزم وعظ از عشق درسے مگر نباشد

خاکم بباد خود کن وانرا بباد درده
گم کن چناں بخویشم کز من اثر نباشد

بیتابی که دارم آساں نموده کارم
من نامه می برم خود گر نامه بر نباشد

تنها بیمیں نه جیم کز دوست میگریزم
با دشمن است راهم از من مبتر نباشد

هر رند در خرابات پیر مغاں نگردد
هر قطره زابر نیساں هرگز گهر نباشد

دیوانهٔ کز ایشاں اخبار دهر پرسی
شوریدگان اورا از خود خبر نباشد

زیں پیش در کنارش افتادمی واکنوں
از دور اگر به بینم تابم نظر نباشد

از حسرتی شنیدم در بزم نکته سنجاں
خوشتر ز طرز غالب طرزے دگر نباشد

فتنه را از قدِ رعنای تو امد آورد
برخ را از نگهت نسخهٔ بیداد برد

طبع چالاک ترا می بسر خشم آورد
آه ازاں لحظه که آتش بکفِ باد برد

صنم دیر که آراستهٔ برہمن است
نیست ممکن که بآں حسنِ خداداد برد

شادم از خصمی اغیار که از شیرینی است
آنچه از جانب پرویز بفرهاد رسد

عمر باشد که بیاد قفسی می نالم
خبر من برسانند که صیّاد رسد

بسنانِ تو هوسناک فرستند پیغام
بکمندِ تو سلام از دلِ آزاد رسد

میرود غیر دران کوی برونق چو ارم
چه تماشا است اگر مرگ بشدّاد رسد

غوجئ شیوه ز چشم تو ز بانم آموخت
گرچه شاگرد کم افتد که باستاد رسد

حسرتی سیر زجان گشته جز بایدداشت
که مبادا بدرِ آن ستم ایجاد رسد

نخلِ ولا بآبِ وفا تازه تر شود
برگ آورد شگوفه دهد بار ور شود

اے بیخبر ز گردشِ ایّام ناله چیست
هم روز غم سر آید و هم شب سحر شود

گلبرگ گشته آئنه از عکس روے او
بلبل فداے پنجهٔ آئینه گر شود

از رشکِ غیر میرم و بر لب نیاورم
ترسم امید وار بتو بیشتر شود

ها حسرتی زبادهٔ عرفان قدح بگیر
تا مستی از دماغ طبیعت بدر شود

سفر مستقر بود الّا که در وطن باشد
خوشست خلوت و خوشتر در انجمن باشد

وفا خوش است مگر با رقیب خوش نبود
جفا بد است اگر از برای من باشد

خبر ز راز خرابات زاهد از اینست
ز سر ننکده آگاه برهمن باشد

ز سنبل و گل و نسرین و نرگس کم پرس
دراں حدیقه که عنقا صفیر زن باشد

ببار عام که گنجایش سخن نبود
نگه ز هر دو طرف نائب سخن باشد

ز داوری بگذشتم تو باش از دشمن
اگر نگین سلیمان ز اهرمن باشد

محبت صنم و دعوی مسلمانی
نه بت پرست بود آنکه بت شکن باشد

هزار مرتبه در بزم بودنش خوشتر
که خود بخلوت و رویش در انجمن باشد

ببزم یار بود حسرتی ترانه سرا
چو بلبلے که نوا سنج در چمن باشد

گر ببستی آں بهاران جلوه گل یاد آورد
داغ می گل گردد و بلبل بفریاد آورد

با عدو نیکو وفای و ز عشق آں بدبلاست
هیچو شیرین بیوفائی سوے فرهاد آورد

میفروشند رایگاں در کوچه پیر مغاں
هر متاعے را که دل از کوے زهّاد آورد

هم لبشهر جور تنوان فت تا جاں در تن است
از جهاں آباد کس چوں عزم نوشاد آورد

میروی بر تربت اغیار و ایم بهر چیست
تا دل من نالهای محشر ایجاد آورد

حسرتی این تازه گل باید نثار دوستی
بو که ما را از نسیم کوے خود یاد آورد

غالب آں نگیں نوا بلبل که ذوق نغمه اش

## عندلیبانِ گلستاں را بفریاد آورد

دمِ رفتن قدش را فتنہ ہا در آستیں باشد
قیامت کو کہ بنمایم قیامت اینچنیں باشد

زہے چشمِ فسوں بارش نہ ہے نیرنگیِ کارش
ز کینش بوی مہر آید بمہرش رنگ کیں باشد

بخاکم ناسپردہ سوے دشمن آمدے آرے
مروت اینچنیں باید محبّت اینچنیں باشد

تو اے دل بر فریبِ رنگ و بو بستہ نمیدانی
کہ افعی نیز در زیرِ نہالِ یاسمیں باشد

بوصلِ از دو رہینی شیوہ ہاے شوخ میورزد
زمانے خشمگیں باشد زمانے شرمگیں باشد

دماغِ او صدائے دلشکستن بر نمی تابد
ہمایوں طالع است آں کس کہ یارش نازنیں باشد

باں صید افگن افتادہ است کارم حسرتی دارم
خدنگے در کماں باشد نگاہے در کمیں باشد

وقتِ سحر ز میکدہ بادِ صبا رسید
از کاسۂ کرام شمیمے بما رسید

کارم ز دست دوست من از کار رفت حیف
ہر گہ کہ دست من بکشادِ قبا رسید

بے بہرہ کس نماند ز فیضِ عطاے دوست
گل یافت رنگ و بو و بہ بلبل نوا رسید

مشکل فتاد کار و ندانم کجا برد
بوئی ز زلفِ یار بدستِ صبا رسید

اندازِ داد و شیوۂ عدل از فلک مجو
کز وی شنیدۂ کہ بگیتی چہا رسید

جم را نہفت در تہِ سوراخِ مور و مار
افعی بپاسبانیِ خلوتِ خدا رسید

زاہد ہوائے بادہ زدل چوں بروں رود
ساقی رسید و ابر رسید و ہوا رسید

ولتنگیت دلیل شگفتن بود کہ گل
وقتیکہ غنچہ گشت بہ نشو و نما رسید

حوراں در انتظار و کواکب بخدمت اند
یک لمعہ از فروغ تجلی بما رسید

روز وصال ناز بمعشوقہ میکنم
آرے چنیں کند چو بدولت گدا رسید

جز حسرتی بپایۂ او کس نمیرسد
در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسید

از نام تو بمردہ صد سالہ جاں رسد
در ذکر تو بہار بفصلِ خزاں رسد

ہرگز ز ہیچ دشنہ و خنجر نیافتم
ذوقے کہ در دل از نفسِ خوں چکاں رسد

یک ہفتہ گر بجد در پیرِ مغاں زنی
آواز فتح باب ز ہفت آسماں رسد

قسمت نگر کہ گوشۂ چشمے ندیدہ ایم
زاں برق شعلہ زن کہ بہر آشیاں رسد

گر ابر دُرفشاں شود و باد مشک بار
در سر نوشت آنچہ نوشتہ است آں رسد

گم کردہ ایم راہ بدشتے کہ اندراں
رہزن بجادہ از اثر کارواں رسد

بلبل ترانہ سنج ازیں مطلع ار شود
پیش از بہار گل بسوی بوستاں رسد

زخمِ نگاہِ یار اگر تا بجاں رسد
حورِ بہشت جاں بکف از آسماں رسد

مارا رہا مساز کہ بسیار کم فتد
مرغ از قفس بر آید و در آشیاں رسد

آسوده خاطری و بتجلی طلب کنی
ایں برق کے بجز دلِ ناشادماں رسد

چندیں میاز مای کہ ترسم دراضطراب
ناگہ شکایتے ز تو ام بر زباں رسد

بگذار ازیں وصیت بے سود حسرتی
فکر او کند کہ باز دریں خاکداں رسد

شہید جلوۂ ناز تو جاں شکار انند
اسیر حلقۂ دام تو رم شعار انند

چہ بودۂ تو کہ آزادگاں بہ بند تواند
تو کیستی کہ گدائے تو شہریار انند

خراب حوصلۂ آں قرابہ نوشانم
کہ سم بادہ کشیدند و ہوشیار انند

بیا کہ عاشق و معشوق سبزہ و بار اند
وگرنہ راست نہ بخی گل و بہار انند

در مغاں چو دم تاکشودہ در گفتند
بروبرو کہ دریں جا گناہ کار انند

تو اش شناخت زہم صحبتاں شمائل شخص
معاشراں تو رندان و بادہ خوار انند

مقرباں بشفاعت ولے نہ بیت او
رود ز نطق روانی چو ذکر یار انند

کجاست چوں تو یکے ای تو از بدائع کون
بروزگار چمن طلعتاں ہزار انند

بکوش و نامۂ خود را سپید کن زاہد
ترا ازاں چہ کہ رنداں سیاہ کار انند

من و بتے کہ محبان با وفا باہم
نقاب تا نکشود است دوستدار انند

بقیہ حسرتی از شعر لب فرو بستن

وراں دیار کہ انصاف پیشہ یار انند

بوئے زطرّۂ تو اگر با صبا رود — از قیس وحشت وز فلاطوں ذکا رود
خاکم بسر کہ عاشق کار آزمودہ ام — دانم کہ بارقیب بخلوت چہا رود
مفلس شدیم در طلب دولتِ وصال — حیف است بر زرے کہ پئے کیمیا رود
آں ذرہ ام کہ لمعۂ او تا بخور رسد — آں قطرہ ام کہ موجۂ او تا سما رود
در لرزہ ام زلاف وفا تا چہا کند — شوخے کہ باندیم براہ جفا رود
تنگم گرفت ہجر بپیش تو آمدم — ہر کس دمے تعب بدر آشنا رود
منصور را بدار کشید ند بے گناہ — با اہلِ حق ہمیشہ ہمیں ما جرا رود
پالستۂ ہوا منرد رہ بکوے دوست — بر آب گر خزامد و گر بر ہوا رود
رندیم و بذلہ سنج و می آشام و کاہجوی — معشوقہ از طرب کدۂ ما کجا رود

آمد بہار و سوے چمن رفت حسرتی
اردی بباغ بلبلِ دستاں سرا رود

حاش للہ کہ بتاں مہر و وفا نیز کنند — شادم ار بعد جفا عذر جفا نیز کنند
راز عشاق مکن فاش ہمانا ایں قوم — گفتگوے مدد بادِ صبا نیز کنند
مردمانرا چو بہ بینم بسخن پیوستہ — روم آنجا کہ مگر ذکر شما نیز کنند

زمرهٔ مصلحتاً نیز برندے گروند
پیشهٔ زهد گروهے بریا نیز کنند

شیوهٔ شکوه نجویم که صوابست امّا
ایں خطائیست که ارباب وفا نیز کنند

آنکه بدمستی رندان خرابات ازوست
دور نبود اگر ش ساقی مانیز کنند

نه همیں ضبطِ نفس شیوهٔ عشاق بود
صد ازیں همی اهل هوا نیز کنند

زمرهٔ محرم اسرار و لیکن مدهوشی
لاجرم در دم اظهار خطا نیز کنند

گوش بر حرف بدآموز منه تا نیکاں
هم ثنائے تو نمایند و دعا نیز کنند

گم مکن راه اگر از رهِ ندرت جمعے
سیر ایں بادیه بے راهنما نیز کنند

مستی آنست که پیمانه و سبو دست دهد
وجد آنست که ساز و نوا نیز کنند

تو پسند ار که ایں کم نگهی عشوه گری است
حسرتی ساده رخاں شرم و حیا نیز کنند

در اول دید آنکه زدست مهر نشاں دید
چوں دید با معان نظر خوشتر ازاں دید

عار است ز خود بینی و داغم که ازیں روی
در آئینهٔ روی بتاں هم بتواں دید

شو افگنی و خوش بسر دار برآئی
گر دست ترا هم دهد آں دانش و آں دید

در صومعه گر پیر شوی نیز نه بینی
دل آنجه در اول نظرِ پیرِ مغاں دید

شرمنده ام که بجا داشت ارادت
هر چند که در میکده ام رقص کناں دید

ساقی مے از خویش رُبا در قدحم ریخت | در مجلس بیگانہ چو اسرار فشاں دید

آرام طلب بود سوے کعبہ سفر کرد
چوں حسرتی آشوب اوضاع جہاں دید

ژالہ افشانست ابر و گل دمید | بر سر شاخ است بلبل در رشید
لالہ در داماں صحرا جلوہ کرد | سبزہ بر اطراف جدول تند پدید
از طرب طاؤس در رامشگری | صرفۂ خود کبک در رفتار دید
در چنیں ایام عشرت النیام | کش یکے از پیشکارانست عید
اشتہی سلمی بمزمار و راح | ہمنشیں برخیز و پیدا کن پدید
اے بسا آسودگانِ تازہ رو | چون سحر افتند پردہ در پایانی شہید
شاہد آزاداں کہ لا عین رأت | نغمہ آرا خوان کہ گوشے کم شنید
ہاں بجز صہبا ولیکن بے قدح | ہاں بزن ساغر ولیکن بے نبید
بر در گنجینۂ اسرار عشق | گر یکے قفل است صد باشد کلید
حیف از بختت کہ نتوانی کشاد | آہ از دستت کہ نتوانی کشید
شاہد بودانی اندیشہ ام | دے بلجن خیش بگوشم زد رشید
باغ من موجود خذ ما تشتہی | خانہ ام از تست افعل ما ترید

نازنیں دستش سر بازار دوش | پردۂ ارباب خلوت میدرید

حسرتی وقت اجابت بود دوش
بادہ میخوردیم و باراں میچکید

## حرف الراء المهملہ

از مہ تابش رگل و آبش حساب گیر | خورشید گل شناس و گلش آفتاب گیر
عرض کرشمہ شوکت نازت نمیرود | در جام ماہ از خم گردوں شراب گیر
ہر گل بجلوہ دگر آمد دریں چمن | از گل شمیم خواہ و ز خورشید تاب گیر
مے با رقیب خوردہ دلم سوختی کہ گفت | از دشمناں شراب و ز یاراں کباب گیر
رویش بس ست شمع شب و آفتاب روز | گو ماہتاب خسف شو و آفتاب گیر
دلتنگ دید چوں ز غم گفت میفروش | امشب یکے پیالہ بقصد ثواب گیر
آں طرّہ برکشا و ز گل عطر مشک خواہ | آں رُخ بجلوہ آر و ز نسریں گلاب گیر
پیمانِ ما و شرم تو ہر دو شکستہ بہ | ما را شراب دہ تو رخ خود نقاب گیر

آں مہ ترنمے کند از شعر حسرتی
گو زہرہ را کہ در کف سیمیں رباب گیر

مشاطه سحر از رخ خود مقنعه برگیر
مه را شش آن پنج بگو مهر قمر گیر

هنگام صبوحی است بیا ساغر میکش
ای زاهد شب خیز یکی فیض سحر گیر

تا باده بگیتی است که نوشد می جنّت
رحمی بظلوماں کن و از تاک اثر گیر

از غیر بکن شکوه چه بیم و چه خجالت
آں عارض افروخته افروخته تر گیر

گر روی جهانسوز تو زینگونه بتاب است
بر بحر گذار ے کن و از آب شرر گیر

بیصرفه تر از دعوی تقوی است زرنداں
ای غیر تو و عشق برو لاف دگر گیر

اے حسرتی امشب که بدست آمده آنشوخ
ہاں سخت در آغوش بکش تنگ بر گیر

بزم وصلست بیا باده و طنبور بیار
سر برافراخته از غم دل مسرور بیار

شمع بے شعله ز آتش زدم گرم افروز
بدر دغره از اں عارض پر نور بیار

بزم عیش است نه هنگامه ارباب خرد
دل هشیار بر خاطر مخمور بیار

بذله چند ندیمانه بگستاخی گو
نکته چند حکیمانه بدستور بیار

حسرتی گر روش خواجه نظیری داری
معنے دور طلب کن سخن دور بیار

هر روز غم ز روز دگر جانگداز تر
هر شام میشود شب هجراں دراز تر

از دامن بلند تو هر دست کوته است
یارب نهال قامت تو سرفراز تر

دیگر چنین بپاکی دامن مناز و بین
از اشکِ مدعی همه دامانِ ناز تر

زانگه که من اسیر تو ای فتنه گرشدم
دستت شده بغارت دلها دراز تر

گلزار گرچه پرزِ هزار است حسرتی
از من یکے نکرده ترنم باز تر

کسیکه روبخرابات کرده خوار مگیر
عیار ظرف حریفان شاد خوار مگیر

مگر که عقل تو معیار کار گیتی هست
بهر چه خوش نکنی خرده زینهار مگیر

زهر دو نشئه گذشتن نشان می نوشی است
کسیکه نیستش این نشئه مے گسار مگیر

بیا بزم خرابا تیانه هوے کش
بروکهن روشِ ناله هائے زار مگیر

هوائی وی بخود آمد ز خود برو بهوش
بهوش و بیخبری جز سراغ یار مگیر

بیک دو جرعه که سرخوش شدی غریب مخور
اساس میکده سستی است پائدار مگیر

عزیز مصر و فایم قسم بعزت حسن
ازینکه عشق مرا کرد خوار خوار مگیر

براں سباش که برهم زنی جهانے را
صبا شمامه ازاں بوے مشکبار مگیر

بوصل نیز همان اضطراب داشت که داشت
بهجر این دلِ دیوانه قرار مگیر

هرآں عشیقه که با وی بود رقیب مخواه
هرآں شراب که دارد زپے خمار مگیر

زسهو بود امید وفاے وعدہ مرنج | گمان نبود کہ جرم است انتظار مگیر

بخود ببال کہ انداز آشنا داری
توحسرتی روش طوطی و ہزار مگیر

# حرف الزاء المعجمہ

بیا بجاں طرب و در قدح شراب انداز | زدیدہ شرم برافگن زرخ نقاب انداز
ندیدہ است کسے حور اندریں عالم | بیا بجلوہ و عالم در اضطراب انداز
زعود و گل چہ دہی خوابگاہ را تزئیں | زبادہ یکدو سہ ساغر بخت خواب انداز
حدیث شبنم و خورشید تا کجا روزی | زروی مہر نگہ بر من خراب انداز
توای کہ سوی نجف میروی زراہ کرم | بگیر خاکم و در پائی بوتراب انداز
نخست ساغر ما را بسم نواز مش کن | دگر بجام رقیباں شراب ناب انداز
جزای آنکہ شب ہجر خون دل خوردم | بیا بساغر مہتاب آفتاب انداز
بیا و طاعت مقبول را بیغما بر | خلل بکار دعا ہاے مستجاب انداز

گرت ہواست کہ چوں حسرتی نوبخی

بزیر شاخ گلے در قدح شراب انداز

پیرم چو آسمان و سرم مہ لقا ہنوز
قامت دوتا شد و غم زلف دوتا ہنوز

با من ز قتل غیر حکایت چہ میکنی
منت پذیر نیستم اے بیوفا ہنوز

از وہم من برآمدم و زاہد از صلاح
ساقی تو ہم بگو کہ تو بودی کجا ہنوز

رنجیدۂ ز طعنۂ بیجاے بوالہوس
نشنیدۂ ز من گلہ ہاے بجا ہنوز

ایں داوری بعرصۂ محشر گذاشتم
من آشنای مرگ و تو نا آشنا ہنوز

عمرم ہمہ بصحبت صافی دلاں گذشت
آئینہ ام دریغ ہماں نے صفا ہنوز

مستی نشاط ہستی و شاہد بہار عمر
بر من بر دگمان جنوں پارسا ہنوز

از کار من گرہ نکشاد و خوشم کہ غیر
بند قباے یار نکردہ است وا ہنوز

صد بار آزمودۂ آں پر فریب را
حیف است حسرتی تو وا امید ہا ہنوز

پردہ بکشا عاشق و معشوق را یکرنگ ساز
جلوہ فرما بلبل و پروانہ ہم آہنگ ساز

با لباس گل لباس خویش را ہم رنگ ساز
بارۂ دیگر قباے ناز خود را تنگ ساز

زیر کاں جز عیش نپذیرند و انگہ در بہار
در محبت یاس و محرومی مباشد دم مزن

براد اے جام دل نہ بانواے چنگ ساز
صلح در پیش است چندے باد اے جنگ ساز

تا کجا این رنگ گیتی در نظر باشد ترا
بعد ازیں با جلوہ ہای چشم پُر نیرنگ ساز

من اگر بدنام عشقم غیر بدنامِ ہوس
گر برسوائی نمیسازی بنام و ننگ ساز

حسرتی راشیوہ صحواست و نظیری اہل سکر
روی بنما عاقل و دیوانہ را یکرنگ ساز

ز صبح پیشترای مرغ صبح خوان برخیز
بہارِ گل بچمن نیست جاودان برخیز

ز جلوہ ات متزلزل بنائے بتکدہ شد
تبش ز طاق برافتادہاں دہاں برخیز

نشستۂ تو برخیز و فتنہ ہا بکمیں
بجان تو کہ بجاں اند دوستاں برخیز

ترا کہ گفت کہ عمرے بمن ببر بروبار
چو راستی نبہ بینی با متحاں برخیز

دوائے درد دو عالم بکنج میکدہ ہاست
بیا دغمزدہ بنشین و شادماں برخیز

چو عشق پیشہ شدت از نعیم رو برتاب
بہوریا بنشین و ز پرنیاں برخیز

چو یاد دوست کنی غیر را فراموش کن
چو نام عشق بری از سر زباں برخیز

دلِ گرفتہ طلبگار عالم دگر است
ز تنگنائے جہاں آستیں فشاں برخیز

صدائے نغمہ بکاشانہ عدو است بلند
بمرگ من تو ہم اے آہ ناتواں برخیز

ازیں حدیث نظیر است حسرتی در وجد
چو وجد روی دہد از سر جہاں برخیز

# حرف السین المهملہ

اینست رای من کہ بر و خویش را شناس
تا در میان چہ روی دہد ای خدا شناس

وقت دعا ز دیدہ گر اشکے فرو چکد
خوشدل شو و نشان قبولِ دعا شناس

از بذل قدر و قیمت مرد است در جہان
نخل گل و ثمر مفشان را گیا شناس

تدبیر و رای واجب و شمشیر و تیر شرط
لیکن وقوع فتح و شکست از خدا شناس

انجا حیات صورتی و اینجا ست معنوی
میخانہ رشکِ چشمۂ آبِ بقا شناس

مالید یار چشم و بسویم ندیم دید
برخاستم ز بزم کہ بودم ادا شناس

در شور عندلیب نیابند بوئے گل
آہنگ حسرتی زدم عطر ساشناس

سحے بکس نخوردہ و مرہون نکردہ کس
در شہر کس نماندہ کہ ممنون نکردہ کس

در زد صلای جلوہ و خلقے بر شک شوخت
دستِ کرم کشادہ و ممنون نکردہ کس

نازم باہلِ عشق کہ بر قیس غیرت است
رشکے بملک و جاہ فریدون نکردہ کس

خونم چکد ز دیدہ و بر قم جہد ز لب
سویم بالتفات نظر چون نکردہ کس

صد گونہ اعتراض بگفتار بو علی است
تعریض بر طریقۂ مجنون نکردہ کس

گر غیر ورشکِ غیر برون کرد کرده باش
از دل خیال بزم تو بیروں نکرده کس

ایدل زجور یار شکایت چه میکنی
کس را بزور و الله و مفتوں نکرده کس

زیں غم کہ ساغرے گلرنگ نشکند
با وی حکایت دل پُرخوں نکرده کس

ای حسرتی مپرس زغالب کہ از غزل
آں کار میکند کہ با مفسوں نکرده کس

جور دشمن کشیده ام کہ مپرس
مہر از دوست دیده ام کہ مپرس

وصف کوثر ز اہل تقوی جوی
من شرابے کشیده ام کہ مپرس

خانہ خالی و یار ہم بستر
زاں نمط آرمیده ام کہ مپرس

با دمست دوش آمد و گفت
گرد کوئے دزیده ام کہ مپرس

حرم اندر طواف آں بینی
بحریمے رسیده ام کہ مپرس

آسمانرا زمیں نمی سازند
آستانے گزیده ام کہ مپرس

کہ بدستش مرا فروخت کہ گفت
من غلامے خریده ام کہ مپرس

دیده شد دفتر نفوس و عقول
نکتہ چند چیده ام کہ مپرس

حسرتی دوش با نوائے رباب
غزلِ تو شنیده ام کہ مپرس

ای یار ناز شیوه ز رود اد ما بپرس — وی شاهِ ماه جلوه ز حالِ گدا بپرس
برخے شکایتِ هوسِ مدعی شنو — لختے حکایتِ دلِ بے مدعا بپرس
محمل کجا و ناقه کجا و درا کجا — ای بے خبر نخست ز هانگ درا بپرس
آرے مذیذه تو مرا هیچگه ولے — از محرماں حکایتِ چاکِ قبا بپرس
شاید که بر خوری بطبیبِ مسیح دم — از بهرِ کسبِ درد ز هر درد وا بپرس
از خستگان زار اگر یاد آوری — از من که سخت خسته و زارم جدا بپرس
قاصد کجا و مجلسِ اُنس تو از کجا — بهرِ خدا حکایتِ من از صبا بپرس
ای عمر باخته بهوائے بُتاں هنوز — سهل است چاره چاره ز مردِ خدا بپرس

رود اد او بپرس که میگفت حسرتی
ای یار ناز شیوه ز رود اد ما بپرس

# حرف الشین المعجمه

قاصد بوصلم مژده داد از یاس محزونم کرد مش — آراست ایوانِ هنشیں از خانه بیرونم کرد مش
دوشینه بلبل در چمن خوش نالهائے زار داشت — امروز من نالیدم و از رشک دلخونم کرد مش
دشمن بزم او نشد کامشب قمر در عقر بست — فرصت غنیمت دیدم و بر خود همایونم کرد مش

هر کس دانش حرف زد بر از فلاطون گفتش | هر کس سخن از شوق گفت از قیس افزون گردش

شب با ندیم حسرتی خوش بود وضع صحبتم
از بذله خوشنودم نمود از ناله محزون گردش

وعظ در مسجد آدینه همی گفتم دوش | از دعاے عجب از مردم اندر زنیوش
مجلس اینگونه بآئین که نیابی مثلش | سینه ها ولوله انگیز و زبانها خاموش
چین برابرو نه و هم بزم عبید و احرار | عقده در دل نه و در دیش و توانگر همدوش
گفتمے گاه یکے را که ز رندی بگذر | گفتمے گه دگرے را که بتقوی میکوش
گه کسے را بنصیحت که بجز نانِ حلال | گه یکے را بملامت که مَی ناب منوش
حرف من در سر اصحاب بتاثیر قرین | پند من در دل یاراں باجابت همدوش
نغمه داشت بافسونِ بتاں راه بدل | سخنم را اثرِ قولِ مغنّی در گوش
آں دم گرم که بے زمزمه صوفی در وجد | زاهد و باهمه افسرده دلی جوش و خروش
الغرض گرمی هنگامه زحد افزون بود | که گذشت از نظرم صُبحچه باده فروش
بر لبم گره حرف ثناے غلماں | از ستایش گریِ حور زباں شد خاموش
بیکے غمزهٔ چالاک مرا بُرد از من | بیکے جلوه زیباش نه دیں ماند نه هوش
تاب آں تاب رُخ و طاقت آں جلوه نماند | بیخود افتادم و از اهل ورع خاست خروش

پای بر سینه زد و بُرد عنانم از دست
روسوئے میکدہ کردیم من و او ہمدوش

آں یکے گفت کہ ایں زہد ریائی بودہ است
واں دگر گفت کجا شد ہمہ پند و ہمہ ہوش

زانمیاں بود یکے خاص نظر کردہ من
خواندمش سوی خود و گفتمش الصّحا ب ہوش

ایں ہمہ جوش ز سہو است تسامح فرما
سَلَفے یاد کن از سابق و بگذار خروش

طعنہ زن اے پئے من خلقی و من در پئے او
تا رسیدیم بمیخانہ و گشتم مدہوش

ساغرے زآتشِ سیّال بمن پیرِ مغاں
داد و آں مبنچہ آنے ز لبِ چشمۂ نوش

گفت کایں عشرتِ میخانہ کہ می بینی و داشت
خانقاہِ تو بگو تا چہ دلت راست سروش

بادۂ ہوش فزا در سر و گل پیشِ نظر
نغمہ در گوش و بتِ حور لقا در آغوش

ناگہ از لغزشِ مستی بُتِ پندار شکست
ناگرفت آمد م از نشّۂ طامات بہوش

حسرتی حال دریں زاویہ جوید نہ مقال
نیست مسجد کہ در و عظ کشائی خاموش

مست است ہمہ بزم تو زاہد بکراں باش
ور دل نشکیبد بہ نہانی نگراں باش

خواہی کہ دمے چند بآرام بر آری
خونیں جگر و خستہ دل و سوختہ جاں باش

عالی نشاں کم سبک ارجائے در آیند
کم ظرف مشو منتظرِ رطل گراں باش

در پیش سفر ہست ترا نیز خبر ہست
در دیر اقامت کن و از بیخبراں باش

آں بہ کہ بناشی و گرایں از تو نیاید
زنہار کہ از دعوی ہستی بکراں باشی

جامی سرِ شب در کش و جامے بسحر گاہ
آسودہ دل از کشمکش ہر دو جہاں باشی

از رہ چو روی جانب انصاف نگہدار
در بادہ کشی از مژہ خونابہ فشاں باشی

چوں طاقتِ نظارۂ حسنش بکسے نیست
شکم نبود گو ہمہ عالم نگراں باشی

شوریدہ دلاں را نفسش موجِ نسیم است
گو حسرتی شیفتہ آشفتہ بیاں باشی

## حرف الصاد المهملہ

اگر عشق است بیا کانہ میرقص
بشوقِ کعبہ در بتخانہ میرقص

بلے بر دانش خود وجد کردی
یکے بیہودہ ای فرزانہ میرقص

بمسجد رقص نتواں نیست صوفی
بیا در گلشن و میخانہ میرقص

سمندر نیستی تمکین مبادر
بزمِ دوست چوں پروانہ میرقص

بہنگام ترنّم وجد می کن
بگاہِ رقص با جانانہ میرقص

بمستی نیز خود داری ضرورت
بمحفل نیست گر بیگانہ میرقص

نه با هر لب بر نگ باده میجوش
نه در هر بزم چون پیمانه میرقص

ز عشق حسرتی چون ذکر را نند
تو از شادی بر این افسانه میرقص

# حرف الضاد المعجمه

عار فانه زمی لذت کار است غرض
نه ز شاهد هوس بوس و کنار است غرض

او ز بدنامی خود راند چو بیتابم دید
من باین شاد که تعلیم وقار است غرض

ز فرستادن ابر و ز عطا کردن مُل
کثرت خرمی باده گسار است غرض

ساقیا از مئ دوشینه گرانست سرم
یکدو ساغر ز پی رفع خمار است غرض

متحد عشق و هوس راست بهادی بیهات
کس چه داند که چه از بوس و کنار است غرض

نه همین شمع که باید گل و ساقی و شراب
چند خورشید برای شب تار است غرض

حسرتی راز نهان تا بفضای شد فاش
چیز دیگر ز تماشای نگار است غرض

## حرف الطّاء المهملة

مژدهٔ زخم سنانِ تو غلط بود غلط
آرمیدن بزمانِ تو غلط بود غلط

نے طواف حرم خاطر اصحاب شهود
راه بردن بنشانِ تو غلط بود غلط

جز بدردی کشِ مدهوش که خوش باد سرش
سخن از سرّ نهانِ تو غلط بود غلط

چشم افشاندن مشک از تو خطا بود خطا
زخم خوردن زسنانِ تو غلط بود غلط

غیر کز دادنِ جان در ره الفت نگفت
اینهمه لاف بجانِ تو غلط بود غلط

در شبِ وصل که خاموشیت از جا بگذشت
نام من در دهنِ تو غلط بود غلط

اینچنین سحر که همدوش با عجانه افتد
حسرتی جز بزمانِ تو غلط بود غلط

## حرف الظّاء المعجمه

بیا که بیتو چمن را ز نو بهار چه حظ
نسیم را ز نفس های مشک بار چه حظ

بگل چه سود ازین خنده های شور افزا
بعندلیب ازین نالهای زار چه حظ

چه نفع لاله ز رخسار شاهدانهٔ او
بسنبل از شکن زلفِ تابدار چه حظ

بصدر بزم نشاندی ولے منه منت
که غیر نیز شریک است ز اعتبار چه خط

اگر ببوست بود وصل در سفر چه ضرر
وگر ز یار بود فصل در دیار چه خط

چو حنظلے نبود نیشکر چه لطف دهد
اگر ستیزه نباشد ز لطف یار چه خط

رقیب شکوه گذار از خلاف وعده تست
چو اشتیاق نباشد ز انتظار چه خط

ترا که دل گرویا سمین رخے نبود
ز شیوه چمن و جلوه بهار چه خط

نوای خاد بکا صورت عندلیب بکا
به پیش حسرتی از نالهٔ هزار چه خط

مخور مخور که دم خشم از شراب چه خط
که تموز ز انوار آفتاب چه خط

گناهگار ز الطاف بهره بردارد
ترا که باده نمینوشی از سحاب چه خط

تو چون بروی صبا چین طره بکشائی
ز نکهت سمن و بوی مشکناب چه خط

ز مان جلوه خورشید از چراغ چه سود
دم ترنم ناهید از رباب چه خط

مرا که بیخود و مستم ز احتیاط چه سود
ترا که شوق ندانی ز اضطراب چه خط

لطافت شب مه دیدنی است در شب وصل
گر آفتاب نباشد ز ماهتاب چه خط

کتاب مونس جانست حسرتی اما
اگر ز شعر تو خالی است از کتاب چه خط

# حرف العین المهملة

کو ماؤ کو مغنیہ و کو گر سماع
بہر چہ ہست دست فشاندیم در سماع

ایں کار دوست بود کہ تا او ز بزم رفت
شد بادہ بے تصرف و شد بے اثر سماع

صوت حزیں مناسب طبع حزیں بود
در برزنگاہ غیر چہ خط تو در سماع

در ہر دلے بطینت او جلوہ سازِ حسن
در ہر سرے بفطرت او کارگر سماع

گر امر از تو ہست سمعاً و طاعتاً
ورنہ دلم نہ شیفتہ بری نہ بر سماع

دوشین کہ بود نغمہ سرا در حریم غیر
چوں بیں مخلید مرا در جگر سماع

نالم بذوق روی دل افروز حسرتی
البتہ دلکش است بوقت سحر سماع

# حرف الغین المعجمہ

دلے دارم بجز از یار فارغ
ہم از ناصح ہم از اغیار فارغ

چناں مدہوش تو مردم کہ ساقی
بزم لست از ایثار فارغ

سر تسلیم تو گردم کہ داری
دل از اقرار و از انکار فارغ

دو نیم شد سر و صد شکر گردید — ز دست من در و دیوار فارغ
بیادت زاهد از او راد غافل — بذکرت صوفی از اذکار فارغ
هر اسم از گل شبلی است در نی — چو منصورم ز بیم دار فارغ
بنرگس دید و گشت از رحم صد شکر — شدم از مردن دشوار فارغ
مگر در انتظار تست مسکین — نخفت مرد شب بیدار فارغ

بزهد حسرتی صد شبه دارم
که یک دم نیست ز استغفار فارغ

## حرف الفاء

بروز بزم که حرف مرا نه تو حریف — شراب تند کجا و کجا دماغ ضعیف
بصر دل بچنان شوکتی که کم دارد — بروم قیصر خاقان بچین بمکه شریف
حدیث عشق پریشان زبان من الکن — نهاد حسن لطیف و مزاج دوست ظریف
بایں تلوث جسم و بآں تقدس جاں — چگونه عهد وفا راست در کثیف و لطیف
برای شاهد دوی پاره بمن مبخش — ندیم از تو دگر حاصل بهیچ و خریف
بچشم آنکه نگاهش باصل کار افتد — یکیست کسوت پشمین و خسروی تشریف

خبر رساں بریا پیشہ زہد ورزکہ نیست
شمار بیخرداں در جریدۂ تکلیف

کلام ماہمہ شوق و نوائے ماہمہ ذوق
اگر کند نکند بلبلے چنیں تصنیف

میانہ راہ روی کن چو وزن میخواہی
کہ ہم ثقیل ثقیل است و ہم خفیف خفیف

ترانہ ساز کن از نظم حسرتی مطرب
کہ ہست زیور صوت حسن کلام لطیف

## حرف القاف

خوشا من و عجب آں وقت حبذا توفیق
کہ بار شوق کشایم بہ باب بیت عتیق

طریق پر خطر و کاروان رواں گردید
امید بدرقہ کارم فگندہ در تعویق

حیات خضر یقینم نبود تا آں دم
کہ بخت راہبری کرد سوی اہل طریق

دہند خضر و جم ارزاد راہ کے گیرم
مرا کہ بادہ بمینا و آب در ابریق

دمے گناہ نباشد نگہ بہ نقش مجاز
کہ در سراچۂ فکرت نماندہ جز تحقیق

بگلشنے کہ ز شعرم ترانہ بر بندند
بگوش گل بود آواز عندلیب نہیق

بجز ستائش حسن تو نیست مہم ناقص و کامل
دگر چہ سود بود حسرتی ز شعر دقیق

# حرف الکاف العربی

چیلات ہست زشوخی ہوسناک چہ باک
ماہتابی وکتاں دربرت از چاک چہ باک

آتش عشق تو درجان دو عالم اُفتاد
شعلہ چوں سر بکشد از خس خاشاک چہ باک

عاشقان تو بجا نند خریدار ترا
وعدۂ وصل تو در جائے خطرناک چہ باک

زاہدا آفت جاں درد و جہاں ہشیاریست
بادہ گر مے نتواں خورد ز تریاک چہ باک

حسرتی مائل توگشتہ غریبش داری
از دل سادہ چہ بیم از نظر پاک چہ باک

# حرف الکاف الفارسی

نہ ہمیں از تو سا حران دلتنگ
کہ پری توبہ کردہ از نیرنگ

دل وجانم ہلاک شیوۂ او
کہ شنیدہ است آشتی در جنگ

برتر از من کہ بودے ار بودے
کار گیتی بدانش و فرہنگ

میرود از حبیب ما بر ما
آنچہ بر شیشہ میرود از سنگ

سامع آشفتہ خاطر است چہ دور — کر مغنی غلط کند آہنگ
جاں گرفتار آنہ گوناگوں — دل طلبگار عیش رنگارنگ
میوۂ کابل و گل کشمیر — شاہد خلخ و شراب فرنگ
دولت بیزوال عشق طلب — نہ خراج بہار و حاصل تنگ
خیمہ زن بر کنارہ وی درکش — برشکال است جوش دار و گنگ
اندال کو فتادہ بر سر ہم — تاج و دیہیم و افسر و اورنگ

کار طالع بود وگر ورنہ
حسرتی سادہ یار پرہیزنگ

## حرف اللام

آور دبادہ آنکہ جاں فزائے گل — برخیز تا شراب بنوشیم پائے گل
بشتاب و برچمن چو بمن منتے بنہ — اے آرزوی لالہ و اے آمد عائے گل
مارا بگل چکار کہ در چشم عندلیب — ہم جلوۂ خس است ہمہ اسوائے گل
آہ من و تبسم تو خندہ ہیزند — بر ناہائے بلبل و بر خندہ ہائے گل

خود گشته چوں محرکِ او سوئے گلستاں
ای حسرتی بگردن گل خوبہائے گل

مہرت نرود از ستم و خوں رود از دل
پیداست کہ مہر چو نوے چوں رود از دل

با غیر خوری بادہ و چوں جام و صراحی
ہم خوں رود از چشم و ہم خوں رود از دل

ہر جور تحمل کنم الا ستم رشک
مہرت کہ نرفتہ ز دل اکنوں رود از دل

گفتی کہ جز از مادل خود از ہمہ پرداز
چیزے کہ نباشد بدلم چوں رود از دل

زاں حسرتیت کم سخن آمد کہ گہ فکر
شوق تو کند بیخود و مضموں رود از دل

بغیر خرم حراست اتخاذ دلیل
کہ غول پیشہ کثیر اند و خضر شیوہ قلیل

بپائے دوست دم جلوہ جان افشاندم
عجب کہ شہرۂ شہرم بایں نثار قلیل

خطا ز رفتہ یکے نیز تا بکے تقدیر
جفا گذشتہ ز اندازہ تا کجا تاویل

بنور بخم یقیں راز غیب بکشاید
بس است قصہ رازی برائے ترک دلیل

گذار مردم دنیا مگر نیفتادہ است
بر اں مقام کہ باشد یکے عزیز و ذلیل

بتان خویشتن آرا بعہدہ جلوۂ تو
بخونِ خالصِ دل شستہ اند چشم کحیل

بکوئے پیر مغاں دردمند چوں نرود
کہ پیر تو نظر او و ہد شفائے علیل

بجیر تم ز شب وصل کار چه بوالعجبی است
بچشم ما ست قصیر و بچشم دوست طویل

حضور ار طلبی می خور و ز شحنه مترس
اَنا عَلِمتُ عَلَی الحُسنِ لَیسَ سَبیل

نگاه صاحب باغ و تبسم شیریں
علامت است که خرما همی فشند ز نخیل

جلا کنی بچنیں ذکر حسرتی دل را
دل تو رهن و سا دس لب تو در تهلیل

# حرف المیم

نگه از نالهٔ بلبل برخ گل کردم
روی گل دیدم و صد خنده به بلبل کردم

دوش با غیر همی رفت مراد دید و رمید
مصلحت دیدم و من نیز تغافل کردم

گل خورشید بخورشید وجودے دارد
هستیم هست انداں جلوه تخیل کردم

اقتفائے اثر عاشق صادق نیکوست
بگلستاں شدم و نالهٔ چو بلبل کردم

گه زمی حرف زدم گاه ز ساقی گفتم
مطلب از فهم بروں بود تنزل کردم

پیر میخانه شبے داشت بکف نسخه کوان
فهم رمزے ز نگاهش به تامل کردم

حسرتی ذوق گماں کرد و به پیشم آورد

من خود از خشم نگه برقدح مُل کردم

گہے در صحنِ مسجد گاہ و در میخانہ ہا افتم
سرِ شوریدہ دارم بہر جائے زپا افتم

اداوانِ محبت رستم نوعے ز الطافست
چو آید یک ہیفا از وی بفکر صد وفا افتم

زبیتابی شوق و از برائے عذر گستاخی
گہے تنگ آرمش در بر گہے در دست و پا افتم

شمیم لیکن از خود پا برون نہادہ ام گاہے
شود قدرم عیاں گر در کفِ باد صبا افتم

یقیں دارم کہ آئینِ مسلمانی بیاموزد
اگر چندے بدستِ شوخِ کافر ما جرا افتم

چو عشقم می برد آنجا کہ بجائے میرسد راہم
بریں جادو بیانی حیرت مردم عجب نبود

چو عقلم می نماید راہ در راہِ خطا افتم
کہ من خود ہے ندانستم چنیں معجز نوا افتم

دلِ شوریدۂ من افگند روزے مرا جائے
اگر در پائے او ای حسرتی افتم بجا افتم

عذر ز انجمن عشرتش ازیں دارم
نگاہ شوقم و رازے در آستیں دارم

نسخ نقاب کشا خود کشادہ میگردد
ہزار عقدۂ مشکل کہ بر جبیں دارم

چو عندلیب نہادم سر شتہ اند بدرد
کہ ہم نوا ہم مطرب نالۂ حزیں دارم

تو کردہ وعدہ فراموش من نسادہ دلی
بروز وعدہ ہماں وہاں کہیں دارم

جز نہ قبولش بہل رسد نہ بچشم
ہمیشہ نگہ بفلک روی بر زمیں دارم

صفِ نعال گزینم بایں همه اکرام
دلِ آمال نگر چشم دوربین اقوام

ز غنچه پرس که بستن پئے کشاد بود
دلم شگفته نسازی چراغ بیں دارم

جواب طعنهٔ حرمان و طنز ناکامی
همیں بس است که معشوقه نازنیں دارم

سزد طیور چمن را اگر بیاموزی
که حسرتی سخنِ شورش آفریں دارم

عبث ز دوری مقصود شکوه مند ستیم
دم گسستنِ از خود بدست پیوستیم

نوائے گرم بکش مطربا که در وجدیم
شرابِ تند بده ساقیا که بدمستیم

عدو و مزاحم و احباب پند گو بودند
ز همکنان ببریدیم با تو پیوستیم

تو در امید بلندی و بیم پستی باش
ز ما مپرس که ملنے بلند و نے پستیم

مگال توبه شکستیم حسرتی بهمات
چرا ز گفتهٔ دلدار باز نشکستیم

صبح مستانه نوائے چو ز اسرار زنم
درود بر دیوار بروے در و دیوار زنم

فرصت از گریهٔ مستی اگرم دست دهد
خنده بر سرزنش مردم هشیار زنم

بینم اصرار چو از وی همه وسواس شوم
جام صد بار برم تالب و یکبار نه زنم

خورده ام باده بخلوت کده با شحنهٔ شهر
وقت آنست که می بر سر بازار زنم

| | |
|---|---|
| دریں شب قدر گرم دست دہد دولتِ وصل | نذر کردم کہ زنم بادہ و بسیار زنم |
| تا کجا بر سرِ خویش و برخ غیر زدن | دست در دامنِ آں شوخِ ستمگار زنم |
| بط و پیمانہ شکستم سرِ خم بکشائید | تا کجا بادہ و پیمانہ بمقدار زنم |
| سعی من از رہ گفتار بجائے نرسید | کاشکے گام طلب در رہ کردار زنم |

حسرتی شعر و غزل من نشناسم آرے
نمکم ہست گہے بر دلِ افگار زنم

| | |
|---|---|
| براں سرم کہ ز ہر نیک و بد کنارہ کنم | حذر م شراب و رخِ نیکواں نظارہ کنم |
| برائے حیلہ بریم نامِ فصلِ گل ورنہ | بہ دے ز بادۂ گلرنگ کے کنارہ کنم |
| بُتِ ہوائے مرا شیخ صومعہ نشکست | ہمانکہ خدمتِ رندِ شراب خوارہ کنم |
| بچنگ و ربط و نے می روی و رقص کنی | اگر سرائر مکتومہ آشکارہ کنم |
| رسیدہ کارِ فغاں بشیم بآں غایت | کہ رخنہ ہا بدل غیر و سنگ خارہ کنم |
| فتد بخاک و شود خاک و گل ازاں روید | نگہ ز رو بتو گر جانبِ ستارہ کنم |
| جلای آئنۂ خود کنم مگر باشد | کہ عکس پرد گیانِ فلک نظارہ کنم |
| بغیر بادہ نبود دہ است چارۂ غم ہیچ | شراب اگر بگذارم دگر چہ چارہ کنم |

اخیر مصرع ایں بیت حسرتی برخواند

بعزمِ تو به سحر گفتم استخاره کنم

مجنوں توام جلوهٔ لیلا نشناسم
مست نگهم نشئهٔ صهبا نشناسم

دانم که دهر چرخ مئے ناب ولیکن
آں روز که من سر که ز صهبا نشناسم

جز کین و محبت نبود وجه تعارف
جز دشمن و دلدار کسے را نشناسم

مقصود نشاط است بهر رنگ که باشد
آبِ خضر از بادهٔ حمرا نشناسم

بر وفق مراد است مرا گر دشِ ایّام
من اندهِ روز و غمِ شب ها نشناسم

از یار خودم هست حکایت بحدیثم
من چوں دگراں لیلی و سلمی نشناسم

ہاں جلوه که با وعده کجا شوق شکیبد
امروز نمیدانم و فردا نشناسم

ای حسرتی افسوس که دیوانه برآید
آنکس که نقش عاقل و فرزانه بشناسم

شبے که زمزمهٔ دلخراش میکردم
نخست سنگدلاں را تلاش میکردم

شکایتے ز رقیب و حکایتے ز حبیب
نکردم و بگمانند کاش میکردم

سماع و ولوله رسوائے خلق کرد ایکاش
بکنج میکده پنہاں معاش میکردم

شنید بلبل و بیتاب گشت و بسمل شد
سحر خروش سراپا خراش میکردم

کنوں اگر برود سر بلب نیارم زد
گذشت آنچه ببازیچه فاش میکردم

اگر گمان اثرِ در دلِ تو داشتمے
هزار نالۂ خارا تراش میکردم

نکرد صحبتِ من حسرتی قبول ارنہ
بگنج صومعہ اش بود و باش میکردم

بسکہ بابی التفاتے خوی کمتر داشتم
دست تا بر داشت از من دل از و بر داشتم

نے سجودم را قبول و نے سلامم را جواب
رایگاں رفت اینکہ عمرے جابر آں در داشتم

مژدۂ وصلے کہ او خود داد و دانستم دروغ
طرفگی ہیں کز صبا امروز باور داشتم

عاقبت پرہیز رندے گشت و تقوی عاشقے
در کمینِ خویش آں چشمِ فسوں گر داشتم

زاہدا ز شوخی بنود ایں پیشکش بجی مبر
در بساطِ خود ہمیں صہبا و ساغر داشتم

در وفا آمد تغیر و در وفاق آمد خلاف
دیں گماں خود از سرشتِ چرخ و اختر داشتم

نے بمحرم راز گفت و نے صبا غمّاز شد
از نگاہِ من ترا دید آنچہ در سر داشتم

ظلمتِ شب بر قرار و صبح ناپیدا ہنوز
حسرتی بیچارہ از خوابِ عدم بر داشتم

گفتہ کہ جاناں خوش و جاں خوشتر از ینہم
حرفیست خوش ای خوش نفساں خوشتر از ینہم

صد پردہ بر انداز و زحرفے کہ بلب رفت
داریم سرائر بجناں خوشتر از ینہم

گفتم سخنے چند و شنیدی کہ چہا شد
گویم لبِ زار و سناں خوشتر از ینہم

در بزم با ئیں خوشی جلوه نما شد
در جلوه در آید به نهاں خوشتر از نیم

نیکوست تنعم مگر ار راست بپرسی
بودم به در دیر مغاں خوشتر از نیم

بیکاری عشقم در فردوس کشاده است
پیش تو بود کار جهاں خوشتر از نیم

اسقاط اضافت چو نشانت نگذارد
پس باز نمائیم نشاں خوشتر از نیم

از اشک جگر گون تو گل غرقه بخون است
ای دیدهٔ خونابه فشاں خوشتر از نیم

دیوار و در از لطف تو اے تو برقص است
ای مطرب خوش زمزمه ہاں خوشتر از نیم

احیائے دل مرده نماید نفس تو
ہاں حسرتی سحر بیاں خوشتر از نیم

گه نسیم گلشن و گه دود آتش خانه ایم
گه رسول بلبل و گه قاصد پروانه ایم

عشق بازی ہائے ما شد پرده دار راز دوست
پرده چوں برخاست روشن شد که خود جانانه ایم

جلوه ہای گونه گوں می بیں که شاہد خود نماست
شیوه ہای مختلف بہ سنگر که ما دیوانه ایم

در مقام راز داری بیزباں چوں سوسنیم
در طریق موشگافی صد زباں چوں شانه ایم

بخت آں شاہد که کار عشق با او می فتد
از نژاد بلبل و از دودهٔ پروانه ایم

زینتے از بود دست و از نبودن عیب نیست
در حریم دوست چوں نقش و نگار خانه ایم

بذله سنجی از حریفاں رفت تا در پا فتند
مستعد شور و شر امروز در میخانه ایم

شوق صد منصور را در جلوه گاہ بایزد ۔۔۔ ما ہماں در بند فال سبحۂ صد دانہ ایم

حسرتی عشق مجازی را حقیقی کردہ ایم
با ہوا نا آشنا و از ہوس بیگانہ ایم

## حرف النّون

ہر کہ یکساعت حریف راز من خواہد شدن ۔۔۔ زندۂ جاوید بے دار و رسن خواہد شدن
گر تلافی در نظر دارد بیاریدش کہ باز ۔۔۔ لطف خواہد کرد چوں بخش کہن خواہد شدن
با بتاں رسم نیایش کار اہل عقل نیست ۔۔۔ حلّ ایں مشکل مگر از برہمن خواہد شدن
طرۂ عنبر فشانرا پیچ و خم بکشادہ ۔۔۔ عزّت باد بہاری در چمن خواہد شدن
دستگاہ فضل را ہر جا قبولے دیگر است ۔۔۔ شیخ در میخانہ میر انجمن خواہد شدن
اتّصال دوست آساں نیست پیش از انفصال ۔۔۔ انفصال تن ز جان و جان ز تن خواہد شدن
ہاں و ہاں صیّاد بے پروا ز من غافل مباش ۔۔۔ شعلۂ دل در قفس آتش فگن خواہد شدن
آینہ در پیش دی در دست و با من در خطاب ۔۔۔ کامتحانت امشبے ترویر فن خواہد شدن
چارہ کمتر جو کہ چوں ہنگام درماں در رسد ۔۔۔ سرمہ خاصیت شمیم پیرہن خواہد شدن

از سخن امید معنی حسرتی نے نسبتی است

## حسن مطلق کی مقیّد در سخن خواہد شدن

شہرتِ ایں قصّہ در ہر انجمن خواہد شدن
دیر آمد دوست گستاخی زمن خواہد شدن

شرمساری گر ہمین است از رخِ رخشانِ او
چشمہ خورشید بحرِ موج زن خواہد شدن

بزمگاہِ خاص و دیواں از ہجومِ عام شد
رفتہ رفتہ خلوتِ او انجمن خواہد شدن

نرگسِ فتّانِ سہری عشوہ ہا خواہد فروخت
غمزۂ سحر آفریں ہاروت فن خواہد شدن

نکہت و آں طرّۂ بازار چمن خواہد شکست
مستی و آں لبِ دراجِ می کہن خواہد شدن

ما بتے داریم در پہلو کہ نام او دل است
اجر یا بد ہر کہ ما را دلشکن خواہد شدن

بعد مُردن گر ہوائے بیرا فتد در سرم
قالبِ جانم شمیم یاسمن خواہد شدن

برہمن ہم گر ریا ورزد کجا خواہد فتاد
شیخ از زہد ریائی برہمن خواہد شدن

## حسرتی دل شاہد عدل است ہاں مدح دہاں مباش
## بیت عترت باز ایں بیت الحزن خواہد شدن

چہ خوشست با تو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن
در خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

ز بیاتِ سر نہادن بسپہر سر کشیدن
ز نیاز مندیِ تو بزمانہ ناز کردن

تو و رقص و می پرستی من و وجد و جوشِ مستی
تو و نغمہ ہائے دلکش من و نالہ ساز کردن

تو چناں نظر فروہی کہ تواں شد از پری خواں
نتواں تو و پری را ز ہم امتیاز کردن

سرِ من فدای نازت ز عدو دگر چه خواهی | تو و عشوه ساز کردن من و دل نیاز کردن

دلِ ز اهداں مرنجاں بنهفته حسرتی خور
تو اگر نمیتوانی ز می احتراز کردن

نه چو عشق سازگارم بمزاج دردمنداں | نه چو حسن اعتبارم بنگاه خودپسنداں
مکن از شراب منعم که نه از هجوم مستی است | که گرفته ام ز شوخی لب نازکت بدندان
چه مناسبت بگل از رخِ آتشیں عذاراں | چه مشابهت به لاله ز کفِ نگار بنداں
بفلک کله شکستن بچه فخر حاجتے نه | چو من برهنه سر را بکلاه سر بلنداں
بگدایئم نه بینی که ستم بهار و دبر | تنِ پرینیاں قبایان سر گوهریں پرنداں
نه چو آئنه کمالم نه چو حسنِ شان جمالم | بکدام حیله افتم به پسندِ خودپسنداں
بُرخ چو آفتابت نگهِ قمر عذاراں | بکمندِ عنبر بینت سر عنبریں کمنداں
شبِ وصل غیر رفتم پئے اکتساب نفرت | چو هجوم عیش دیدم شده شوقِ من دو چنداں

ز چه حسرتی ننالم ز جفاے طالعِ بد
بمذاق یار تلخم چو فغانِ دردمنداں

مرا بخشید دگاهے جز بدی نیکی ندید از من | نمیدانم کدامین جرم ایزد برگزید از من
مگر سجاده گسترد ن بطاعت بود خوش نامی | غزالے رام شد شب که دایم میرمید از من

حدیثِ من پسندش بود لیکن حُسن بے پروا
ندارد گوش بر حرفم مگر چیزے شنید از من

ترا پیرایۂ صورت مرا سرمایۂ لذّت
نخواہد رفت دانم الفت شعر و نشید از من

ندارم شکوہ لیک ادراک وجہ مہر کیں خواہم
نہ از دشمن وفا سرزد نہ جرم آمد پدید از من

بحرف ناسزا منگر بجاہِ خاکساری بیں
کہ ایزد در تحمّل چرخ را بہتر ندید از من

مرا کشتی و خوشنودم نکو کردی بجا کردی
درون سینۂ اغیار خارے می خلید از من

غلط کردم کہ دانستم بناکس دوستی چوں گردد
حدیثِ عشق و دشمن حیف در گوشش رسید از من

سخن بے ربط گوئی حسرتی لیکن نمی گیرم
ہمیں روداد من ہم بود چوں با ما رسید از من

گر آئینہ خواہی بچمن زار گذر کن
ور خواہش باغ است در آئینہ نظر کن

ریزندگلِ وصل بدامانِ محبّت
یک نالہ بشب در کش و صد خندہ سحر کن

در صحبتِ اصحابِ صفا باش و بجد باش
ور جمع پراگندہ با برام حذر کن

تا تاب نگاہست رخِ خویش نہ بینی
آئینہ بینداز و در آئینہ نظر کن

کام دو جہاں صفت تو در اول گام است
اے حسرتی از ہند سوئے کعبہ سفر کن

گر جنیں مشکل پسند بہاست سخنوان زیستن
خستۂ غم بودن و آسودہ عنوان زیستن

شعلهٔ خورجانگداز و لمعهٔ روتاب سوزنه — هان نپنداری که در وصلیست آسان زیستن
خضر با موسی عمران چون مصاحب شد شناخت — قدر تنها در تماشاگاه امکان زیستن
عهد برنائی سرآمد وقت رسوائی گذشت — حالیا ماو بکنج دیر پنهان زیستن
کی تلف کردی زلیخا عمر در سایوان قصر — میتوانستی چو یوسف بر زندان زیستن
دل ربائی های آن ترسا صنم جان می برد — خوش ندارم لیک با قسیس و رهبان زیستن
آشنایان شیوهٔ بیگانگی خوش کرده اند — پاکدامان بودن و آلوده داماں زیستن
خلعت صاحبدلاں گر شمع و گل دارد مگیر — هر کرا دل جمع می زیبد پریشاں زیستن
کم کن ایں کم التفاتی ورنه رفتم از درت — پیش ازیں نبود که در هجر تو نتواں زیستن

یاد دارم حسرتی داں آشنا انداز او
در همه خلق جهاں بیگانه عنواں زیستن

خرّم آں خیل پریزاد و خوشا آں رم شاں — نه پری مونس شان و نه صبا همدم شاں
طرز مستانه سزامی به تدرو آموزند — گیرد آهو به رم آهوی وحشی رم شاں
به زمیں بارقه ها از وجنات آناں — به سموات اثر طرّه نسرین دم شاں
بوے صد باغ بجیب و دل خلقے به بغل — جعّد از زلف دلاویز خم اندر خم شاں
کمتر از تربه خیاز آدمیاں را شمرند — آه از خاطر بیباک و دل بیغم شاں

کارم اے وائے بآں چارہ گراں افتادہ است
کہ بود سودۂ الماس گزیں مرہم شاں

بچہ امید بایں طائفہ کس بنشیند
ہمگناں محرم شاں وہمہ نامحرم شاں

بہ تکلف نتواں گشت زجاں سوختگاں
ہے دم پرشر و ہے مژۂ پرنم شاں

بگذر از الفت ایں قوم کہ شب می نالید
حسرتی آنکہ شب و روز بود ہمدم شاں

## حرف الواو

اینست کہ دل می برد از کف ستم او
اینست کہ جاں میدہد اعجاز دم او

آیم بر اغیار زیاراں چو گریزم
آموختم ایں شیوہ ز انداز رم او

یکجان دوجہیں چہ سازیم کہ بیخواست
جان دوجہاں نیم نگاہ ستم او

ہر کس نظر انداخت بمن زار بگرید
از پائے فتادم چو نشان قدم او

اے غیر بدیدہ کہ نصیب تو مبادا
می میرم ازیں غم کہ نمیری بغم او

از باد صبا پرس چہ پرسی ز من و غیر
جاں پروری طرۂ پرپیچ و خم او

گویم کہ ندارم سر اغیار بجانست
دانم کہ دروغ است چو حرف قسم او

شد مرہم زخم دل ریشم چو نہادم
بر سینہ ستم نامۂ مشکیں رقم او

اے جذبۂ دل شرم کہ بہر دگر انست | از خانہ بروں آمدنِ دمبدمِ او

امید زرا ہم بنرد غیر نباشم
من حسرتیم یاس پرستِ کرمِ او

در عنفوان عمر خیال مآل کو | در ہم رود خیال مآلِ خیال کو
نظارۂ رخت کنم آں طاقتم کجاست | قطع نظر کنم ز تو ایں ہم مجال کو
ساقی پیالہ بر کف و مطرب نوا بلب | حالے کزو سزد فلک آشفتہ حال کو
من مضطرب کہ بادہ مبادا رود ز دست | ساقی بجستجوی کہ جامِ سفال کو
دربار عام فرصتِ اظہارِ غم کجا | در بزم خاص رخصتِ شرحِ ملال کو
پیوند روح با تو و منعم کنی ز خویش | فرماں کجا و حوصلۂ امتثال کو
کم ہمتیم غمزۂ جرات فزا کجاست | نومید گشتہ ایم نوید وصال کو

گفتم اگر نظیرِ تو را مرہ نیست
اے حسرتی کسے بجہاں ہمچو تو مثال کو

گل تو بہ ز رخ افگند از تو بہ پشیمان شو | با حور بجنت آ - مے نوش و مسلمان شو
ہم باغ بزیبائی ہم راغ بر عنائی | گاہے بخیاباں رو گاہے بہ بیاباں شو
چوں گل بچمن بگذر پیمانۂ مے بر کف | چوں بلبلِ دستاں زن مستانہ غزلخواں شو

از رنج چو پرهیزی پرهیز کن از زاهد
ورذوق طرب داری همکاسهٔ مستان شو

بے شاهد و مے یکدم حیف است اگر باشی
گوخانه تبه گردد در میکده مهمان شو

تا خصه نیابد جا اے شور هجوم آور
تا موبه نسازد ره اے عیش فراوان شو

تا چند بجان باشم از دلدهی دشمن
اے دلبر عاشق کش آرام دهِ جان شو

در روز و شب هجران فرقے نتوان کردن
اے ماه نمایان شو ای مهر درخشان شو

از دهم عدو تا کے بیدار بود چشم
امشب بحریم او اے دل تو نگهبان شو

آهنگ حجازم شد و ین پرده بساز م شد
مطرب زنوا بس کن جمّال حدے خوان شد

اے حسرتی آتش زن در دفتر بے معنی
پیمانه بخاک افگن رو بر سر پیمان شو

تا چند زبیهوشی با چنگ و غزل جوشی
مے خواری و مے نوشی مست مے عرفان شو

خون بلبل خراب کرد عشوه چشم مست تو
داغ دهد بشاخ گل دسته گل بدست تو

خاطر ما شکسته دل بر قیب بسته
داغ کند دل فلک رشک شکست و بست تو

گرد برآورد بسے از دل اهل تمکنت
شوخی گرم قرص تو تیزی چست جست تو

خون چکدم ز دیده ها تا نگرسته ام بباغ
ساغر مے بدست او دست عدو بدست تو

آن بغرور مهوشان این بتواضع کریم

## لطف قزاست حسرتی شعر بلند و پست تو

اے چشمۂ حیات لبِ جاں نوازِ تو
عمرِ خضر حکایتِ زلفِ درازِ تو

برکش نقاب و طرّہ برافشان و می بنوش
بردار گر کمند نگویم رازِ تو

بوے چمن کہ ناز براں می کند صبا
گردیست بر نشاندۂ دامانِ نازِ تو

دارم امیدِ وصل بایں طالع زبوں
یارب چہ دیدم از نگہِ عشوہ سازِ تو

ریجوز از آنچہ منع کنی پیش خواہدش
میلم زیادہ شد بتو از احترازِ تو

گنجائی دو صد خم مے درد و جام چیست
اے محتسب بہ نرگسِ جادو طرازِ تو

مطرب نماند تاب دگر دم بہ نے مدم
آتش ہمی چکد ز نواہاے سازِ تو

بستیم خوش بروے و سادس در حواس
نیکوتر است خفتنِ ما از نمازِ تو

داغم ز رشک شعبدہ ات حسرتی کہ یار
چوں شمع میگریست ز سوز و گداز تو

# حرف الہاء

تا آہ از درون پر آتش بر آمدہ
ہمسایہ ام ز بیم مشوّش بر آمدہ

انداز خشم شوکت حسنت نگاہ داشت
آتش بپاسپاہی آتش بر آمدہ

جز وصف چشم مست تو هیچ از لبم نریخت
دائم ازین سبوی نی عشق برآمده

گل را قصور نیست فضور دماغ نست
دیوانه نیستی که پریوش برآمده

آن شکوه ناشنو بعد و عذر سنج حیف
نازک مزاج او چه جفاکش برآمده

ره از جفا منال جفا نیک برد بد
کی خسروی ز پشت سیاوش برآمده

شادابی و شکوه گلستان بهم زدند
خور بر سپهر و یا برابرش برآمده

هر شعر دردناک که آمد ز دل بروں
تیر است کز دو نه ترکش برآمده

پرکار و ساده هیچ تو بعد از زمانها
از پرده پرند منقش برآمده

گو شعر و کو سخن که نظیری که حسرتی
صحبت به پیر میکده ام خوش برآمده

شب های مه که او بتماشا برآمده
شپر بگوشه رفته و حربا برآمده

آن کوی قبله گشته و برخاست اختلاف
شیخ از حرم ز بتکده ترسا برآمده

هرگز بکنه این نرسیدم که شب چرا
پنهان ز در درآمد و پیدا برآمده

عالم خراب آن لب میگون چنان شده است
گز گل گلاب جستم و صهبا برآمده

کاؤس گو برستم دستان که پیش رو
ترک نگاه یار به یغما برآمده

از لعل آتشین تو یاقوت خاسته
از طرهٔ تو عنبر سارا برآمده

نازم بہ بخت خویش کہ ہنگام تشنگی
گوہر بجاے آب ز دریا بر آمدہ

از بہر کسب فیض ازاں کوئے خلد رشک
باد از چمن شمیم ز گلہا بر آمدہ

از پیش من رود بشتابی کہ فی المثل
یوسف زہفت کاخ زلیخا بر آمدہ

برحرف لغز و شیوہ شیرین حسرتی
شورے ز طوطیان شکر خا بر آمدہ

آں مہروش سحر ز شبستاں بر آمدہ
یا مہر در شمائل انساں بر آمدہ

با جاں بروں بر آمد و ایں ہم گماں نبود
صد حیف ناوکت ز دل آساں بر آمدہ

ہر گوشہ در خرابۂ دہلی است یوسفے
در مصر کے چو یوسف کنعاں بر آمدہ

آوردہ غیر اگر دو سہ اشکے چہ میکنی
چشم مژہ بہم زدہ عماں بر آمدہ

از بس درازی شب ہجراں شنیدہ ایم
دانیم ماہ و مہر در خشاں بر آمدہ

چوں دید خضر نوش لب لعل یار گفت
ایں چشمہ بہ ز چشمۂ حیواں بر آمدہ

سویم نیامدہ است عدو در حریم او
پیش کہ رفتہ باز کہ پنہاں بر آمدہ

شبنم خراب و رنگ رخ گل شکستہ کرد
پیش از طلوع خور بگلستاں بر آمدہ

دے حسرتی شمر دالف و الف را یکے
امروز نکتہ سنج و سخنداں بر آمدہ

حسن هر چیز زهر جای بغارت برده
از ملک سود زدرویش خسارت برده

نه غرض شهرت خود بود و نه رسوائی کس
طبع شوخش دل خلقی بشرارت برده

نقض پیمان وزمی کام گرفتن خوش بود
خوشترک اینکه گدارز بکفارت برده

نفحهٔ موی تو بازار سمن افسرده
لمعهٔ روی تو از ورد نضارت برده

مے نشینم بسر کوی تو در شمس خوشم
گرمئ مهر تو از مهر حرارت برده

خلوت آراستهٔ لیلی به ندیمی خوانده
بزم پیراستهٔ شیریں بوزارت برده

حسرتی چوں غزل خواجه نظیری خوانده
از من اندیشهٔ معنی وعبارت برده

شب در آمد زدرم سرخوش وخواب آلوده
سینه بکشوده ودامن بشراب آلوده

بوسه مینامی ولب میگزی اے شیریں لب
شهد لطف است مگر زهر عتاب آلوده

آه ازدشمن وگستاخ نگاهش کامشب
نگه شوخ تو نیگذشت حجاب آلوده

شکوه بایستی وکردیم سپاس از شادی
آمد از بزم حریفان چو شراب آلوده

یا دنا مردو گر از من وحیرانی من
دید چوں دیدهٔ اغیار بآب آلوده

شب برو بیخودی از دیدن روئ تو رفت
حسرتی بود چو لعلت می ناب آلوده

پرده هر جا رخ انداختهٔ یعنے چه — خلوت و بزم یکے ساختهٔ یعنے چه
چه خطر داشت رهِ راست که برگردیدی — راست گو بودی و کج باختهٔ یعنے چه
پیش ازیں خاطرت از نام جفا می رنجید — این زمان تیغ بقتل آختهٔ یعنے چه
روز با خویش بصد مهر مرا داشتهٔ — نیم شب بر سرِ من تاختهٔ یعنے چه
بنود لطف چو بیگانه بود در صحبت — غیر در بزم طلب ساختهٔ یعنے چه
گفتمت کز سرِ عشق تو ز پا افتادم — گوش بر حرف نینداختهٔ یعنے چه
مند شاه کجا و خسک و خار کجا — خاطر از خطره نه پرداختهٔ یعنے چه
عشق در محو نشانست و تواند رهِ عشق — علم از دار بر افراختهٔ یعنے چه
جلوهٔ شاهد هستی است در آئینهٔ کون — تو بجز آینه نشناختهٔ یعنے چه

## بابت عشوه گری گفت بری عیاری
## خسرقی نقد روان باختهٔ یعنے چه

خوش آن زمان که بیزوے جذبهٔ دلخواه — روم بطوف حریم رسول و بیت الله
بآب زمزم او لوح سینه را دل شویم — چنانکه شسته شود گرد ها ز تن بمیاه
سحر ز خواب چو خیزم ببوے او خیزم — بشام چون بنشینم نشینمش به نگاه
فلک نمی شنود نالهٔ مرا هر چند — بگوش کعبه رسانم صدائے واشوقاه

بپاطوافِ حریم رسول نتوان کرد
بدیده گردش گردم چنین است مدنگاه

زحادثات فلک بس ملول وتنگ دلم
بخانهٔ تو گریزم که هست جاے پناه

چوخون جانوران حلال نیست روا
مرا چگونه کند از ستم زبون و تباه

بعمر خود نپذیرفته ایم معبودے
بجز خدا و بریں مدعا خداست گواه

امیدهست که هم حسرتی ز لب دمِ مرگ
برآید اشهد ان لا اله الا الله

چو برق نازبرش مه شوخ او نشسته
زرهش غبار مانده زپیش صبا نشسته

زخدنگ غمزه جانم شده ریش ریش همچو
جبرش رسان که تیر تو به مدعا نشسته

برعشق کارسازی برحسن رازداری
به پیام راز نقشے عجب از صبا نشسته

همه نازمایهٔ تو دل وآں بایں خرابی
که بصد کرشمه در وے صنم هوا نشسته

چو روم نسیم باشم چو کنم رجوع زاں کو
نتوان نهاد گامے بهزار جا نشسته

که خبر دهد بخسرو که به پیش غیر شیریں
بدو صد کرشمه رفته بهزار ادا نشسته

سبب فلاکت من طلب سلامت من
که بگنجها شنیدم همه اژدها نشسته

خجلم زرشک برمش که نکرد هیچ پروا
که فلاں چگونه امشب زبرم جدا نشسته

زهجوم عاشقانش نتوان شناخت هرگز
ببرے که بوده شام و بسحر کجا نشسته

دربارهٔ حسرتی را بخیال خویش جادہ
چو بہ پیش قصر سلطان نگری گدا نشستہ

از دیدن تو چشم بگلزار آمدہ
بلبل بپاسخ تو بگفتار آمدہ

ہرگہ کہ عزم خانہ نمودی زبوستاں
شمشاد از پے تو برفتار آمدہ

زاہد ز محفل تو سیہ مست خاستہ
دیوانہ روبروے تو ہشیار آمدہ

مشغولیش نداد بدل فرصتِ نظر
صد بار بار بر سرِ دیوانہ آمدہ

بیروں میاز خانہ کہ ہرگز ندیدہ ام
بلبل براں گلے کہ ببازار آمدہ

چوں باد بیخزاں دچوں سرو می چمد
سرمست بادہ از برِ اغیار آمدہ

آزاد گشتم از غمِ عالم بہ بندِ تو
آرے خوشست مرغ بگلزار آمدہ

آوازۂ خرامش و چشمش جہاں گرفت
کاہو ز دشت و کبک ز کہسار آمدہ

نے شمع ہر چہ ہست بکاشانہ دیدہ ام
روزے کہ یار شمع شبِ تار آمدہ

ساقی سرِ سبو بکشا و دہانِ خُم
ابرے سزاے خواہش میخوار آمدہ

آں فتنہ ہا کہ ارپے فردا و خیزہ بود
امروز بہرِ چشم تو در کار آمدہ

وعظ آنچناں بگفت کہ از گریہ تر شدم
شب حسرتی ز خانۂ خمّار آمدہ

مهر آنچنان که هست نمودار آمده — آئینه منفعل ز رخ یار آمده
دیوانه ناشکیب نمودن شگفت نیست — آن چشم مست آفت هشیار آمده
در دانه اش هر آئنه سیری عجیب بود — تسبیح چون گسیخته زنّار آمده
بیند مرا ز دور و بکف گیرد آئنه — آن ساده روبیین که چه پرکار آمده
خوی از رخت فتاد نمودار گشت گل — اشکم چکید لاله پدیدار آمده
مشت گلی بتحفه مرغان دام برد — فرخنده طائرے که بگلزار آمده
باز آمده است برّ لطافت بے سبب — پنداشتم که از بر اغیار آمده
بینم جمال دوست میسر کرا شود — از ذرّه تا بمهر طلبگار آمده
یوسف رخان ز هر طرفے گرد آمدند — در ساعتے که یار ببازار آمده

عزمش شنیده جانب گلشن کہ حسرتی
مستانه چون نسیم برفتار آمده

دیدار خویش را چو بفرد انهاده — امروز از چه شوق بدلها نهاده
یک لمعه از تجلّی برق ظهور تست — فردے که در بدیهی اولے نهاده
بر چشم های تیره دلان مهر کرده — روشندلی بدیده بینا نهاده
خوشنود و ناخوش از همه دیروز گشته — جلدوے و انتقام بفرد انهاده

گر آرزوے تو بدلے کم بود مگیر
دانی ہزار گونہ تمنّا نہادہ

آخر خودش بشیوۂ ترکانہ بردہ
آں دل کہ بے طلب ببرما نہادہ

بخشندگی طریقۂ تو عفو خوے تو
شوقِ گناہ در تہ دلہا نہادہ

آتش بجانوادۂ فرعون میزنی
از شعلہ کہ در کفِ موسے نہادہ

در بزمگش کہ تشنۂ خون دو عالم است
ذوقِ ہزار ساغرِ صہبا نہادہ

ما از ہواے جلوۂ دیدار سوختیم
تا نے عجب بعرش معلّے نہادہ

مشکل بود رہائیٔ جاں از کمند تو
سامان دلفریب مہیّا نہادہ

بندے بپاز طرّۂ خوش خم فگندۂ
دامے برہ ز زلف چلیپا نہادہ

ہرگز عزیز نیست ز تو جاں بجان تو
بیصرفہ رسم غارت دینما نہادہ

لطفِ زبانیٔ ز تو را ہم نمی برد
کایں دانۂ فریب بصد جا نہادہ

اے حسرتی ز فکرت وقّاد خود بنظم
رسمِ جُدا ز طرز احبّا نہادہ

## حرف الیا

زیں ہوش کہ من دارم مدہوش شراب اولے
ویں خلوتِ ہمچینی بزمِ مے ناب اولے

ترسم که مرا شخصے از اہلِ صفا داند
بر دامنِ آلودہ داغے ز شراب اولے

حورانِ پریرو را خوبانِ نکو خو را
در دیدہ حیا نیکو بر چہرہ نقاب اولے

گر رشک برد جانم در شوق برد تابم
آں زلف بجم بہتر آں طرّہ بتاب اولے

گر شہرہ بمی گردد دشمن نخورد حسرت
گر بادہ دہی ساقی با چنگ و رباب اولے

گل چہرہ کشا آمد بلبل بنوا آمد
ابرے بسزا آمد ساقی مے ناب اولے

ہم سبحہ دہم ساغر بر دست گرانم شد
ہم شیخی و ہم رندی در عہدِ شباب اولے

در انجمن پیران باید بادب دم زد
گستاخی و بیباکی در عہدِ شباب اولے

از حسرتی شنیدہ چوں ہیچ نمی آید
ایں رندِ خرابائی تر مست و خراب اولے

تا کجا بر طمعِ وصل شکر خند کنی
عشق آمیختہ زہر ہوس چند کنی

تلخ گفتی و شنیدیم حجاب از پے چیست
میتوانی کہ تلافی بشکر خند کنی

مدعی از سرِ آں ناوکِ مژگاں بگذر
سینہ آماجگہِ تیرِ بلا چند کنی

اے محبت ز تو خوش بوالعجبی ہا آید
طفل را فتنۂ پیران خردمند کنی

بندہ را نیست بمیلانِ طبیعت کاری
کار ہا بر نمطِ امرِ خداوند کنی

نتوانم کہ بافسونِ دلِ تو بکشایم
نتوانی کہ بافسانہ مرا بند کنی

آنچنانم ز تو آزرده که مشکل دیگر
دلِ من شاد بصد وعده و سوگند کنی

سعی در کار نما و بجهان کار مدار
دو جهان از تو اگر کار بایں پند کنی

هر که از دوستیت دم زند اول اورا
بدسگال پدر و دشمن فرزند کنی

نتوانی که بری تلخی زهر از کامم
ایکه در جام رقیبان شکر و قند کنی

حسرتی مرد اگر فایده ات هست جز ایں
که دل غیر بایں واقعه خورسند کنی

بر روی خوشت نقاب تا کے
از اہلِ نظر حجاب تا کے

جرات ز عنایتِ تو سر زد
با مدعیاں عتاب تا کے

ساقی بفشردہ درونی
آمیختن شراب تا کے

دلّالہ حُسن ناگزیر است
از بادِ صبا حجاب تا کے

درہا بے سپہر بر کشادند
بر بستر ناز خواب تا کے

بس منفعلم ز شکوہ گرم
آمیختن گلاب تا کے

مطرب برخ نوائے بلبل
جلباب نے و رباب تا کے

نے پردہ حدیث عشق سر کن
از شعر و غزل نقاب تا کے

دیوان تو حسرتی بیاضی است

## از منتخب انتخاب تا کے

این باد دریں حباب تا کے
این آب دریں سراب تا کے

در روح و جسد علاقہ تا چند
در ظرف گل این شراب تا کے

این طائر عرش آشیانہ
در مزبلۂ خراب تا کے

این پرتو نور را زبے کیف
در سایۂ آفتاب تا کے

مہر جم و خاتم سلیماں
پامال دریں خلاب تا کے

آخر نہ دلت اسیر شوخی است
اے صاعقہ اضطراب تا کے

زیں شیرۂ جاں کہ در لب تست
گردد بدہانم آب تا کے

در شیب کہ نوبہار عقل است
دیوانگی شباب تا کے

## نزدیک رسید حسرتی مرگ
## دوری زرہ صواب تا کے

آمد ابر و میدہد پیغام مے
موسم گل نیز ساقی جام مے

لالہ چشمک میزند بلبل نوا
میرسد از ہر طرف پیغام مے

پاس ناموس زمان نیک دار
توبہ از ہر چیز در ایام مے

محتسب ہم گر بیاید منع نیست
میدہد ساقی صلائے عام مے

سرِ خوشت گویند تا پایان کار — خوش بود آغاز مے انجام مے
بوے مستی از لباس گل مخواہ — دو خنداں جامہ بر اندام مے
نسبتے در مستی و دیوانگیست — زاں دل شوریدہ ام رشدام مے
گر شراب کہنہ وقف عیش ہست — تازہ گردان جان من از نام مے
پاس عرض پارسائی می کنم — زاں نیایم پیش تو ہنگام مے
ہم مہ صوم ست و ہم فصل بہار — می کشایم روزہ ہا از جام مے

جمع ضدیں از تو آید حسرتی
سبحہ در دستے بدستے جام مے

باجذبِ شوق راہ ستم گم نمی کنی — ناچار آمدی کہ ترحم نمی کنی
مارا امید مہر فزاید زماں زماں — چندانکہ بر رقیب ترحم نمی کنی
تو خشمگیں ز کین و من از راہِ سادگی — دانم ز روے ناز تکلّم نمی کنی
فریاد وقف تذکرہ عیش دشمن است — گوشے کہ بر فغان و تظلّم نمی کنی
شادم ز بسکہ خوار شدم پیش از ہمہ — اکنوں نظر بخواری مردم نمی کنی
جاں میدہی دلا بولاے بتان و باز — جذبے کز و چکد کشش ہم نمی کنی
دستت بذیل دامن دلدار میرسد — سررشتۂ خیال اگر گم نمی کنی

خندیدنِ رقیب بحالِ زبونِ من | خوش آمدت اگرچہ تبسم نمی کنی

می جام وصل نیست کہ از غیر کم دہد
اے حسرتی چرا طلب خم نمی کنی

از غنچ دل پتاں زستم ہائے کیستی | ایجاں بحسرتم کہ تمنائے کیستی
ہر دم ببزم دلکشِ جاناں گذار تست | اے قاصدِ خیال زا عدائے کیستی
ایجاں کہ سیر و مشک یکے در دماغ تست | محو شمیم زلف سمن سائے کیستی
بالائے آسمان بریں ایں ہمہ صعود | اے اخترِ رقیب تو غوغائے کیستی
پنہاں نکردم از تو کہ بیمار کیستم | بارے تو ہم بگو کہ مسیحائے کیستی
فردائے حشر وعدۂ امروزش اے رقیب | ہاں سادہ خوش بوعدۂ فردائے کیستی
عمریست سرزغرفہ و منظر نمی کشی | طاقت گداز و حوصلہ فرسائے کیستی
جاں میدہی وعقدہ برابر و نیز نی | ایجاں ہلاک نازدل آرائے کیستی
اے زلف دوست ایدل و جانم اسیر تو | طوقِ گلو و سلسلۂ پائے کیستی
سرگشتۂ و شکوہ زا ختر نمی کنی | اے آسماں نہاد شکیبائے کیستی

عشق است و رشک رشک گمانہا بدیں مپرس
اے حسرتی کہ والہ و شیدائے کیستی

از عرش بود دره بهرائے کہ تو باشی
از جائے رود جا بجائے کہ تو باشی

عارض ننمودی و دل از دست ربودی
پنہان ز نظر جلوہ نمائے کہ تو باشی

دل می طلبی از من بیدل چہ بلائی
مفلس شناسندہ گدائے کہ تو باشی

بیرون درم با تو بباغ ار بودم جائے
در خویش نگنجم بفضائے کہ تو باشی

گل را نبود رنگی و بوئے کہ تو داری
مہتاب نباشد بصفائے کہ تو باشی

با من نہ نشینی و عدو را نہ گزینی
بہر کہ تو ہستی و برائے کہ تو باشی

گر بیخود و گر بے خبرم جائے سپاس است
از من چہ حساب است بجائے کہ تو باشی

در انجمنش دم ز ترنم نتواں زد
اے زہرہ بدیں ساز و نوائے کہ تو باشی

ہاں حسرتی از راز نہانی خبرم دہ
فرزانۂ دیوانہ نمائے کہ تو باشی

دل دادہ نۂ درد دل زار چہ دانی
در دام نۂ حال گرفتار چہ دانی

عاشق نشدی خواہش وصلے ننمودی
بر دل گذرد آنچہ ز انکار چہ دانی

نہ چشم عنایت نہ ز کس بیم جفایت
از لطف چہ آگاہی و آزار چہ دانی

یاری نگزیدی و رقیبے نشنیدی
رنجے کہ ز شکست تو اے یار چہ دانی

اے گل بدلت خار محبت نخلیدہ
ذوق گذر وادی پر خار چہ دانی

معشوقی و باخندہ لبت را سر و کار یست
تو مرتبۂ دیدۂ خونبار چہ دانی

در انجمن عشق ترا نیست گذارے
تو لذتِ آہِ پسِ دیوار چہ دانی

با ماہ وشے نیست سر و کار دلت را
نے مہری گردونِ جفا کار چہ دانی

دانم کہ ز بیتابی شوقست وگرنہ
اے حسرتی این طرزِ دل افگار چہ دانی

ایکہ سوزِ دلِ بلبل بینی
شعلۂ رنگِ رخِ گل بینی

گر بایں رخ بگلستاں آئی
داغ لالہ بدلِ گل بینی

شوخ ترآں مہ تابان بابی
برق را گر بتامل بینی

غیر بیتاب رگستاخی ہاست
کار عشاق تحمل بینی

دیدم از نرگسِ مستانۂ تو
آنچہ تو از اثرِ مل بینی

صبح گل چیں بچمن می آید
مہر را آفت بلبل بینی

حسرتی سایۂ آں زلف شناس
خم و پیچے کہ بسنبل بینی

جاں از رقیب خواہی و اصرار میکنی
کار یست مشکل حیف کہ دشوار میکنی

کونین رونمائے جمالت نمی شود
با ما چہ دیدۂ کہ خریدار میکنی

در طینتت ز کینه فزودند عنصری
جرم تو نیست کاین همه آزار میکنی

در پیش من ز لذت آمیزه نیست کم
شیرین ادائی که با نکار میکنی

ساقی بده که باده باندازه میدهی
مطرب بخوان که نغمه بهنجار میکنی

نقصان کمال خواهد و در خیر تم مرا
صالح نکرده و زیان کار میکنی

شوق رخ تو طبع ز هر چیز برگرفت
دیوانه می نمائی و هشیار میکنی

نے پرده تاب جلوه ندارد کسے ازاں
خود را بصد لباس نمودار میکنی

در هر لباس جلوه دگر همی نهی
دلها بطرز غیر طلبگار میکنی

مجنوں بدام طرّه لیلی در آوری
قمری به بند سرو گرفتار میکنی

از شمع شعله در دل پروانه میزنی
بلبل فدائے شیوه گلزار میکنی

بے حیله حسرتی ننوان گفت خوش بود
گر عزم طرح صحبت اشعار میکنی

اگر نگه ز سوے دشمناں بگردانی
بلائے آه من از آسمان بگردانی

کنی چو عزم تماشائے باغ گلچیں را
چمن طراز تر از باغباں بگردانی

چو بینمت دم اظهار دوستی با او
زمن نگاه و ز دشمن زباں بگردانی

دو چار شیعه شوی گر بروز عاشورا
به نیم خنده دلش شادماں بگردانی

بجلوه کوکب هفت اختران سیه سازی
بعشوه اختر نه آسمان بگردانی

به تیم خنده که بر گل کنی بجانب خویش
هزار را زدر بوستان بگردانی

ز عشوه های نهان تو با عدو شادم
بچند روز مرا نکته داں بگردانی

الا رفیق نصیحت شعار می خواهم
که خاطرم ز نشاط جهاں بگردانی

بشرح حسن ثیاب جمیل مینوئے
طبیعت از قصب و پرنیاں بگردانی

بذکر راوق مشکیں ختام کافوری
دلم ز بادهٔ آتش نشاں بگردانی

جناں من ز هوائے بهشت رضواں
بوصف جلوهٔ حور جناں بگردانی

بذکر دلکشیٔ نغمهٔ طیور بهشت
دلم ز رود و سرود مغاں بگردانی

بسوئے حسرتی خود گذر تواں کردن
سحر گهاں چو ز گلشن عناں بگردانی

## متفرقات

اهل دانش بهر کسب علم در کاشانه ام
من بگیهے در کوئے شاهد گاه در میخانه ام

صد سعادت رو نمود و صد بهار ان جلوه کرد
مهر آمد در حمل یا یار در کاشانه ام

عشرت پنهاں ببین و شوکت پیدا مسنج
شعله در حاناست اگر شمع اگر پروانه ام

| | |
|---|---|
| تا ندانند نا امیدم حرف لطف آمیز را | گرچه در دل میشناسم پیش او باور کنم |
| خود روا داری بر قیباں تو چرا داری خمار | حسرتی برخیز من هم باده در ساغر کنم |
| چه پرسی حسرتی از گردش پنهاں من شبها | حدیث شور عشق خود شنیدن آرزو دارم |
| مباد گوئی مهر عدو که در دل تست | روم ز پیش تو هنگام می کشیدن تو |

## مقطّعات

| | |
|---|---|
| اے فرض احترام تو از کعبه سوے هند | دانی که باز گشت چرا کرده ایم ما |
| زاں مشرق لوامع قدس از چه روی باز | اندیشه صرف تیره سرا کرده ایم ما |
| بهر طواف کوئے تو ای مهر اوج فضل | رو جانب زمیں ز سما کرده ایم ما |
| ای حج و عمره راز تو دانیم رکن و شرط | زیں راه طے مرحله ها کرده ایم ما |
| ای آگه از تفنن الفت چه دور گر | از قبله رو بقبله نما کرده ایم ما |
| شیخ الرئیس را بتو هم سر نوشته ایم | پرسی اگر صواب خطا کرده ایم ما |
| پور قباد را بتو هم پایه گفته ایم | انصاف میدهیم جفا کرده ایم ما |

آں مظہر شیون صفائی کہ اکتساب — از شیوۂ تو رسم وفا کردہ ایم ما
آنی کہ دل بشیوۂ شیریں ربودۂ — آنی کہ جاں بذوق فدا کردہ ایم ما
مرآت دل بہجر چو زنگِ الم گرفت — از یاد عارض تو جلا کردہ ایم ما
جاں از فشار درد جدائی ستوہ شد — از وعدۂ وصال دوا کردہ ایم ما
زاں پارہ آتشی کہ دلش مجمر آمدہ — آتش غبار و آب ہوا کردہ ایم ما
بر ما مگیر نامہ اگر کم نوشتہ ایم — دانی کہ اعتماد صبا کردہ ایم ما
ور نامہ نانوشتن تو از تو پیش خود — صد گونہ عذر ہا بسزا کردہ ایم ما
ایں نامہ گرچہ بعد دو سالے نوشتہ ایم — آما ہزار ناز بجا کردہ ایم ما
ہم در طواف کوئے ترا یاد کردہ ایم — ہم آرزوئے تو بمنا کردہ ایم ما
در کعبہ داستان مدیح تو خواندہ ایم — واندر مدینہ بر تو ثنا کردہ ایم ما
ہم بہر تو ببردہ تمنّا نمودہ ایم — ہم بر صفا دعا بصفا کردہ ایم ما
ہر جائے کان محلِّ اجابت شمردہ اند — حق وفا و مہر ادا کردہ ایم ما
در ختم نامہ عرض دعا گر نکردہ ایم — اے حسرتی حذر زریا کردہ ایم ما
وانگہ دعا بموضع دیگر چہ حاجتست — چوں بارہا بکعبہ دعا کردہ ایم ما

اے باد بگلستان دہلی — رونے قدار ترا گذارے

| | |
|---|---|
| باآں گل تازہ گو کہ از داغ | شد تختۂ سینہ لالہ زارے |
| بستی چو در چمن بر ویم | سوے قفسم بیا تو بارے |

## رباعی

| | |
|---|---|
| الطاف تو بر بندۂ عاصی چہ عجب | لطف و کرمت نیست مسبّب بہ سبب |
| نامت بلب و تجلّیت درجاں باد | آندم کہ کشم رخت ز دنیا یارب |

## دیگر

| | |
|---|---|
| ع زینگونہ سیہ گلیم و روسیہم | کابلیس کند عار زیاد گنہم |

## دیگر

| | |
|---|---|
| توبہ ز ملاہی و مناہی توبہ | وز ہر چہ کہ از بندہ نخواہی توبہ |
| بپذیر و خط عفو بعصیانم کش | کردم ز سر صدق الٰہی توبہ |

## دیگر

| | |
|---|---|
| نے خوش آید مرا مقالات حکیم | نے دل شگفد ز بذلہ و ہزل ندیم |
| شاید کہ بیاد رد شمیم زلفے | آشفتہ نشستہ ام بامید نسیم |

## دیگر

لہ اصل نسخہ میں اس رباعی کا صرف ایک ہی مصرعہ نقل کر دیا ہے۔

## رباعی

شب شیرهٔ روح از کلامش می ریخت
صهبا از لعل لالهٔ فامش می ریخت
میگشت و نگشتن از ادا میبارید
میرفت و رفتن از خرامش می ریخت

## دیگر

گر پیر شدم چه غم شبا بم بخشند
ور مخمورم شراب نابم بخشند
گر روز سیاه شد چو شب باکی نیست
در روز سیاه آفتابم بخشند

## دیگر

از زلف سیه برو نقابے درکش
بر رقع برخ چو آفتابے درکش
وز سنبل و عناب گرنه تنگ آمده
با من بچمن بیا شرابے درکش

## دیگر

نه قطره زنِ طریقِ مشتاقی باش
نے در گرو مغنی و ساقی باش
عمرِ ابد و وصالِ جاوید طلب
فانی از خود شو و بوے باقی باش

## دیگر

اینجا نفسے غیر بشارت نبود
اینجا سخنے بجز اشارت نبود
فهم سخنم گر نکنی معذوری
اینجا همه معنے است عبارت نبود

## رباعی

بلبل کہ ز عشقِ گل حزیں میباشد
با نالہ و فریاد قرین میباشد
تنہا نہ ز خود رود کہ از گلشن ہم
گر بنمایم کہ گل چنیں میباشد

## دیگر

ایں قول قدیم از افادات حکیم
ہر طبع سلیم می نماید تسلیم
از ہر چہ کہ ناخوش بجہاں ناخوشتر
بیگانہ وشے ز آشنایانِ قدیم

## دیگر

من تشنہ و سیراب ز صہبای خودم
من کعبہ خویشم و کلیسای خودم
با غیر خودم ہیچ سروکارے نیست
من عاشق و معشوق خود آرای خودم

## دیگر

ہر صبح ترا بجستجوے باشم
ہر شام در آرزوے تو مے باشم
گفتی کہ فلاں چگونہ مے باشی تو
تو باش نکو کہ من نکو مے باشم

## دیگر

چندے بحریم شہر یاراں رفتم
چندے بدر زمرہ شعراں رفتم
دیدم ہمہ لہو و سہو و کبر و طامات
ناچار بکوے می گساراں رفتم

## رباعی

در دیر مغاں بُتِ خود آرائے ہست
خود بینی و خود سرے و خود رائے ہست
اندر نظرش یکیست مستی و عفاف
توبہ شکنی و توبہ فرمائے ہست

## دیگر

از خاکی و چوں خاک ہمی باید زیست
نے ہمچو قبادے و جمے باید زیست
گفتی کہ چو مردہ زیستن دشوار است
دشوار اگر ہست نمی باید زیست

## دیگر

دے حسرتی خستہ ملاقی گردید
اصرار بسے چو رفت ساقی گردید
گفتم ز ہمہ گذشتی الّا از می
گفتا ایں نیز اتفاقی گردید

## دیگر

در شہر حکایت می آشامی تست
در پیر و جواں شہرت خود کامی تست
گفتم بتو آنچہ بود دیں خود دریاب
بدنامی تست یا نکو نامی تست

تمت

# قصائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## در نعت

گر سر آشتی و مدارا برآورم
پرخاش از سکندر و دارا برآورم

وحدت سپرده منصب جولانگری مرا
گرد از رکاب دوان تو و ما برآورم

از قید نه رواق نگارین بدر روم
یوسف ز هفت کاخ زلیخا برآورم

هرگام غول حوصله کوتاه ورده دراز
مشکل سرے بعالم بالا برآورم

آن باده نوش پاک نهادم که شهد و شیر
هنگام دار و گیر ز مینا برآورم

رندم ولے بگاہ جدل با فقیہ شہر
دودے زدود مان لم و لا برآورم

بس نکتہ ہاے نغز کنم نذر انجمن
در ساعتے کہ بادہ ز مینا برآورم

از ذکر و شکر نفس اگر سستی آورد
فریاد یا معین اعنّا برآورم

فرسودہ رسمہاے جہان ناخوش منست
گوہر ز کان و لعل ز دریا برآورم

از بہر کسب فرحی سایۂ ہما
بر خاستم کہ شہپر عنقا برآورم

گو شیخ شہر رنجد و گر پیر میکدہ
من آں نیم کہ دم بمدارا برآورم

از روے شید فرق و بانداز رنگ و ریو
در دل ہر آنچہ نیست ز لب ہا برآورم

در خانقہ ز شیشہ و پیمانہ بگذرم
ور ذکر حق بمیکدہ حاشا برآورم

طاعت سرشت گشتہ ز دل چون بدر رود
مستی بجاں سرشتہ نہ آنرا برآورم

سجادہ گسترید کہ خواہم نماز کرد
پیمانہ آورید کہ صہبا برآورم

دیوانہ را قرار بیک طور نیست زاں
گہ لا و گہ الٰہ و گہ الّا برآورم

اندر زہاے تلخ بشیرینی بیاں
در ذوق ناسلیم گوارا برآورم

چوں جہل علم نیز نقاب جمال اوست
از ہر دو لوح سینہ معرّا برآورم

از طرز عارفانہ نہ ہر طبع حظ برد
ابیات دل پسند اجبّا برآورم

دستان جاں نواز و نواہاے دلکشا
بر شیوۂ طیور خوش آوا برآورم

گر بر وصف شاهد و صهبا بر آورم
انکار از طبیعت دانا بر آورم

مشتاقم آنچناں کہ بیک دم بہم شدن
صد گونہ حسرت از دلِ شیدا بر آورم

نازم بسحر عشق کہ از نارمشتعل
انفاس سرد صبحدم آسا بر آورم

از یکدو آہِ شعلہ فشانِ زبانہ خیز
آہن دلے ز طینتِ خارا بر آورم

گویا بوصف خندۂ پنہاں قصیدہ ایست
آں نالہ ہا کہ در دلِ شبہا بر آورم

خاکم بسر کہ باہمہ غیرت ببزم دوست
خواہم کہ کار خویش ز اعدا بر آورم

ہرگز بہیچ شغل دلم وانشد کجاست
کاریکہ از ہواے دل آزا بر آورم

نے روی دل سپید بخوم است کز نقاب
روے محذّرات خفا یا بر آورم

اندیشہ ہاے سبعۂ سیارہ واکنم
مرکوز ہفت گنبدِ خضرا بر آورم

وہ چے تراشم از پے تمریخ اتہمات
علّت برائے گردشِ آبا بر آورم

گویم ز خیر و طالع و مستولی و قراں
احکام و مضمرات و خبایا بر آورم

آگاہ از صناعت طب نیز نیستم
تا خویش را نظیرِ مسیحا بر آورم

نہ صوفیم کہ از اثرِ لذّتِ سماع
رقصے ز نم جہاں بہ تماشا بر آورم

نہ مطربم کہ چرخ بچرخ آرم از نوا
ناہید را بزمزمہ از جا بر آورم

نه عاشقم که از لفت آه شراره بار
دود از دمار گاشن و صحرا برآورم

نه عاشقم که غازه بر خساره برکشم
با پیچ و تاب زلف چلیپا برآورم

از سرمه آب خنجر مژگان فزون کنم
دانگاه دست از پے یغما برآورم

نه شاعرم که شورش هزلے درافگنم
شورِ طرب ز جمع اخلّا برآورم

گویم برائے اخذ جواہر قصیده ها
مدح از پے گرفتن کالا برآورم

گویم سخن که بوسه شیرین ربایمے
سنجم غزل که کام ز سلمے برآورم

امابرائے آنکه دو بیتے گزیده
اندر ثنائے داور دارا برآورم

بیگانه نیستم ز طریق سخنوریے
گاهے بشعر دم ز تو لا برآورم

اول بآب چشمه کوثر وضو کنم
وانگه نفس بنعت مزکّی برآورم

آن کز چمن طرازی بستانِ مدح او
ماوائے خود بجنّتِ ماوا برآورم

آن کز ترانه سنجی گلزار نعت او
اندیشه چون بهار مطرّا برآورم

سلطانِ دین امامِ رسل شاهِ انبیا
کز بندگیش پایه والا برآورم

شاهین قهر او چو شود بال و پر فشان
خواهد عدو که شهپرِ عنقا برآورم

خاکِ درش که سرمه اهلِ بصیرتست
گویند که کام دیده اعمے برآورم

هرامر و نهی کز تو بگوشم فراخورد
از جان و دل ندائے اطعنا برآورم

حرفے گر از فروغ جمالِ تو سر کنم
گرد از نہاد صخرۂ صما برآورم

افسانۂ حقیقتِ مہرت چو سر دہم
عشقِ مجاز از دلِ برنا برآورم

گاہِ ثنائے غالیۂ خلق دلکشت
ز انگوزہ بوے عنبر سارا برآورم

از یک حدیث لطف کہ با من کنی بخواب
مضمون صد ہزار تسلی برآورم

گر بخت بر درِ تو بر د سجدہ ہاے شوق
نے از جبیں کہ از ہمہ اعضا برآورم

خواہم بر آستان رفیعت نہاد نے
تا سر ز ساق عرش معلے برآورم

شاید فتد نگاہ بایوان جاہِ تو
خود را فراز بام ثریا برآورم

خطّ غلامے تو بدست عمل نگار
امروز شد سپردہ کہ فردا برآورم

از داغ بندگیت جبیں را گزیر نیست
خواہم کہ آفتاب ز سیما برآورم

دستم نگار بند عروس مدیح نست
بنود عجب اگر ید بیضا برآورم

طبعم ترانہ سنج ثناے کمال نست
نشگفت گر نشید بدعوے برآورم

آں ساحرم کہ مدحتِ شیریں اگر کنم
از طبع قیس الفتِ لیلیٰ برآورم

گاہے برسم و عادت مرغانِ بوستاں
لختِ جگر سرشتہ نواہا برآورم

گاہے صفیر سنج بود کلکِ من بنظم
گاہے صریر خامہ بانشا برآورم

گہ عہد التیام بالفاظ میزنم
گہ دم ز اتحاد بمعنے برآورم

از بیتِ عاشقانه بشوقِ وصالِ خود
معشوقه از طرب کده تنها برآورم

از شعرِ عارفانه زاوباشِ وسوقیان
صوت و نوائے نحنُ عرفنا برآورم

در ساعتے بمطلب الغاز و ارسم
در یک نفس هزار معمّا برآورم

چند از گزافِ بے مزه شوری در افگنم
تا کے زلاف بیهده غوغا برآورم

بر عرضِ حسنِ خاتمه ختمِ سخن کنم
زاں پس که یک دو حرف تمنا برآورم

شاها سپهر بارگها بنده پرورا
خواهم که نامِ کفر ز دنیا برآورم

آتش بکار و بارِ مغانِ عجم زنم
در دیرِ هند موجهٔ دریا برآورم

هم غزوه آورم زپے انکسانِ نفس
هم بهرِ کسرِ کفر سراپا برآورم

گو زاده ام بهند ولے روز رستخیز
یارب که سر ز پیرِ ثرب و بطحا برآورم

## وله

رستم از بحر و بمنزل گه جاناں رفتم
جانب گل کده از دشتِ مغیلاں رفتم

هان و هاں روشنی چشم بگریید مرا
تشنه بودم لبِ هر چشمهٔ حیواں رفتم

شاخے از طوبی و کاخے ز بر جد دادند
طالعِ من که ازیں منزلِ ویراں رفتم

سرو آزاد کجا وادی پُر خار کجا
در نوآئینِ چمن تا نه خیاباں رفتم

منم آں ذرّه بتاب که از یاری شوق
تا بخلوت گهِ خورشید درخشاں رفتم

منم آں قطرہ زعماں بہ بروں آمدہ
کہ پس از سیر و سفر باز بعماں رفتم

منم آں سادہ کہ رنگینی دیوم نفریفت
منم آں شوخ کہ آگاہ زغولاں رفتم

من کہ پیر خردم حسرت شاگردی داشت
سادہ انداز ترطفل دبستاں رفتم

چہ کساد است کہ کس قدر و بہایم نشناخت
خاتم دست سلیمانم و ارزاں رفتم

بخریداری من پیرہ زنی نیز نخاست
گرچہ صد بار سوے مصر زکنعاں رفتم

شادم از ضعف کہ بس پایہ والا بخشید
بہ پر و بال ہوا ہمچو سلیماں رفتم

سدرہ بودم ایں چمن رنگ آمیز
لاجرم نکہت گل گشتم و پنہاں رفتم

تاکہ یادے نکند کس بہ دی ہم از من
نیکوئی گشتم و از خاطر یاراں رفتم

بزم آسودہ دلاں گرمی ہنگامہ ندانشت
اشک حسرت شدم از چشم عزیزاں رفتم

آمدم دوش ازاں دار و پشیماں گشتم
رفتم امروز ازیں دیر و پریشاں رفتم

صولت حسن تواں دید کہ با اینہمہ شوق
بدر خانہ دلدار ہراساں رفتم

بیکسی بین کہ بحالم ہمہ خوردند افسوس
بزیارت چو بسر خاک شہیداں رفتم

مرحبا شوق گرفتاری دام کاکل
کہ ببال و پر خود بدر زنداں رفتم

تاکوبش نرسم کے دل من بکشاید
زیں چہ حاصل کہ بگلگشت گلستاں رفتم

منم آں پردہ کشائی غم پنہانی دل
کہ بپس کوچہ اغیار غزلخواں رفتم

شعلهٔ زندگیم بادِ نفس سرد نکرد
بهلویت چو چراغ تهِ داماں رفتم

دیدهٔ منتظرم آب و صفائی میخواست
یاد آئینه رخے کردم و حیراں رفتم

در حریمِ دلِ خوبانِ جهان جائی من است
لیک وارسته بر نگِ مه کنعاں رفتم

دم هجر است غمیں گشتن تو مژدهٔ وصل
چه شگفت است گر از پیش تو شاداں رفتم

دل من شیفتهٔ قدر شناسی گل است
بگلستاں نرود تا نه گلستاں رفتم

در شبِ هجر که جز سوختنم کار نبود
شمع گر دیدم و تا صبح بپایاں رفتم

رشک میداشت مرا بر حذر و دل میخواست
خرمی گشتم و در محفل مستاں رفتم

طبع من نازک و ایں قوم جفا جو بد خو
مهر و الفت شدم و از دلِ خوباں رفتم

اعتبار یست تفاوت همه در اصل یکاند
در سرائے شه و در منزلِ دهقاں رفتم

نه غرض کسب هنر بود و نه ادراک علوم
بهر هم بزمی طفلاں بدبستاں رفتم

بامیدیکه رسد ناقه و محمل از پے
ساربان وار بهر گام حدیخواں رفتم

قصهٔ فتنِ من چوں شب هجر است دراز
قصه کوتاه بصد حسرت و حرماں رفتم

جستجوے دلِ گم گشته نمودم هر جا
هم در شهر زدم هم به بیاباں رفتم

حیف زاں گم شده هرگز اثرے رو ننمود
کعبه هم رفتم و هم بر درِ رهباں رفتم

مرحبا نغمهٔ شعر که در هر بزمے
نغمه انگیز تر از مرغ خوش الحاں رفتم

نور من شمع رہ خضر شد اندر ظلمات
گر شب تار بسر چشمۂ حیواں رفتم

خود ندانی اثر فیض مزار شاہ است
کہ بہم پائی دل ناصیہ سایاں رفتم

یارب از لطف و کرم بردر والاش رسان
گرچہ صد بار در اندیشہ بجولاں رفتم

آں بدریائے رسالت گہر یکدانہ
کہ ز فیضش نہ بدریوزہ عمّان رفتم

آنکہ با این دل بت بندہ ز فیض لطفش
پایہ در پایہ ورہ بر رہ ایماں رفتم

آنکہ از جلوہ نمائی بہار خلقش
بے تکلف بسر روضۂ رضواں رفتم

خوش دمے بود کہ آہنگ ثنایت کردم
کہ بہنجار ز آغاز بپایاں رفتم

ساعتے خوب بمن لطف تو ارزانی داشت
بتفحّص نہ بر نجم کہ شناساں رفتم

روشناز انستودم بزرگی و مہی
بسپاس و بشکایت نہ ز دوراں رفتم

قرنۂ عیش نہ از خوبی بر جیس زدم
الم اندوز نہ از شومی کیواں رفتم

نے بآوازۂ ناہید شکستم توبہ
نے بہنگامۂ مہر از سر پیماں رفتم

نے ز غارت گری ترک فلک تر سیدم
نے بدریوزۂ نور از مہ تاباں رفتم

نے پئے آگہی راز دبیر گردوں
گہ سوئے بابل و گہ جانب یوناں رفتم

نے در خنثی نشاندم نہ بطے آوردم
ہمچناں سادہ ز آلایش طغیاں رفتم

نے وصد بست و نے ساز طلسمی کردم
در بگوئی کہ نہ بر طرز حکیماں رفتم

ما گروهیم که سرو قد ما اُمّی هست
اقتفای اثرش کردم و زینسان رفتم

اُمّی هست چه اُمّی که بر اسرار علیم
علم از و یافتم از شعبده بازان رفتم

الغرض سیر نخست است بوادی قصید
که با سلوب حزام مه تابان رفتم

راست اینست که از حوصله ام بود فزون
مگر از نسبت مدحت همه آسان رفتم

فیض بواسطه از مبدء فیاض است این
نے بشیراز شدم نے بصفاهان رفتم

گر نه بر جادهٔ عرفی زده ام گام مگیر
که سر اسیمه چو رم خورده غزالان رفتم

بیخودم زمزمهٔ لغت زلب میریزد
چه شگفت ار نه بآرایش عنوان رفتم

سرور اسوے خودم خوان که کشم آهنگی
کف خاک آمدم و چشمهٔ عرفان رفتم

خسرو اسوے خودم خوان که شوم نغمه سرا
گدیه جو آمدم و غیرت خاقان رفتم

داور اسوے خودم خوان که نوائے بکشم
بے نوا آمدم و با سر و ساز ان رفتم

ملکا سوے خودم خوان که صفیرے بزنم
خس و خار آمدم و سنبل و ریحان رفتم

خسروی اخترم از هند برد گر بعرب
دامن از خاک بمنزل گه کیوان رفتم

## وله

کارے بجسب خواهش دل در جهان مخواه
تغییر رسم کهنهٔ هفت آسمان مخواه

برشاخسار دهر ز نو برا فرمجوے
در چشمه سار چرخ ز گوهر نشان مخواه

خالیست از زبرجد مقصود نیل چرخ
بیهوده رنج خویش بمرد زرکان مخواه

گر آفتاب شعله زند در نهاد تو
از مشتری ردا مطلب طیلسان مخواه

هرچند دود لازم نار آمد است لیک
هنگام احتیاج ز آتش دخان مخواه

هر طبع را بشیوه نو آفریده اند
کامے ز هفت اختر دونه آسمان مخواه

دل بر نکاح قاضی ولولی چه بسته
زین اجتماع غیر بلا در جهان مخواه

با نفس یک مصارعت رستمانه کن
خود را اسیر دیو درین هفتخوان مخواه

زحمت ببر که بر ندهد در مصاف نفس
خفتان ز ببر بروں کن و ببر ستوان مخواه

گوهر که در نهاد تو ماند ندآں بیار
تجمیل خویش از شرف دود مان مخواه

گر دل ترا دهند حبیبان ضمان مگیر
در سر طلب کنند حریفان امان مخواه

نا راستی بطبع ستمگر نهاده اند
غیر از کجی ز طینت تیغ و کمان مخواه

نے پادشاه زر دهد و نے خدا بهشت
خود را هلاک خنجر نازبتان مخواه

معنی چو دست داد بصورت چه احتیاج
جام بلور بهر مے ارغوان مخواه

پروانه گر شوی بسر شعله جا مگیر
بلبل اگر شوی بچمن آشیان مخواه

خوشتر ز صد هزار نشید است بانگ شوق
آوازے عندلیب شنو نغمه خوان مخواه

تا روزگار عمر بلذت بسر بری — از روزگار رجز دلِ شورش نشاں مخواہ
ردّ و قبول چیست با نعام خسروی — از شرنده و پلاس ببر پرنیاں مخواہ
انداز نیل شوکت ساسانیاں مجوے — سامان کسب دولت سامانیاں مخواہ
چنگے بشعر زن سخنِ عارفانہ گوے — ہجو فلاں مجوی و ثنائے فلاں مخواہ
چوں شاعری عطیۂ عشق است بہرِ شکر — غیر از غزل ز دل مطلب از زباں مخواہ
تا کے بہند لاف سخن گستری زون — بیہودہ قیل و قال کہ ایں خواہ و آں مخواہ

اے حسرتی بعزم حریم رسول خیز
یاری از و طلب کن و از آسماں مخواہ

جانم فدائے آنکہ چہ پاک آستانہ ایست — ماوائے خویشتن بجز آں آستاں مخواہ

## ولہ

اے در حسد ببزم تو از زہرہ در آفتاب — با آنکہ اشرفست زہرا ختر آفتاب
روئیت تہ پرند نمایاں ہماں کہ ہست — پنہاں شود کشد چو برخ معجر آفتاب
باشد چو مہر جلوہ نمائے گہے ببام — از صبح تا بشام نشینم در آفتاب
از موئے عنبرین تو سرمست یاسمن — وز روئے آتشینِ تو در آذر آفتاب

آبے نمید ہد گل رنگِ شکستہ را
باشد چو بادہ گو ہمہ در ساغر آفتاب

از فتنہ ساز خویتو یک شیوہ آسماں
وز شعلہ زار رویتو یک اخگر آفتاب

گر روے شب فروغ پذیرد ز وعدہ ات
ماند ز صبح دیدہ عاشق بر آفتاب

دور از تو تیرہ روز تو داند یکے بود
گر سر بزیر داغ و گرش بر سر آفتاب

آسایشِ درون کسے از تو مشکل است
اے در نزاد شعلہ و در گوہر آفتاب

از بہر زلف غالیہ سای تو ہر سحر
ریزد برنگ نور ہمہ عنبر آفتاب

سوزند گر سپند بمجمر بر اے تو
گردد ز شعلہ رخت آں مجمر آفتاب

دشمن در آرزوی ہم آغوشی است و من
در حیرتم چگونہ کشد در بر آفتاب

ہاں فیض نور کیست کہ روشن بود جہاں
از عرصہ زمانہ بر افتد گر آفتاب

رخشندہ ماہ برج رسالت کہ نور او
تابندہ در جہانست چو در محشر آفتاب

خورشید آسمان نبوت کز انکسار
ساید بر آستان بلندش سر آفتاب

صد طعنہ حضیض ز اوج تو بر فلک
صد طنز پیرگی ز فروغت بر آفتاب

گر پرتوے دہند بدوران ز نور تو
گردد نجوم و ماہ و فلک کیسر آفتاب

از شیدا و قمامۂ گیہاں منور است
یک شعشعۂ فتاد ز رویت بر آفتاب

اے آنکہ از برائے ہوا خواہیت آسماں
بے ابر پرورد سمن و گل در آفتاب

گر مغرب وعشانه بدے در زمان تو
پنهاں نمی شدے ز نظر دیگر آفتاب

تا جرم مه بتیشهٔ حکمت دوپاره شد
از بیم تیغ خشم تو شد مضطر آفتاب

اے آنکه هست قبلهٔ عالم حریم تو
یکشام سجده اش نگذارد گر آفتاب

دیگر ز داغ فرق پرستندگان تو
آرند ز آفتاب فروزاں تر آفتاب

از نسبت زمان تو نبود عجب اگر
هر چرخ عرش گردد و هر اختر آفتاب

یارب چه صاحبی تو که بیخواست جاکند
دربان قصر جاه ترا بر در آفتاب

در جنب ذکر تقوی عامان امتت
لقوائے مشتری نکند باور آفتاب

گر لاف دلربائی عشاق تو زند
کی می پذیرد این سخن از زاد آفتاب

گفتم بآسمان که بسے در شگفتیم
طالع شود چسان ز سوے خاور آفتاب

یعنی حریم شه شرف افزائے مغرب است
باید از آن طرف بکند سر بر آفتاب

اول بخنده رفت پس لب چنیں کشاد
کاے از فروغ رایتو پرتو بر آفتاب

این مایه لاف دانش و این پایه سادگی
پرسی ز وجه نور ضیا گستر آفتاب

زیں راز هر یکے آمده دانا که روشنی
در ماه نیست نیست محاوی گر آفتاب

پس عکس روے شاه نیفتد چو اندراں
گردد چسان ظهور لوامع در آفتاب

نور از کجا رباید و تاب از کجا برد
طالع شود اگر ز سوے دیگر آفتاب

از گردش زمانہ منم تیرہ روزگار — اے پیش نور رائے تو پیوستہ آفتاب
بنگر بچشم مہر و ز سیاہ من — چشمک زند ستارۂ من تا بر آفتاب
در ہر دو عالم از تو امید حمایت است — اے ماہتاب، خادمت و چاکر آفتاب
گویند روز حشر بفرق گناہ گار — طالع شود بتاب و تب دیگر آفتاب
در سایۂ ردائے عنایت مرا بگیر — تا گرد و ابر حمت ازاں چادر آفتاب
شاہا ز فرّ لغت تو بنود شگفت اگر — ریزد چو لفظ از لب مدحت گر آفتاب
ہر گل کہ در بیچ تو ریزد ز باغ فکر — بر دارد ش سپہر و زند بر سر آفتاب
حاسد چو چشم بست ز انصاف دور نیست — کس واندید دیدۂ شپّر در آفتاب
اے حسرتی گزاف بہل وقت دعوتست — آں آہ گرم کش کہ شود مضطر آفتاب
سرسبز باد نخلۂ دین محمّدی — تا سائر است بر فلک اخضر آفتاب
خورشید دیں بعرصۂ گیتی محیط باد — تا دائر است بر سر ہر کشور آفتاب
شاداب روی ملّت و پژمردہ روی کفر — تا می کند گذار بخشک و تر آفتاب

## ولہ

زیں بعد ما و درغم دل ناگریستن — گشت آشنائے نرگس شہلا گریستن

از ماست آبروی محبت کہ پیش ازیں
ہنگامہ نبود چنیں باگریستن

او بدگمان و مدعیان در کمین ما
بگذاشتیم شیوہ ہر جا گریستن

واندر دلے کہ درد بود دادہ اند چیست
از خلق دور رفتن و تنہا گریستن

در نالہ نیز ما نفس آہستہ می کشیم
تا در نصیب کیست بغو غا گریستن

سامان یک محیط مہیّا و لے ہنوز
در خورد عشق نیست مہیّا گریستن

عنبر فشان و عود بسوزان و مشک پاش
خواہم بیاد زلف سمن سا گریستن

با عشق بود لطف نشاط و الم کنوں
بیہودہ خندہ کردن و بیجا گریستن

ہم یار مہربان شد و ہم پند گو خموش
فرخندہ شیوہ ایست ہمانا گریستن

اندر فراق کار من اینست و السّلام
یا از حجاب آب شدن یا گریستن

باگریہ تا بمنزلِ تمکیں عروج کو
اے ناشناس منزلتِ نا گریستن

در بزم عیش و دست تمنّائے اشک و آہ
باید بروزگار تمنّا گریستن

یکبار بر زبونی دل گریہ ہم رواست
تا کے بیاد آں رُخ زیبا گریستن

خود در عذاب از پے آرام دیگراں
مشکل چو شمع انجمن آرا گریستن

از دوست غمزہ دلکش و از دردخندہ خوش
از عندلیب نالہ و از ما گریستن

تلخی نشنیدہ ایم ازاں لعل شکریں
کاندر مذاق ماست گوارا گریستن

نور آورد بسینه ظلمت برد ز دل — آغاز صبح و آخر شبها گریستن
کار سحاب ازان نه بچشم حواله شد — کز من نیامدی بمدارا گریستن
هان دل بضبط کوش نه بینی که یار را — رسوا نموده تو ز رسوا گریستن
مقبول بارگاه حریف نشاط دوست — بیجا بخون طپیدن و بیجا گریستن
از ابر غیر آب تمنا نبوده است — مطلوب نیست از مژه الّا گریستن
گاهی بحکم شوق و گهی از غرور قرب — ما و بگونه گونه ادا ها گریستن
بیباک گاه ناله کشیدن بزیر بام — گاهی بجلوه گاه بغوغا گریستن
یک سمت موج آب و دگر سمت موج خون — خوش آیدم بساحل دریا گریستن
بگریستم بهزمش و گرم عتاب شد — در عشق رسم نیست همانا گریستن
شورابهٔ سرشک بمژگان غنیر کو — با هر مذاق نیست گوارا گریستن
خندیدن و نشاط تو فرخ شمرده — ما دیده ایم شیوهٔ شیوا گریستن
فرخ زمانه که دگر روزیم شود — بر آستانهٔ شه والا گریستن
آن سرور رسل که بدوران لطف او — پیوند دیده را نبود با گریستن
آن مایهٔ خوشدلی بزمانش رواج یافت — شد ناله چیستان و معمّا گریستن
در دورش از ندامت مستی است گریه‌ها — رفت آنکه بد بمستیِ صهبا گریستن

برزہر خندخصم تو بنود شگفتئ
کایں خندہ بودہ است بمعنی گریستن

اے خوّرم آں زمانہ کہ بخشند دیدہ را
نیروے دردمندیہ و بطحا گریستن

گاہے زروے شادی و گاہے زراہ شوق
در ہر دو جا کنیم وو بالا گریستن

امروز گریہ سرد ہم از دل چنانکہ باز
باقی نماند از پے فردا گریستن

ہاں حسرتی بصرفہ نوازاں نمی سزد
در بزم شاہ جز بمحابا گریستن

بر چین سرشک از مژہ و دم بسینہ کش
کاینجا نمی خرند بہ آواگریستن

اینجا سرشک از مژہ بیروں نیامدہ
مقبول تر فتادہ ز دریا گریستن

تا در زمانہ ہست زنیرنگی شیون
یکجاے خندہ کردن و یکجا گریستن

باد انشاط مقتمتِ احباب ہمچو گل
باد اچو ابر روزی اعدا گریستن

## ولہ

نسیم صبح آمد سوے من از ساحتِ گلشن
پر از ریحان و گل جیب آستیں از لالہ و سوسن

چو دامان کریماں آستین شاہداں میریخت
زر ہر کام صد معدن گل ہر عیش صد خرمن

چو آں قاصد کہ آرد مژدۂ وصل از بر جاناں
شگفتہ دل کشادہ رو تبسّم ریز خندہ زن

دل من لحظہ لحظہ از دمش وقف شگفتن ہا
چناں کز جنبش باد بہاری غنچہ در گلشن

ز حیرت گفتش کای جلوه گاه تو گلستان ها
چه پیش آمد ترا چون آمدی اندر سرای من

بگفت ای آنکه از آهنگ تو شمشاد در جنبش
ز الحانت چو قمری بلبلان را طوق در گردن

چرا از کلبهٔ احزان قدم نهی سوی بستان
چرا از غم سراپا بر نداری جانب گلشن

پس انگه در زمانی کز در و لعل و گل و نسرین
چمن آیینه است شکل لاله رخساران سرو گردن

نه باد نوبهاری دامنی بر آتش گل زد
که هم اندر چراغ لاله باران ریخته روغن

سیلمان بهار آراست بر دوش هوا تخت
گریزان شد خزان از بیم آن مانند اهریمن

گلستان ارم سنجی چو با صحرا دریس موسم
بیابی راغ را اعلی به بینی باغ را ادون

تصنع پیشکش در خورد چشمک دیدهٔ نرگس
تکلف بر طرف خسانهٔ گل لایق دیدن

گل خورشید تابنده چو خورشید درخشنده
فروزان یاسمین و نسترن همچون مه روشن

حدایق خوشنما چون کوچهٔ خوبان سوسن بو
شقایق دلربا مانند گلرویان نسرین تن

بیا در ساحت گلشن ز صهبا ساغر برکش
بیا طرف چمن در پای گل پیمانه ور زن

بگفتم سود گفتاست گفتم گوی گفت اینست
که چون خاطر شود خورسند بنمائی کمال فن

بهم از نظارهٔ بستان نضارت چشم را آید
هم از صهبای ریحانی دماغ دل شود روشن

شوی سیراب چون زین آب آتش رنگ برخیزد
زند افسوگری شوخی کند در جای او مسکن

بآئین کهن چون عندلیبان نغمه ریزی
گل افشانی ز نو آرد روضهٔ اندیشه صد خرمن

بگفتم گر غرض اینست ہم با اینہمہ بیروے
بحمد اللہ کہ بیت گرم گفتن میتوانم من

نہ با پرویز شیریں کرد آنچہ از تست با شیرین
نہ با فرہاد خسرو کرد بدکاں میکنی با من

نہ من عزیم معاذ اللہ کہ خواہم کار عشق از جمن
مکش دست از جفا ہرگز جفا از تو وفا از من

دراں بزم آینہ بودم کہ گیسو بر قفا دارد رخ
دراں محفل قدح بودم کہ می آمد بدوراں دن

بکانون عجب عود جفا رامی زنی وایم
بقانون وفا ہم گاہ گاہے ضربتے میزن

بدستِ دشمن آفت دیاری از یزداں تماشا کن
کہ رستم میرسد ناگاہ چوں در چہ فتد بیژن

اثر در آہ گرم واشک خونیں غیر ازیں نبود
کزاں سوزد گریباں وازیں رنگیں شود دامن

بداں ماند کہ بر دشمن کس چشم دعا دارد
امید رحم از گردوں بآہ آسماں افگن

فلک را کینہ با ارباب الفت ہست میدانم
ولیکن او نمیداند کرا از مخلصانم من

مہ و ناں نیز بہر رسالت کرد شعاع او
منوّر چرخ تاباں زہرہ رخشاں مہر و مہ روشن

نبودی ایں شستاں را سحر تا روز محشر ہم
نگشتے مہر رویے دلفروزت گر فروغ افگن

برآید از پے جود تو لعل از کاں دُر از دریا
ہمی خیزد نثارت راز را معدن گل از گلشن

کند با دشمناں قہر تو کار ابر با بستاں
کند با دوستاں لطف تو کار ابر با خرمن

جواں و پیر را امید لطافت رواں افزا
قوی ناتواں را بیم قہرت موجب مردن

کلیم ار رہ غلط سازد عجب نبود کہ می دارد
سوادِ کوئے تو نور و ضیائے وادیٔ ایمن

دریغ از دوست دارد دوست آن احسان که می بینم
ز تو ای بحر فیض اے معدن انعام با فیضم

ترا بر لوح خاطر ثبت چون در لوح محفوظ است
چه کار ے کان پدید آید چه امر ے کانست در کمن

ز اعجازت نباشد دور چون مریم اگر گردد
بعیسی حامله ز ال جهان فتنه آبستن

ز حد بگذشت ای فخر بشر قدر بلند تو
بجا آرد ملک در گفت حجّاب را دیدن

نشیند از ادب پیوسته اسرافیل در بر مت
همیشه در گرامی محفلت جبریل را نوزن

سخن کوتاه کن اے حسرتی هوی دعا برکش
ندارد حد شمار و صف او پس اختصار احسن

بری از کسف باد امهر دین احمدی یارب
همیشه تا که گاهی منکسف مهر است وگه روشن

## در منقبت مرتضوی

دوش کان مشک ماه کنعانی
همچو خور کرد پرتو افشانی

کله بام نے از زمین تا چرخ
گشت چون نجم بخت نورانی

شب چو روز از چراغ مستغنی
شام چون صبح در درخشانی

درد واندوه دمبدم بکمی
هر نفس عیش در فراوانی

دل چو گل خنده ریز گشت که کرد
نفش کار باد بستانی

سر بپایش نهادم و کردم — سجدهٔ شکر لطف یزدانی
گه لبش گاه چشم بوسیدم — گاه رخسار گاه پیشانی
خواستم شرح سوز غم ناگه — مژه شد گرم شعله افشانی
چون چنین رو بدو اوهم دلدار — ریخت گوهر چو ابر نیسانی
وانکه افشاند گل ز لعل و چه لعل — غیرت لاله های نعمانی
که مکن قصهٔ چناں آغاز — که بپایاں رساند نتوانی
نفسے چند کوش در عشرت — که شب وصل را تو میدانی
که بصد چرخ چرخ دولابی — که بصد سیر دور دورانی
بهزاراں فغانِ نیم شبی — بد عاهاے صبح لوزانی
بخت هم ار مدد کند شاید — چوں شبِ قدر گردد ارزانی
پس لفر مود ساز و برگ طرب — جمع کن تا رود پریشانی
مطربے با نوائے بار بدی — شاعرے همزبان خاقانی
کو بآهنگ دلنواز کند — ز سخنهاے آن غزل خوانی
تودهٔ تودهٔ گل و سمن که شود — صحن منزل فضاے بستانی
پس طلب کرد شیشه هاے شراب — که برد غم ز دل بآسانی

ساغرے داد زان نخست بمن — کہ دہد بوے لطف پنہانی
گفتمش کای تو اول بلقیس — گفتش کای تو یوسف ثانی
مکن از راہ مہربانی و لطف — صبح زہد مرا شبستانی
اے ولت خالی از غبار مکن — دامنم ترکہ پاک دامانی
تلخ گردید و زیں نمط آورد — لب شیریں بہ شکر افشانی

ایکہ ای زہد خویش میلافی — ہرچہ باشی ولے نہ صنعانی
داستانش شنیدنی است کہ ہست — عبرت افزاے اہل عرفانی
بگذر از عذر ناسزا نہ سزاست — شام پیری بصبح ریعانی
باز گفت ایکہ چونتو نیست کسے — بجہاں شہرہ در سخندانی
سخنے گویمت کہ ایں مشکل — میشود حل ازاں بآسانی
ہم کشاید مرا گرہ از دل — ہم ترا عقدہ ہا ز پیشانی
کہ زمے نیز احتراز مکن — گر ز ما احتراز نتوانی
زود گیر از برائے خاطر ما — ورع ارمانعست پنہانی
قدحے از شراب انگوری — ساغرے از مدام ریحانی
گشت چوں از عتاب صاحب عقد — کاخ تقوے گرفت ویرانی

لاجرم چند جام مے خوردم — کہ بکامم ہمیشہ ارزانی
گشت آئینۂ دلم صافی — شد شبستانِ طبع نورانی
دلِ من زندہ گشت و در بر داشت — گوہی ایں آتش آب حیوانی
ذوق آں کردہ شوق بادۂ خلد — در فزونی و در فراوانی
کہ ازیں ہم بلذّت افزوں تر — کہ ہم آں باقی است و ایں فانی
لیک زناں می نمی نمیابی — غرّہ کم شو کہ پاک دامانی
مے تولائے ساقیٔ کوثر — نے ولائے ولی یزدانی
بحر جود و کرم علی کہ کفش — در فشاند چو ابر نیسانی
لطف او جمع کرد دلہا را — کہ پریشانست جز پریشانی
ہمتش جز بچوب نشمارد — آں عصا را کہ کردہ ثعبانی
بخششش خارج از حسابش را — گر تو خواہی بعقل گنجانی
ذرّہ ہا را اگر شمار کنی — یا نجوم سپہر یزدانی
خس آں آستانِ گل داماں — خاک آں سُدّہ زیب پیشانی
پیشتر بایدش ترا دانست — آنکہ دارد سرِ خداوانی
ہر کہ گلچین باغ مہر تو نیست — نکند سیرِ باغ رضوانی

آنکه اندر زمانهٔ تو شده — ملکی طبع انسی و جانی
دشمنت در فسانه ناچار است — که ز شیطان نرفت شیطانی
کار پیکان تیر مے آید — با عدویت ز لعل پیکانی
سر جم بشکند هر آنکه کند — بدر عالی تو دربانی
هم بلفظ تو معجز عیسی — هم بنطق تو آب حیوانی
فرط لطف تو میزبان کرده است — هر که را خوانده بمهمانی
ایکه از مهر روی رشک تو — شد شبستان دهر نورانی
ظلمت از بهر غازهٔ خصمت — ماند باقی بعالم فانی
چرخ خیزد برای تعظیمش — هر کرا ابر بساط بنشانی
چه غم از آفتاب حشر مرا — چون بفرقم تو پر توافشانی
داور اگر چه خسروی امروز — خوشنوا تر بود ز خاقانی
چه کند فوق طاقت بشر است — ذات پاک ترا ثناخوانی
بدعا میرود که مے یابد — از گدا جز دعا تو میدانی
چه دعاے که بهر آمین نطق — بجادات گشته ارزانی
تا بود مدح ابر دُر پاشی — تا بود وصف برق خشانی

| | |
|---|---|
| ابر رحمت بدوستاں سازد | باصدف آنچہ آب نیسانی |
| برق با خرمنِ حسود کند | آنچہ تیغت بروز میدانی |

# تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظے کہ خاکسار الطاف حسین حالی در زمان حیات مصنّف مغفور بریں دیوان بلاغت عنوان در سال ہزار و ہشتصد و دو مسیحی نوشتہ بود

## رباعی

ہر چند ستایشِ سخن دین من است ✤ میگویم و راست گفتن آئین من است
در مدح سخن ساختگی نیست مرا ✤ تحسین سخن شناس تحسین من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنس بالا دست سخن از متاعِ حسن نوخطان نا رواتر۔ و دم گیرائی اہل سخن چوں نفسِ سرد و اعظان بے اثر افتادہ است۔ زنہار

گمان نبری کہ اندازہ قدر گفتار را نقصان فراگرفتہ است و سرمایہ لفظ و معنی بزیان رفتہ۔ چشمہ حیوان اگر در ظلمات پنہاں گردد خاصیت جان بخشی از و بیرون نرود۔ و ماہ کنعاں اگر در بازار مصر ہیچ نیرزد جوے از لعاب کاملِ حسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

از قیمتِ یوسف نشود یکسر مو کم ✦ ہر چند خریدار بہا زار نباشد

اگر گوئی کہ سخن را کہ مکانتے بلند و قدرے ارجمند است خود بوجود نکتہ دراں سخن پیوند است۔ ورنہ لفظی است بیمعنی۔ و اسمے است بے مسمی۔ و سخنور چنانکہ معلوم است امروز از جہان معدوم است۔ پس اگر کبریت احمر را خاصیت اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایہ ہما فرۂ اقبال باخود دارد گو بدار۔ ازاں کہ نہ موجود است چہ خیزد۔ و ازینکہ مقصود است چہ زاید۔ گویم را ے چنانکہ فرمودی ہنر از توابع وجود اہل ہنر است۔ و عرض از لواحق ذات جوہر۔ و چندانکہ ہنرمند کمیاب۔ ہنر کمیاب تر۔ امّا با ایں قصور نظر و نقص ادراک و ناتمامی دانش و نارسائی دریافت کہ مرآدمی را است چگونہ میتواں گفت کہ اہل کمال را جز در نشیمن عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جہاں نیست ؎

خاکسار ایں جہاں را حقارت ہنگر ✦ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

سپرت گردم اگر برق حوادث روزگار مرغان نواسنج را آشیان با پاک بسوزد تا عندلیبی
در چمن نغمه سراست باغ را دشت نتواں خواند و اگر طلوع سپیده سحری رونق بازار ستارگان
برہم نکند تا مهر درخشاں عالم افروز است جہاں را تاریک نتواں گفت - گر فتم ہنر را
گرمی بازار نہ چند است کہ کالای گراں بہائے معنی از ہر دکان بیتواں خرید و گنج
شایگان سخن در ہر خرابہ بیتواں یافت - اما صاحب نظراں و آنکہ با اینہمہ ناروائیہا
در کیسہ روزگار رخشندہ گوہر ہاست - از چشم کور سوادان مانند گنج در ویرانہ پنہاں
و بر سپہر کمال فروزندہ اختر ہاست از دیدہ شپّر چشماں چوں مہر جہاں تاب سرور
نقاب کتمان علی الخصوص در یتیم معانی - مہر منیر فلک نکتہ دانی - قائمہ عرش تحقیق -
باب مدینۂ تدقیق بحر لجّی علم و ایقان - کوکب دری افق عرفان - بہین ثمرۂ نخل باغ
ارادت - گزین نتیجۂ پیوند مادہ و صورت - شناور دریائے حقیقت - رہرو صحرائے
طریقت - چارسوئے مملکت معنی را گیہاں خدیو - وشش جہت عالم حقیقت را
فرماں روا - نگارستان رنگین بیانی را چہرہ پرداز - و بہارستان شگفتہ طبعی را
چمن پیرا - رمز شناس سرائر عقل و نقل - نکتہ سنج غوامض درایہ و روایہ - مرحلہ
پیمائے طریق نظر و استدلال - قصب السبق ربائے عرصۂ فکر و قیاس - شمسہ
پیش طاق بلند نظری و والا فطرتی - نواب خجستہ القاب محمد مصطفےٰ خاں بہادر

متخلص بحسرتی ؎

بلفظ لایعبر عن معان ✤ احاطتہا مکارم ذی الہام

اللہم متعنا و متع الکل بدوام بقائہ و مدام لقائہ۔ حوصلہ وسیعش ہمانیست کہ بلندی ہمت آسمان اوست۔ و قدر رفیعش آسمانیست کہ فروغ ہمہ دہر درخشان اوست ضمیر منیرش نقد حقایق را گنج شائگاں۔ و چراغ فکرش انجمن قدس را شمع شبستان۔ حلہ الفاظش سراپای معنی را پیرایہ ناز۔ و حلیہ عبارتش گوش و گردن مضمون را زیور امتیاز۔ افسون لطف گفتارش در تسخیر آزادہ دلان چون قید و بند۔ و معجون نطق شکر بارش در مذاق حنظل طبعان چون شہد و قند۔ استعارتش چون اشارہ چشم خوبان دلربا۔ و عبارتش چون چشمہ آب حیوان جانفزا۔ اطنابش چون طول شکوہ دوست داران سامعہ نواز۔ و ایجازش دلاویز تر از نگاہ چشم نیم باز۔ فکرش از دعای سحری شب زندہ داران رساتر۔ و سخنش از نالہ نیم شبی جگر خواران گیراتر۔ فقرہ شیرینش نگویم شیرہ جان اما پارہ شیرین ترازان۔ و مصرعہ رنگینش نگویم برگ گل امّا دل از کف ربایندہ بلبل۔ رائحہ انفاسش از نکہت گل در دماغ بلبل بل از عطر پیرہن در مشام یعقوب سازگارتر۔ و شہد مقالش از شہد زلال در مقام مستقی بل از جرعہ می در مذاق مخمور خوشگوارتر۔

الحق گرمی طبع پرزور شرابیست کہ تمکین پسندان اگر ہمہ کوہ وقار باشند بیک جرعہ ازاں خود را نگاہ نتوانند داشت - ورنہ خواجہ را کہ عندلیب شاخسار ملکوت - وطوطی شکرستان لاہوتست باغزل سرائی وبذلہ سنجی چہ کار وچگونہ روا باشد کسے را کہ در طریق علم و حکمت بہ اثر سقراط وفلاطون قدمے راہ رفتن موجب ننگ وعار باشد در کمینہ صناعتی امثال عرفی ونظیرے را مقلد عمل بودن - وزلالی وانوری را مقتدائے فن ساختن - گرفتم در زمان سلف نقد معنی را گنجینہ داران وعرصہ فکر را شہسواران بودہ اند - وہنگامہ گفتار را گرمی بازار - وریاض سخن را رنگ اعتبار ریش از زمان صاحب دیوان بودہ است - اما کسانیکہ در مصطبہ ذوق رطل گراں پیمودہ اند واز مایدہ تمیز حظ وافر ربودہ نیک میدانند کہ با آنکہ قطرہ ہا در بحر - وسبزہ ہا در دشت ودستہ ہا در سبد ونغمہ ہا در ساز - وجرعہ ہا در ساغر - وبادہ ہا در سبو - وبذلہ ہا در گفتار - وافسوں ہا در عمل - وشعر ہا در دیوان - ومصرعہ ہا در غزل فراوان بود - ہر قطرہ دُرثمین - ہر سبزہ گل وریاحین - وہر دستہ دستہ گل - وہر نغمہ نغمہ بلبل - وہر بذلہ نقل محفل - وہر افسوں جادوے بابل - وہر شعر تر - وہر مصرعہ نیشتر نباشد -

## رباعی

زمزم نتواں دید بہر چشمہ رواں + یوسف نتواں خرید از ہر دوکاں

ہر لب دمِ اعجاز ندارد چو مسیح ✤ ہر کس نبود چو حسرتی سحر بیاں

جادۂ کہ وے در سخن سنجی می پیماید پیشینیان نیز پیمودہ اند امّا پاشنہ ہا ریش و پا یہا آبلہ دار بودہ است - اگر قدمے رفتہ اند - و خواجہ ہمہ گلگشت کناں میرود و آہنگی کہ او دریں پردہ مے سراید دیگراں ہم سرودہ اند - امّا نظرہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرد ماندہ است - اگر مصرعے سنجیدہ اند و خواجہ ہمہ بدیہہ می سنجد - آرے نغمۂ حقیقت در پردہ اشعار سرودن و اسرار معنوی در کسوت تعبیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر چرب گفتار شوخ بیان است - و آنگاہ حال تا قال و اثر تا عین تفاوت بسیار دارد - اینک دیوانے ترتیب دادہ و مجموعۂ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے بر ترازاں دست دادن و سخنور را سرمایۂ قبولی خوشتر ازاں بہم رسیدن دشوار تر از آنست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق و نہادند تواند رسید - و مرغولہ مطربان جادو نواچوں لحن داؤدی آہن را موم تواند کرد - بنا میزد خم کدۂ صہبائے ذوق است و پردۂ آہنگ شوق - نظرگاہ پاکان شاہد باز است - و نیرنگ حقیقت و مجاز - انیس خلوت گوشہ نشینان است و جلیس صحبت عشرت گزینان - تہیدستان خرد را سرمایہ ہوش است و دردے کشاں جنون را بادۂ سرخوش - نسخۂ مفرّح روحانیست و مجموعہ لطایف وجدانی - طالع سخن را رقم سرنوشتست و شاہد معنی را حسن خداداد -

روزگار فراق را خجسته سرگذشت است - وایام وصال را فرخنده روئداد - گلشن نظم را موسم بهار است - وزمین شعر را آب جویبار - تفسیده درونان را ماءالحیوان است - وشاداب طبعان را شیرهٔ نبات - بالائے گفتار را خلعت دیبا است - وشریف قبول را قامت زیبا - آنانکه خاطر نکته فهم و بدیع او اشناس دارند بیایند - وسرتاسر این قدسی صحیفه بدیدهٔ هوش بنگرند - تا دارسند که مرایں نکته سنج معجز بیاں را در گذارش سخن خاصیتی است که دیگراں بران دست نیافته اند - واگر راست پرسی کرامتی است که از خامهٔ الهام طرازش بر روے کار آمده - یعنی جمهور اهل فن چنانکه دانی اتفاق دارند بریں معنی که شعرا را چندانکه از حد راستی دور تر برند بقبول دلها نزدیک تر باشد - وهر قدر از اوج صدق زیر تر اندازند پایهٔ حسنش بالاتر رود - وحق اینست که سخن نے مبالغه واغراق دلفریب بنود چنانکه نظامی می فرماید ؎

درشعر هیچ وورنِ او ✤ چوں اکذب اوست احسن اوست

با اینهمه گفتار آبدارش نے آنکه چاشنی تبلیغ وغلو داشته باشد ولاویز تر از عشوهٔ شاهدان مهوش وذوق انگیز تر از بادهٔ بے غش افتاده است - انصاف بالائے طاعت است ایں مایه گفتار که آسمان برفراز است - وزمین درنشیب - وچنان درزیر ابر وانند وندان جمله در دهان - از شنونده چه دل رباید - ومستمع را چه

ذوق بخشد - پس بے آنکہ نوعے از صنعت اندیشہ و ایجاد طبیعت را دراں راہ دہی - چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاران بنوازی - وشور احسنت در انجمن اندازی - ہماناکار کار ربشر نیست - خواجہ سخن سرائی نمی کند معجز نمائی می کند -

ہیہات درسپارش راہ مدح جادہ تنزل پیمودم - وممدوح را نہ باندازۂ قدر والایش ستودم - بحث از فضائل ذات وجلائل صفات بود - وسخن در توابع وعوارض گفتہ آمد ولختے بدرازی کشید - ہرگاہ مشک وزعفران را روایح روح پرور در نہاد است ومہر وماہ را بورق نورگستر خدا داد - آں دو دار زندہ جوہر را بسیاہی وزردی ستودن وایں دو رخشندہ گوہر را برگرمی وسردی آفرین نمودن چرا - ہماناقدم رخش کہ بہنگام تاخت براہ رود عیب عنان گیر است - وپردۂ ساز کہ در مقام بلندی بہ پستی گراید از قصور مغنّی است - اکنوں کہ رہرو نظر را پاے رہ پیما بسنگ آمد - وعجز بیان حیلہ جستن وبہانہ انگیختن آغاز نہاد - زنہار گمان نبرند کہ مدائح سخن ومحامد سخنور بہایاں رسیدہ باشد تا خامۂ ستایش گزار خراش واندیشۂ ثنا گستر از سگالش آرمیدہ باشد حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ راوحی ورباعی را الہام وغزل را اعجاز وغزل سرا معجز نما گفتہ باشم حرفے ازاں طومار واندکے ازاں بسیار بسنزا گفتہ باشم - آہ چہ تواں کرد ہم تیر نارسا -

وہم صید بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ وہم افسانہ دراز ؎

زباں زنکتہ فرو ماند و رازِ من باقی ست ✧ بضاعتِ سخن آخر شد و سخن باقی است

اللہ بس۔ ماسوے ہوس

# صحت نامہ دیوان فارسی نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب المتخلص بہ حسرتی

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لوح ا | ۱ | الشعر | الشعر | ۱۰ | ۱۰ | نبائے | بنائے |
| 〃 | 〃 | الحکمۃ | لحکمۃ | ۱۱ | ۸ | رضار بان | رضازیان |
| 〃 | 〃 | لسحرا | لسحر ا | ۱۱ | ۹ | رو | رد |
| ۲ | ۳ | آشنا | اشنائے | ۱۲ | ۱۴ | پیش | بیش |
| ۳ | ۱۲ | پیدائے | بیدائے | ۱۴ | ۱۵ | زبان | زیان |
| ۴ | ۱ | گذشتیم | گزشتیم | ۱۸ | ۶ | صبوچیت | صبوحیست |
| ۵ | ۴ | گریز | گزیر | ۲۱ | ۳ | نفس | نفس |
| ۶ | ۵ | وعدہ | وعدۂ | 〃 | ۸ | ۔ | نشا |
| ۷ | ۶ | پاکِ | پاک | ۲۲ | ۵ | نگہت | نکہت |
| 〃 | 〃 | بسوخت | سوخت | 〃 | ۱۰ | ہرکجا | ہرکجا |
| 〃 | ۸ | گرد | کرد | ۲۳ | ۳ | خوامد | خواہد |
| 〃 | 〃 | خسرود | خسروِ | 〃 | ۱۵ | شناسارموز | شناسائے رموز |
| ۹ | ۴ | گریز | گزبر | ۲۴ | ۲ | باید | یابد |
| 〃 | ۱۱ | جو | چو | 〃 | ۱۰ | لغز | لغز |

سنہ ۱۳۱۱ھ کا لکھا ہوا یہ غلط نامہ دیوان کے پہلے ایڈیشن سے ہوبہو نقل کیا گیا ہے۔ صرف ایک جگہ تصحیح کی جا سکی ہے۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۵ | ۲ | کولن | کَوَن |
| 〃 | ۱۴ | گریز | گزیر |
| ۳۸ | ۵ | اہ | ماہ |
| ۳۳ | ۳ | ناریم | نازم |
| ۳۴ | ۳ | جان می یابد | جانی یابد |
| ۳۵ | ۴ | شاہاں | شاہا |
| ۴۰ | ۳ | آں آی پرداز | آن ایئنہ پرداز |
| ۴۱ | ۱۵ | بناز بہی | بناز بزی |
| ۴۴ | ۸ | از | ار |
| ۴۷ | ۱۵ | خصمی | خصمئے |
| ۴۹ | ۱۰ | دلی | ولے |
| ۵۳ | ۱۰ | حاکم | خاکم |
| ۵۵ | ۱۱ | بمجمز | بمجمّز |
| ۵۶ | ۱ | دلارام | دل آرام |
| 〃 | ۱۲ | یاشد | باشد |
| ۵۷ | ۱۳ | نگہت | گہت |
| ۵۹ | ۱ | ننکدہ | بنکدہ |
| ۶۱ | ۱ | یادہ | بادہ |
| ۶۵ | ۵ | داماں | دامانِ |
| 〃 | ۸ | اشتہٰی | اشتہت |
| ۶۷ | ۱ | خود | خور |
| ۶۷ | ۱۰ | شعلۂ زاتش | شعلۂ آتش |
| ۶۷ | ۱۱ | خاطِر | خاطر |
| ۶۸ | ۱۲ | خوار خوار یگر | خوار۔خوار یگر |
| ۶۹ | ۴ | لمجمہ | المعجمہ |
| ۷۱ | ۶ | تبش | بتش |
| ۷۷ | ۳ | تبود | نبود |
| ۷۶ | ۴ | ارپے | ازپے |
| ۷۶ | ۱۴ | ارجاے | ازجائے |
| ۷۹ | ۱۳ | اوشکن | ازشکن |
| ۸۰ | ۵ | بتود | نبو |
| ۸۰ | ۶ | صورت | صَوتِ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۱ | ۵ | سازِ | ساز |
| ۸۱ | ۶ | طاعتاً | طاعۃً |
| ۸۲ | ۴ | گشت | گشُت |
| ۸۲ | ۱۰ | خاقان | وخاقان |
| | | جبذا | وجبذا |
| ۸۶ | ۹ | حرامسمت | حرام است |
| 〃 | ۱۱ | تعذیر | تعزیر |
| 〃 | ۱۴ | بعهده | بعهدِ |
| ۸۸ | ۱۱ | رازی | زاری |
| ۸۹ | ۱ | اقوام | دارم |
| ۸۹ | ۲ | چراغ میں | چراغمیں |
| ۹۲ | ۱ | گماں اثر | گمانِ اثر |
| ۹۵ | ۹ | ورز | ورزد |
| ۹۶ | ۸ | بیارو | بیازو |
| 〃 | 〃 | ستم | شبم |
| ۹۷ | ۱۱ | پراکنده | پراگنده |
| ۹۸ | ۸ | پیش | پیش |
| ۹۸ | ۱۲ | سزامی | خرامی |
| ۱۰۰ | ۶ | حالے کزو شود فلک | حالے کزو شود فلک |
| ۱۰۰ | ۱۳ | توبه | پرده |
| ۱۰۱ | ۷ | حدی خواں شد | حُدی خوان شو |
| ۱۰۲ | ۶ | پیش | بیش |
| ۱۰۵ | ۳ | رز | زر |
| ۱۰۵ | ۱۰ | بنامی | می نامی |
| ۱۰۶ | ۱۳ | لوشها | لوخها |
| ۱۰۷ | ۱ | گردشِ | گردشْ |
| ۱۰۸ | ۱ | درپانہ | درِیار |
| 〃 | ۱۳ | ارپے | ازپے |
| ۱۱۴ | ۳ | رشدِرام | شدرام |
| ۱۱۷ | ۵ | افکا | انگار |
| ۱۲۰ | ۳ | پرسی | پرسی |
| ۱۲۱ | ۶ | نوشه | نوشته |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۲۱ | ۱۴ | ایم | ایم |
| ۱۲۸ | ۱۱ | تمریخ | تمزیج |
| ۱۳۱ | ۸ | انکسا۔ | انکسار |
| ۱۳۱ | ۱۲ | بگریید | بگوئید |
| ۱۳۲ | ۷ | نگمت | نکمت |
| ۱۳۴ | ۸ | بجم کہ شناسان | بجم شناسان |
| ۱۳۸ | ۲ | سارہ | سار |
| ۱۳۹ | ۱۲ | نورضیا | نور وضیا |
| ۱۴۰ | ۱۰ | سائز | سائر |
| 〃 | ۱۱ | واتر | دائر |
| ۱۴۴ | ۱۲ | کوی | گوئ |
| ۱۴۵ | ۲ | کردبد | کردہ بُد |
| ۱۴۸ | ۶ | ای | از |
| ۱۴۹ | ۱۳ | استانِ گل | استاں گلِ |
| ۱۴۹ | ۱۲ | یزدانی | دَورانی |
| ۱۵۰ | ۱۳ | یابد | ناید |
| ۱۵۱ | ۶ | ہشتصدودو | ہشتصد و شصت و دو |
| ۱۵۲ | ۱۰ | مقصود | مفقود |
| ۱۵۴ | ۴ | اوست | او |
| 〃 | ۱۰ | ارنگاہ | ازنگاہ |
| | | کارتر | گارتر |
| ۱۵۵ | ۹ | ۔ربودہ | ربودہ۔ |
| ۱۵۶ | ۴ | فرد | فرو |
| ۱۵۷ | ۶ | حاصیتی | خاصیتی |
| 〃 | ۱۱ | پیچ | پیپچ |
| ۱۵۸ | ۷ | بورق | بوارق |

# رقعات فارسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ستایش بے نہایت خدائے راست تبارک و تعالے کہ عبادتش موجب معرفت است و بمعرفت اندرش ہمہ نعمت دنیا و آخرت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ چوں عبادت بے معرفت بکار نیاید پس معرفت چنانکہ در اول سبب خلقت شدہ در آخر موجب نجاتست کہ تعبیر ازان بحیاتست

## قطعہ

بندۂ ناشناس صاحب را ✦ نزد صاحب دو جو کرامت نیست
گر عبادت بغیر معرفت است ✦ پیش صاحب دلاں عبادت نیست

ابر مطیر از دریاے رحمت ناپیدا نہایتش قطرہ و آفتاب تاباں از انوار جمال بے زوالش ذرہ طلعت خوش را جمال از وست و سیرت دلکش را

کمال از و مؤمن و کافر از نعمتش بهره ربا مطیع و عاصی از رحمتش نخبش یاب
متضرعان پزیرنده متکبّران گیر مناجاتیان را سرد برگ طاعت بخشنده خراباتیانرا
عذر تقصیر پزیرنده دریارا گوهر آبرو ده صحرا را از گل رنگ و بوده مهر آفریده
و مهر را فرمود تا بسرگرمی مهر پرورش ناز پروردگان چمن و جگر گوشگان معدن
نماید ماه آورد و ماه را گفت تا به شبنم لطف تربیت ثمر و شجر و شگوفه و گل فرماید بادرا
مروحه و خاک را بستر ساخت آب را سرچشمه حیات و آتش را خلیفه شمس و قمر
ساخت دانه را سرو بلند بالا کرد و دانه را نرگس شهلا **قطعه**

اے آنکه از تموج دریاے عاطفت ✣ موج شمال را دم عنبر فشان دهے
بخشی سپهر را خور و خور را ضیا ✣ بخش زمین بزنگ گل و ضیمران دهے
بنود شگفت از کرم نے دریغ تو ✣ کز من نشان بری و ز خویشم نشان دهے

شیدائیانش آزاده و آزادگانش دلداده گرسنگانش را نعیم بهشتی در
کام و تشنه کامانش را زلال کوثر در جام گدایان درگاهش بادشاه و بادشاهان
گدایان درگاه و الهانش پرشور و خروش و عارفانش متحیّر و خاموش
هشیارانش را مراے شکسته و صهبا ریخته و بیخودانش را خود سراز دار آویخته.

**قطعه**

گفتم بہ عندلیب کہ آیا چہ بودہ است ✤ در وصل زار نالی و در ہجر خامشی
گفتا کہ نکتہ ایست درین خامشی مباد ✤ کز ذوق نالہ رو دہد از محل فرامشی

# نعت

درود بیحد بر تعیّن اول و تجلی امثل اشرف المرسلین خیر خلق اللہ فی السموات والارضین خاتم النبیّین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین سیدنا ومولانا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کہ اطاعتش طاعت حضرت جل وعلا واتباعش از محبت او تقدس وتعالیٰ

## بیت

ذات او از ہمہ افضل افضل ✤ ملتش ناسخ ادیان و ملل
دینش قویم و آئینش مستقیم شرعش سہل و قوی و حضمش ناہل
وعوتی خیر الہدی ہدیِ او وابدیَ السبل سبیل او

## ابیات

تنہا بہیں نہ صورت زیبا ازان تست ✤ زیبائی آنست کہ نازل بشانِ تست
دُرِّ یتیم را چہ بہا روبروے او ✤ ہر نکتہ کہ از لبِ گوہر فشان تست
رفت آنکہ بود ذکر دم عیسوی کنوں ✤ ہر جا حکایت از لبِ معجز بیان تست
خوں گشتہ بہ دلی کہ نجوید رضائے تو ✤ بردار بہ سرے کہ نہ بر آستان تست

# سبب جمع و ترتیب

## شعر

شنیدم حسرتی بلبل صفیری ✤ صفیرے چند در بستاں ضرورست

الا اے شگرفانِ عالم دانش حسرتی از آغاز آگہی شیفتہ و آشفتہ برخاست دانش بچیزے آرام نگرفتی و طبعش بہیچ نساختی از نسیم رمیدی و از صبا شوریدی بدستی شیوہ داشت امّا نہ ازمی آشفتگی پیشہ داشت امّا نہ از نے باندیمان کم آمیز و از ناگزیراں درگریز با بیگانہ و یگانہ آشنا و بیگانہ

شعر

یاد دارم حسرتی واں آشنا انداز او ✤ وز ہمہ خلق جہاں بیگانہ عنواں زیستن

شور عشق در سرشت و نمک محبت در طینت درد در دل و سوز در آب و گل لاجرم از سخن دم زد اگرچہ کم زد طوطی آوا آمد سامعہ را زنگار زدود و آئینہ کردار مجلّا نمود ناہید نشنید برخاست مستمع را در چرخ آورد و بر چرخ برد نغمۂ او را ہزار زار در کمین کبوتر دم افتاد و از بہر سبقت در طوف نالہ اش شارک و ساری را نزاع با ہم افتاد نفس عنبر نشاں داشت چوں عود قماری و صوت درد تواماں چوں سجع قماری نوائے خوشش غزالۂ وحشی را از رم باز داشتی و صدائے درد آگینش سرو آزادہ را از

چم صفیر ش عطر سا آمد و نفیرش رواں آسا شیرۂ جان از سخنش می چکید و آب حیات از حرفش می بارید **قطعہ**

ہر شب بلبم رسد خروشے ✦ شاید کہ شبے رسد بگوشے
گر نیم شبے ربایدم خواب ✦ بیدار کند مرا سروشے

ترنمش صاحبدلاں بر غبت شنیدند و دلشدگان بجاں خریدند انجمن ہا از ذکر او پُر و او در خانۂ خالی ہم بزم دل مجالس از کلمات او روشن و او در کلبۂ تار با خود ہم سخن و ہم محفل دل شیدا و پردہ داری کارش جان ناشکیبا و از بیقراری عارش۔ **نظم**

در عشق گذشتہ روزگارش ✦ جز عشق نبودہ ہیچ کارش
گاہے بادب گہے بہ بازی ✦ مے کرد ہمیشہ عشق بازی

از گرمی بازار بیزار از ہنگامہ در آزار دل شکستہ و دلبستہ **قطعہ**

مطرب و می بہر من در بزم و من ✦ خانہ را دلبستہ افغاں می کنم
حسرتی بیجا مرا جوئی کہ من ✦ خویش را از خویش پنہاں می کنم

و ہر گاہ کہ بمقتضائے بشریت و تقاضائے بدنیت از خلوت بہ جلوت آمدی مشارٌ الیہ بالبنان گشتی شور این است و اینت ایں آں چناں بر خاستی

که تا بعیوق نرسیدی نه نشستی باجمله بدین ستیز و آویز عهد جوانی بسر کردو بدین
گریز و آمیز شب شباب سحر کرد عاقبت صبح شیب دمید و روزگار بهم رسید
آتش دل خاموش شد و شورش طبع فراموش رمیدن رم کرد و آرمیدن رو
آورد شوق نو اسنجی رفت و ذوق سخن گوئی نماند اما پس از سنین و اعوام گاه گاه
نه آنکه بعد سال و ماه ناسور درونی تراوش نمودے و زخم کهن بتازگی ریزش
فرمودی ایزد تعالی و تقدس را بکدام زبان نیایش کنم که سخن را باکرامت
فرمود و باز دل از سخن درهم کرد و سخن از دل ربود و هر دو بار گرانبار منت نهاد
چنانکه در هر نفس صد بار از توفیق اوست که حالیا بکلی در آشوب خانهٔ گفتگو
بسته در آرامش کده سکوت آسوده نشسته ام ای فروهیده شعار این نکوهیده
اطوار چنانکه بانظم سری داشت با نثر نیز نظری داشت در وقتے از اوقات
مراسلات باصحاب و احباب و اخوان و خلان می نگاشت لیکن از عالی همتی یا تساهل
فطرتی سواد به بیاض نه برد اکنون که زمانهٔ التفات به نظم نمانده زمانه ترتیب
و تبییض نثر خواست لاجرم بدان پرداخت و سطری چند بر سر آن رقم ساخت
اے نظارگی بیناد تماشائی دانا انصاف از تو طمع دارم بجز ام و لفر ما که آیا قمری
نوآئین نوائے قلم ہمیں دریک مرغزار و یک گلشن رامش نموده و کباک دره

رفتار کلک همیں وریک صحرا و یک چمن خزانش فرموده خدارا بار دگر بنگر و بگو که آیا
در هر خیابان باغ و قطعهٔ راغ جلوه کنانش بداں روش ندیدهٔ که توانی گفت
که همیں نشیمن جائے اوست و همیں بقعه براے اوست حسرتی آه از تو که باوجود گزشتن
از سیافت شعر و سخن و تحاشی از صناعت ایں فن تے خشک خامه ات شکر ریزی
کرد و ابر سیاه آمه ات گهر ریزی یعنی بشهد اندودی و عبارت سیر نمک نمودی
حرف به گلاب شستی و لفظ بمشک پرودی راست دروغ نما گفتی و صدق کذب
ما ناسخن ساده رنگ آمیز آوردی و بیان واقع شور انگیز مدعی دم مزن و بر آب گینه
من سنگ کم مزن از گفته مستغفرم چنانکه از کرده تائب اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ
اِلَیْهِ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ **نظم**

در هزار و دو صد و هشتاد و سه ✣ بستم آئیں ایں نگارین نامه را
آئینه طبعی بهار اندیشه ✣ بوکه روزے بیند ایں هنگامه را
ریختم سیاره از نوک قلم گلفشاں کردم صریر خامه را **تبصره** دریں دیباچه همه اشعار
راقم ست و در مکاتبات آتیه مخلوط هم از نامه نگار ست و هم از سخن طرازان
دیگر امتیاز را مصلحت افتاد که برابیات خود علامتی نگارش نه پذیرد و شعار اشعار
یاران نام شان باشد و بر حاشیه رقم شود و بر تقدیر عدم علم از نام از قبیل الفاظ

لا ادری و لا اعلم حوالہ قلم شود و مکتوب اگر اطول است و گر اقصر نامہ نام بردہ شود و شمار نامہ و نام مکاتیب الیہ در متن ثبت افتد و اگر نام مکتوب الیہ از نخست در مسودات نباشد صرف بر شمار نامہ اکتفا رود و ایں مجموعہ لحن عراق نام یافت و رقم سبح ایں نسخہ محمد الشہیر بمصطفے ختم اللہ لہ بالحسنی متخلص بہ شیفتہ در ریختہ و حسرتی در فارسی۔

**نامۂ اوّل**۔ بنام نامی جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر آزردہ تخلص مخدوم عالیجناب سلامت حسرتی نیاز سرشت بہ نازِ نزول نواز شنامہ شریف وشرف وصول رسالہ تازہ تصنیف چناں شوخ شیوہ افتاد کہ سپاس گزاری و ثنا نگاری آئین نہاد مگر از آشفتہ دماغی خود را بورزش التفات واز علیل نہادی بصحت خطاب ارزندہ دید و ندید کہ ابر نہ ہمیں در فضائے گلشن بارد و شورہ زار بگزارد و صبا نہ ہمیں بمشکوے شاہ مشک افشاں گذرد و از کلبۂ درویش دامن کشاں گزرد لعم لیکن بندہ اگر از تنگ ظرفی گستاخ است خواجہ را از والا منشی حوصلہ فراخ است نظر بریں قطع نظر از پستی پایۂ خود و علو درجۂ صاحب نمودہ ہر چہ در دل است بزبان می آرد کہ بنا میزد ایں گزین رسالہ نتیجہ قریحۂ وقاد و ذہن مستقیم و ایں نو آئین نسخہ ناسخہ نسخ فلاسفہ قدیم طرفہ زبانی و بیانی و شگرف شانی و لنشانی دارد بحری ست لجّی دری ست دُرّی لفظ ہاروت فن معنی شاہد

بهکمن عبارت رشیق اشارت دقیق جُمل جمیل اجمال تفصیل فقرات فارق اسلوب
خارق اندازا عجاز ابهام اعلام فصل اُمل وصل باب مستغنی از فصل گزاش استوار
نگارش بهنجار نقطه شهاب نکته آفتاب تراکیب خوش اسالیب غیرت رخشانی معانی
آبروی آتش یاقوت ریخته وآب وتاب گوهر برده رشک رنگینی مضامین لاله
درخون نشانیده وخون در رگ گل افسرده مبادی را تشریف مقاصد در بر
از حسن آغاز فرخی فرجام جلوه گر خیالات در رفعت سپهر اوج استعارات در
لطافت نسیم موج ربط ربط محبت قطع قطع خصومت ایجاز اشباع اشباع ایجاز
در ادراک برخ آشنا وبیگانه باز در بیان مطالب حکمیه صرف فصاحت اختراعی ست
شگرف ودر شرح مقاصد علمیه بذل براعت ایجادی ست نادر به بیل وکلند دلائل
قاطعه ارکان مثل بنیاد نهاده افلاطون از هم ریخت وبمشعل افروزی حجج ساطعه
بطلان هیولی چناں روشن شد که صورت از هیولی گریخت وثاقب ادلّه اثبات
جزو لایتجزّی هیچ نمای را ے سخافت پیرائی حکیم به براهین متنوعه مبرهن شد که
مصرع جوهر فرد بنوعی نه پذیرد تقسیم والتسلیم مع التعظیم
**نامه دوم** بنام مولانا مفتی صدرالدین خان بهادر آزرده **شعر**
ای از نفس خامه مشکین رقم تو ✦ نسرین کده در جیب وبغل بادِ صبا را

بورود والانامہ ولا آمود با نثر نثرہ نثار و اشعار شعرے شعار اندازہ اعتبار خویش بر
گرفتم وحدمرتبہ نظم و نثر دانستم آں سینہ را بیک ایمن نور انیاشت وایں دل را
بیک سحر فروغ شید آگین ساخت آں بخود شوق نمود وایں ببستی دانش افزود
براں سرم کہ پارۂ از وصف ہمایوں نظم و خجستہ نثر رقم کنم کہ عرصۂ سخن فراخ ست
و طبع من چالاک یک دو سہ جولان شوخ را وقفست ولی ترسم کہ یکیش اغراق گوید
و دیگر یش غلو خواند و ندانند کہ اگر مہر را مہر و ماہ را ماہ گفتہ شود چہ غلو و کدام اغراق تواند بود
گل را رنگی و بوئی ہست و مُل را اثری و ذوقی اگر گل را بر نگ و بوی و مُل را با ثر
و ذوق ستایند چرا کسے در شگفت زار افتد لا جرم از طرز شاعرانہ می گذرم کہ چنیں
نیرنگی احتمالہا با اوست و سخن سادہ و بے رنگ می گزارم کہ دربار نامۂ راستاں
مدّ نخستیں بنام او تو شیخ یافتہ ہاں و ہاں طرفہ اَرج و جاہ دربار گاہ مبدء فیاض
نصیب بخت بلند حضرتست کہ نہ ہمیں یکرہ کہ صدرہ دیدہ ام تشریف شریف ایشاں
دیگرست و تشریف دیگراں عرفی و طالب را دریں زمین نظمی ست و ہم شمارا نظمے
ایں دیگرست و آں دیگر **بیت**

کم افتد چنیں نکتہ پرداز کم ✦ کہ ناز نداز و لفظ و معنی بہم

نازم بدم گیر او نفس با اثر کہ افسردہ طبع مرا گرم گفتار ساخت تا ایں شورش انگیز

سخن از دیده بدل رفت دل چناں لغل در آتش گشت کہ تا دیدہ ہنگامہ گریستن
بلند آوازہ نکرد دمژہ راہ ورسم ابر بہاری تازہ نکرد از بیقراری نہ نشست واز
بیتابی بر نخاست بیخبر ان چشمک مزینہ میدانم در مجلس اعجاز دم از افسوں باطل
زدن نہ رواست اما چہ کنم چکیدۂ دل است وتراویدۂ جگر نہفتنش نوعے از جفاست
لاجرم عنان ادب رہا می کنم ولب بہ تکلم آشنا می کنم **مطلع قصیدہ**۔

زیں بعد ما و درغم دل ناگریستن ✤ گشت آشنائی نرگس شہلا گریستن

**نامۂ سوم** بنام نامی نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خاں بہادر غالب تخلص خورشید
پایہ صاحبا شبے اندیشہ جہاں پیما فراز فلک خرامید تا نظری بر خوب وزشت
گیتی تواند افگند از ذرہ تا مہر واز خار تا گل ہمہ را سر بسر نگرست ونہ نگرستنی
بحضور بلکہ بدیہی را در لباس نظرے جلوہ گر ساختہ نظارگی آمد ہر چند اگر بر عکس
رفتی ہم بہ نیروی حدث خداداد بیراہہ نشتافتی ونے جادہ خرام نیفتادی اما
پاس زبان بندی کوتہ نگاہان وبجا آوردِ فرمان حزم بر اں داشت کہ بایں طریق
چالش فرمود خاشاک خشک بر نگ سبزہ خرم مطرح نظر شد وپشیز ناچیز گوہر
یک دانہ نمط در نظر جلوہ گر چوں آمیزۂ خسائس بایں پایہ دریافتے کہ دیو دژم
ہیکل بکرشمہ شاہد نازنین وآتشیزۂ ملمعۂ شمع بود چہ پرسی از شرائف وجلائل کہ

ہر یکے ازاں در نگاہ غنج و دلال یوسفی داشت و ہر کدام بنظر فریبے و دل آرائی حوری
بود از فردوس فرود آمدہ یا پری نقاب از رُخ برگرفتہ ولی از نیمیانہ متاعی کہ با دوستی
ہم ارزش و کالائی کہ با محبت ہم بہا باشد مشہود نشد گوہرے بایں تابانی و اخترے
بایں رخشانی منظور نگشت خورشید پیش فرّہ نورش شب تیرہ شناس واز ماہ کمتر
پرس محیط نے ساحل و رجنب جزر و مدّ طغیانش شبنم گیر واز دجلۂ بغداد کمتر گوگبر اگر
پرتوی از فروغش دریا بد بر شعلہ آذرگمان و دو جحیم بردو بلبل اگر لمعۂ ازاں تجلی
کسب کند آتش گل را ہم جلوہ انگشت شناسد چوں ازاں نافہ شمیمی شکیں نہ بالست
اگر ہمہ مجنونستی خود را در چشم لیلے نوفل شمار و چوں ازاں شکرستان ذوقی بکام
تو نیست گو ہمہ پرویزستی شیریں را ازاں حریف پندار فذلکہ سخن چوں نگاہ بخود
افگند دریافت کہ پیش از انکہ روزنہ از شیدستان آگہی کشادہ گردد مہبط ایں
نور و سرور وایں تجلی بود بسجدہ افتاد و بسپاس رفت و ترانۂ شادمانی بر کرد و نغمۂ
نشاط بلند آوازہ گردانید و افزونی ورزش ایں فرخ شیوہ از خدائے درخواست
و پیش آورد و ضوابط و رسوم آں را بجدّے تمام ترخواہندہ آمد روشنی پذیرفت کہ علاوہ
علاقۂ معنوی مراسم صورے را در افزایش مدارج اتحاد و ستگاہی دیگر ست لاجرم
بہ نگارش نامہ مبادرت نمود نہ شگفت کہ مخدوم بریں زلّت نگیرد دل آزور و طبع

حریص است کہ لختے گلہ از دوری سرد ہد و ولی خالی کند اما بسی بے نسبت است چہ
آنجا مجرد رقم سنجی و دریم و امید دارد و دایں مایہ جرات را نیرواز کجا خیزد شعر
حسرتی تو نامہ آرائی و من پاسخ طلب ✤ زود بر بال کبوتر بند مکتوب مرا
والسلام نامہ چہارم بنام نواب عبداللہ خاں بہادر قطعہ
باد آمد و طرفہ روح پرور آمد ✤ شاید کہ در آغوش گل تر آمد
نے نے ز سر کوچہ نواب است ایں ✤ کے باد چمن چنیں معطر آمد
نامہ دلکشا و صحیفہ غم زدا چوں رایحہ گل و نوائے بلبل طرب افزا و نشاط آما آمد نالہ
شور انگیزم شیریں تر از نغمہ مرغان چمن گشت و فغاں درد آمیزم نمکیں تر از خندہ
گل ہائے گلشن سینہ پر داغ لالہ زار شد و دم سرد غیرت نسیم بہار گردسرم چوں
خاک پائے خوش نگاہاں سرمہ چشم اہل نظر گشت و ہا ہای من مانند نغمہ ہائے
زہرہ اندازاں دلنواز و جان پرور ہو و ج غم عماری دلکشائے لیلی شد و بیت
حزن حجلۂ یوسف نگار زلیخا آرزو پناہا رنج حرماں از اندازۂ شرح افزوں است
و درد ہجراں از حد بیان بیرون فغاں از نوائرا فغاں کہ کرۂ ارض کرۂ نارست و آہ
از دود آہ کہ عرصۂ گیتی چوں گور منافق تیرہ و تار سیل سرشک زورق ہستی را در گرد
طوفانی ساختن است و صرصر نالہ منال وجود را در صدد از پا انداختن قصہ مختصر لب و غاں

من کہ بر ہر بیان قادر است درین راہ عاجز تری از و نیست ناچار طریق طول می گزارم
و دعا بجائے نالہ بر زبان می آرم تا چرخ نیلے مہر بان بر سرشتان بکین است مہر کرم آں
آفتاب سپہر بر تری ذرّہ نواز باد و تا گدا ز دشمن گرغم گداختگان را در کمین است صولت
خشم آں شیر بیشۂ دلیری اعدا را چان گداز باد پایان ربیع نخستین سال ہزار و دو صد
و چہل و چہار نگارش یافت - **نامۂ پنجم** بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر و الا گوہر اوّل
بے بہاے بحر سخن سنجی و سخندانی زر کامل عیار خزینۂ معانی گنجینۂ فصاحت ذخیرۂ بلاغت
یعنی صحیفۂ عنایت آمود رقیمۂ رافت اندود مانند سادہ رویان نوخط با داے جان فزا
و کرشمۂ دلربا بنزول اجلال فرمودہ با مسرت ہمدوش و با فرحت ہم آغوش گردانید زہے
نامۂ کہ بیاد بیاضش سودۂ الماس خاصۂ کحل الجواہر گیرد و از سیاہی سوادش چشم اعمی
نور پذیرد ہر حرفش گلی ست کہ نظارگیش عندلیب وار گرم ثنا خوانی ست و ہر لفظش
گنجیست کہ مملو از جواہر زواہر مضامین و معانی ست عبارتش خوشنما تر از زہر نبات
اشارتش گوارا تر از شیرۂ نبات نقش تدبیرے کہ در باب حفظ از شرّ اعادی بر صفحۂ
صحیفہ دمیدہ بود بہ ارزش ارژنگ مانی جلوہ نمود مکرّ با پیش از تدبیر تقدیر کارگر دا جزاے
آں جمع پریشان از ہم بگسخت و شیرازۂ جمعیت آں قوم گسیخت المنۃ للہ کہ ظفر مطلوب
رو نمود و فتح الباب مقصود ظہور فرمود چوں زمان شکر زماں نزول رحمت است

ہماں بہ کہ دعائے اجابت تاثیر برزبان آید تاثیر برنشان آید تا کار فلک است
یکے را منصور و دیگرے را منقور کردن آفتاب بخت آں کوکب درخشندہ برج
جلالت کالشمس فی رابعۃ النہار جلوۂ آرا و نجم طالع خصم چوں ماہ آخر ماہ تیرگی افزا
باد ماہ جمادی بود از سال ہزار و دو صد و چہل و چار کہ بقلم آمد نامۂ ششم رباعی

ای نرگس تو کرشمہ ساز آمدہ است ✦ طرز نگہت فسوں طراز آمدہ است
گوشے بحدیث نکہ ہمچوں مژہ ات ✦ افسانۂ حسرتے دراز آمدہ است

ناوک غم کہ چوں تیر غمزۂ دلنشینت در تہ جگر نشستہ نفسے بے تپش نمی گذارد و
نائرۂ اندوہ کہ برنگ شعلۂ غدار آتشینت در مغز جان افتادہ دمی نے تلوسہ نمی
دارد شکستگی دل نہ بداں درستی کہ زلف پرشکنت پیچ و تاب نخورد و بیقراری طبع
نہ بدان عظمت کہ فطرت شوخ ترا عزت از جا نبرد حلقۂ چشم از سرشک خونیں شہد
ما ناوسینہ از نلف آہ تشیں کورۂ حدّاد آسا شربت شیریں خیال وصال تدارک تلخی
زہر فراق ننماید و زلال عذب ہوائے دیدار چارہ تشنہ کامی شوق نفرماید نمزمۂ
درد آلود زیادہ بریں سیر آہنگ کشیدن بر خاطر نازک گراں شمردم و رشحۂ
سحاب لطف در دل پُر داغ گلہائے سپاس دمایند بجیب و کنار نامہ افشاندم
آری خواجہ در انعام مجبور ست و بندہ در شکر ناچار گل در شگفتن مجبول است

وبلبل در نغمہ بے اختیار اگر خورشید جہاں فروز پردہ از رخ نکشد علاج حزبا چیست
واگر شمع شب آرا بخون گرمی مہر جلوہ گر نشود ولسوز پروانہ کیست **قطعہ**

مرحبا اے چمن طراز امید — کہ گل مدعا فرستادی — نفحۂ از حدیقۂ احساں
بمشام دلا فرستادی — نائی ناہید و نغمۂ داؤد — براہل غرا فرستادی
ساز و برگ ہزار عیش و طرب — بدل بینوا فرستادی — بہر جا ماندۂ کرشمۂ خویش
غمزہ دلربا فرستادی — از پئے تیرہ روز خود شب غم — شمع نور و ضیا فرستادی
بدماغم ز زلف عطر فشاں — نکہت جانفزا فرستادی — بعلاج شکستگی خمار
بادۂ غم زدا فرستادی — بطلبگار دولت وصلت — نسخۂ کیمیا فرستادی
اے زبلقیس بے بسوے گدا — ہدہدی از بسا فرستادی — خستۂ درد دوری خود را
لطف کردی دوا فرستادی — صندل خاک کوچۂ خود را — بجبین وفا فرستادی
از رہ جود تحفۂ شاہی — برچوں من گدا فرستادی — بنوازندگان ساز غمت
نغمۂ مرحبا فرستادی — دوستاں را نوا ختی بسلام — خستگاں را دعا فرستادی
ایکہ سامان صد ہزار ستم — ارمغاں چرخ را فرستادی — ہیچ مے آیدت بخاطر تو
حسرتی را کجا فرستادی

**نامۂ ہفتم** بنام حکیم محمد مومن خاں صاحب نفس امارہ کہ ہر نفس عشوہ دیگر در کار ایں

شیفتهٔ خیالات دژم و فریفتهٔ نیرنگ های وساوس نژندی کند نه آغاز سخن را غایتے در پیش است و نه بدایتش را نهایتے از پس لُبِّ مقصود جام نیروان فراموشی پیمودن است و دارو ے بیهوشی در کام کردن بنگر که این زمان به برادر نکته دان نامه نوشتن فرمود ساده دل من که به نیرنگ او نرسیدم و خامه و آمه طلبیدم و ندیدم که هر لمعه که در نورانی ضمیرش آفتاب فروش است ساحت خاطر تیرهٔ مرا شرق زار کرده او که بر من در هر باب پیشی و بیشی دارد از کجا که بایں دید و دانش بخواهد بود و گرفتم که خود بینی از اخوان روزگار مستعار گیرم و برادر از خود بهتر را بایں مایه و پایه نه پذیرم خدائے را بگو که کدام مرکتوم و خود را علان است و کدام راز پنهان سزاوار اظهار آوخ که مرا دل آگاه دادند و با نا بایں اهرمنی خیالات را در دل راه دادند آلهی از دست ایں دیو همه رنگ دریورها ی ده داز همه بیگانه کن و بخود آشنائی ده۔

**نامهٔ هشتم** نثر مُرجّز۔ نامهٔ عنبرین ثمامهٔ یار۔ راحت روح همچو راح روح۔ شوش انگیز همچو جام عنبوق۔ لذت افزا چو لعل شکر خا۔ نمکین تر ز خندهٔ دلبر دلبر با نثر ز عشوهٔ شاهد۔ قاصدی تیز تک نسیم صفت۔ در زمان نوش آمد و آورد۔ خاطر من شگفته شد گلگل مست گشتم زشادمانیها۔ بهره بردم ز کامرانیها۔ غزل تازه نخواسته است از من۔ من کجا و کجا غزل خوانی۔ حسرتی را مگر همان داند۔ می ندانم که حالم

اکنون عیست - نام شعرم ہمی گزد جان را - ذکر بتیم کند زخویش بردن - گرچہ فلان بہت ہمانم من - لیکنم دل نمی برد فرمان - چہ کند مضطر و پریشانست - دیدہ باشی رم غزال زدام - ہمچناں سرزہ جیب می وزد دگر بہ بخشی ز تو شگفتی نیست - ور بگیری بگیر حکم ترا ست - نامہ نہم بنام نامی مولانا مفتی صدرالدین خاں بہادر آزردہ در تعزیت فرزند شان کہ بعد روزی چند از ولادت درگذشت ہاں آرزوے خون گشتہ لختی بحال دیدۂ غنودہ پرداز کہ بہار ایں باغ را مترصد دیدنست وای نالہ بزم سرشتہ نفسی با دل مایوس سازکہ نغمۂ ایں عشرت کدہ را آرزومند شنیدن گوے ہنوز ناوک ایں نوائے جان خراش دلدوز نخستہ کہ گل نو رسیدہ بہارستان امید پیش از انکہ چشم تماشا رنگین کند بتاراج خزاں رفت و ثمر نورس روضۂ مرادانان پیشتر کہ کام جان شیریں سازد از شاخ بر افتاد شعر

عہد گل فرصت برہم زدن چشم نداد ✦ سخت رحمت بچشمیکہ تماشا طلب ست

قطع نظر از خوں چکانی ایں دستہ بزہر آب دادہ برق نالۂ جناب مولانا چہ بلا جانسوز است دم گرم را شرارہ جیم می کند و نم اشک را بحر عظیم زخم جگر را بدشنہ میخراشد و نمک بر اں می پاشد دل بیقرار را بتپش مرغ بسمل تعلیم ساز است و جان بیتاب را ہر دم فزوں تر از دم دیگر طاقت گداز شعر

آں خدنگی کہ جگر دوخت مرا + حالیا در پئے جاں افتادہ است

رسم قدیم است کہ در حال شدائد اضطرار بحکایت تلخ اصطبار مذاق جان را مرارت آلود می کنند امّا از عہدہ چیزے کہ خود نتواند برآمد تکلیف دادن مشک را ارمغان ناسور فرستادن است میدانم کہ باچنیں از خود رفتگیہا بیاد آمدن مضامین بشارت آئین شکیبائی محال است و دریں وفور اضطراب بدل گذشتن عبارات عتاب آمیز جزع خیال یارب مگر الہام غیبی مضمون اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بدل اندازد و آمید نعم البدل زمزمہ تلافی مافات بلند آوازہ سازد و چہ دور است کہ بنائے ایں شورش کدہ وابستہ بہ تلوّن است عیش را باغم ربط دیرین است و نوش را با نیش التیام کہن خداوندا تا کہ ساقی دہر صاف طرب و دُرد دور و بکاسہ جہانیان ریزد شراب بیغش خرمی جاوید وقف جام تمنّائے خدام مخدوم عالی مقام باد در جمادی دویم سنہ ہزار و دو صد و چہل و شش نوشتہ شد۔ نامۂ دہم بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر آرزومند نوازا آرزوے حسرتی ناشکیبے آنست کہ ہمہ دم در حضرت خدام کرام بسر برد و آنرا گرامی وسیلۂ برومندی آبرو و سترگ ذریعۂ تنومندی آرزو شمرد امّا چوں تقدیر چنیں نرفتہ باشد چہ کند کہ نیروے تبدیل اختر و تغیّر سرنوشت ندادہ اند و از نیجاست کہ درگذارش اشتیاق باوجود دنے اثرہا

بیجا باست وسخنی که از دوراز نفسی کوته نظراں حجاب آمود بود بالتفات مخاطب مستغنی
عن الخطاب وارست اعنی اهدائے مجرب لنخۂ مرہم زخم دوری آزمودہ حرز تپ
ناصبوری خرم گل بہارستان شگفتہ بیلنے بخش بادۂ مضطربہ سخندانی اختر برج بلاغت
گوہر درج فصاحت کہ عبارت از گرامی صحیفۂ جان نواز است واستعارت از غطای
ریقمہ دل از غم پرواز زبان فرو مایگان مشیت معارض بربست شوق منفعل راحیلہ
ہنگامہ آرائی بدست وجذب بے اثر را بہانۂ عذر آفرینی دست بہم داد تعالی اللہ
نامہ کہ ہم چشم را لذت دیدار وہم گوش را ذوق گفتار بخشید ہمہ خیر تم کہ از شکرگذاری
عبارت گویم یا بشکر یاد آوری پردازم یا از درد ہجر حرفی سر کنم یا بشکایت نکردہ
ملاقات عازم آں ویارشدن زباں درازی سازم **بیت**

یک دل وخیل آرزو دل بچہ مدعا نہم ✦ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

تاخیرے کہ در ارسال عجز نامہ رفتہ معاذ اللہ کہ از تغافل باشد وتقصیرے کہ در ابلاغ
نیاز عرضہ رود دادہ حاشا کہ از تساہل باشد بلکہ ازاں بود کہ در زمانیکہ خاک دہلی
بمیمن گرامی مقدم اخترسرمہ صفاہائی داشت تمنا نامہ از والا نظر گذشت کہ مشتاقیۂ
ہمہ تن چشم را از دیدار محروم نباید گذاشت وینکو صورت است کہ جہانگیر آباد در قرب
طریق حرکت است اگر ازیں رہگذر بگذرند وطریق ثانی بگذارند جادارد نوشتن

پاسخ ونگذشتن ازیں راہ آشکار نمود کہ از صراط مستقیم محبت گذشتند وبمعنی
بیراہہ رفتند اگرچہ بصورت براہ راست رفتہ باشند شکایت ہا در دل انبوہ
دربلب گرہ انفعال بلاست **بیت**

خجالت می برم از نامہ ہائے بے جواب خود + کہ بار خاطر آں رشتۂ دیوار مے گردد

طرفہ کاریست شکوہ آں زمان بر زبان آمد کہ وقت سپاس بود محبت را کار ہاست
محبت از ہر دو جانب در مزید باد صار ختامہ وکان اتمامہ حادی عشر رمضان سنۃ
ثمان واربعین ۱۲۴۸ بعد مائتین والف من ہجرۃ خیر الورا علیہ التحیۃ والثنا۔

**نامۂ یازدہم** ایضاً بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر فلک پایہ دار اگر فتم کہ حرمان
از بزم وصال خواستہ آسمانست باخدام ستیزہ نشاید آورد اما بنامۂ شما دلفریبوں
را تاویل چیست وبہ پیام یادنمودن را توجیہ کدام واگر اینہم بحرخ وانجم حوالہ رود
انتیار مذہب جبر است وہرگاہ شدید آہرمنی نفس از نورستان اعتدال کہ
طریق اشاعرہ است بہ تیرہ جائے ضلال بر وتخصیص عشر تکدہ جبریان را چہ سبب
قدیان را نیز بارگاہ فراخ است پس پیشین گلہ را فکر جواب مے باید کرد وانی لکم
ذلک مخدوم را کار مشکل افتاد وفکرت پسندیدہ پسند دلنشین پاسخ نشان نداد
لاجرم از حجاب آں طبع نازک شرم داشتم واز پردہ داری پردۂ سخن دگر گرفتم ماہی

لا ادری

بسر آمده باشد که رنجور حشم و پرریخوار اختر در گذر بود نالهٔ درد تاثیر دعاے سعد بن
ابی وقاص آرد طلاب پزشک هم از آب خضر بر آمد مرض نقاب بر روئے
دژم فرزد بهشت صحت مقنعه از رخ فرخ برکشاد و فرجام ناتوانی هم برخاست نیروی
نشست و خاست ارزانی شد اید دون که آر امشکدهٔ آسودگی بتصرف داشت
بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ حکایت رفع زحمت ذیل صحت که زحمتی ست سترگ
و نعمتی ست بزرگ ضرورت افتاد زبان بگذارش آن برکشاد امید که زلال عافیت
بهرو گیتی در آبشخور هر دو باد **نامه دوازدهم** بنام احترام الدوله حکیم حسن الله خان
صاحب در تعزیت والد بزرگوارشان سبحان الله بنائے ایں گلستان چه
نا استوار نهاده اند که بجنبش نسیمی شاخ از درخت و گل از شاخ فرو ریزد و نه همیں برگ
بر د شجر و ثمر در ریختن و افتادنست که خود ایں بساط بر روے آب فرو گسترده چوں
حباب از روے دریا در گرد بر چیده شدن پس اگر گلی بتاراج خزاں رود چرا
شگفت نماید لیکن طرفه رنگ آمیزی نقش و نگار ایں فریبنده ایوان است
و کوته نظری تا بینش دست گماں که چوں نقشی ستره شود تهی بودن جاے آں نقش
زشت در نظر آید و پے نبرند که نقاش را در زدودن نقشی چه سرست و باغبان را در
بر کندن نهالے چه راز اما ایں روش عوام بے جاده خرام است نه طریق خواص

بااختصاص ومخاطب مرانفسیست قدسی وی به پیش آمد سانحه ناگزیر وفات
غفران مآب کی پیراهه رود فلاطون را بمرگ پدر نوحه زن نیافته اند وارسطورا بماتم
برادر جامه ورندیده سخن دراز کردن دریں مدعا نازیباست که از قبیل دانش آموزی
لقمان بخاطر نگذرد ولاجرم بیش ازیں ننوشت ونامه نوشت **نامهٔ سیزدهم**
ایضاً بنام احترام الدوله حکیم احسن الله خاں صاحب که باوجود نامقبول داشتن عذر
نارسیدن دربزم شادی گله مند نبودن خود بقلم آورده بودند ورفع اشکال وارد
کردهٔ شان بخریافت باستاره درستیز بودم وبا فلک درجنگ که ازچنیں فرخنده
بزم ناکام داشت اکنوں گله سپاس آلود است وشکوه شکر اندود که از نصف
وصال محرومم نگذاشت مکرّما انتساب جرم بمن وازاں درگذشتن که برزبان
خامه لطف شمامه رفته اگر درایں شعر درنظر بودے شعر

تامنفعل زبخشش بیجانه بینمش ✤ می آرم اعتراف گناه نبوده را

گناه ناکرده بخشیدن ثابت می نمودم اکنوں که شب را روز وشام را صبح وخاررا
گل دسرکه را انگل تسلیم نمودم چه حاجت که پرسم خورشید را باشب چه کار وسحر را
بابیتر گی چه علاقه نزاکت گل را بادرشتی خار چه پیوند وذوق مل را بابیمزگی خل چه ربط
لیکن احتیاط کار فرماست که شرح ماجرا اولست اتحاد تاریخ ترسیل ورود واتحاد

نامه که محال بخیال آمده منشا رشته گشته خیالیست اوهن من نسیج العنکبوت پنهان
مبادکه در ماه گذشته خلاف افتاد جمهور بران بودند که هلال ذیقعده بروز بست
ونهم شوال جلوه گر گشت وبعضی روز سی ام را صلح می دانستند ومقبول اهل جهانگیرآباد
قول اول بود واکثر ارباب شاهجهان آباد را بتقریب ملاحظه تواریخ مراسلات
شان باخود موافق یافته این بود که بست وپنجم ذیقعده بر عنوان مکتوب مکتوب
گشت نمی دانستم که ملازمان بقول مرجوح گرویده اند پس بحسب حساب مختار
خدام بست وپنجم بست وچهارم خواهد بود درین حال رقیمه مرقومه بست وپنجم از
جهانگیرآباد به بست وپنجم بدهلی رسیدن از مستبعدات نیست فضلاً عن المحالات
کما وقع والسلام مکتوبه سوم ذی الحجه سال هزار ودویست وچهل ونه ۱۲۴۹ **نامه چهارده‌هم** ۱۴
بنام جناب مولانا صدرالدین خان بهادر آزرده خواجه بنده نواز سلامت باچنین
شوقیکه من دارم ندانم سد راه کیست وبا این بیطاقتی تاب شکن جیرانم که باعث
ضبط چیست مگر تغافل خدام از موزان این نعمت محرومم پسندیده که تا مقناطیس بخود
نکشد آهن را بشرف پابوس سر بفلک کشیدن محالست وتا شمع چشمک
نزند پروانه را هوس گرد سر گردیدن در تبه بال اکنون که لختی بوی التفاتی می
شنوم مژده ایست که زود رنگ ا بمن رشک چمن می بینم **فرد**

لطفش بزم دلکش او حسرتے کشد ✤ چوں بوئے گل بباغ بردعندلیب را

بعد عمری جاں نواز نامہ نواخت وپس از دیر باز سامی صحیفہ در نظر خویشم گرامی ساخت ہر چند شکر وشکایت سزاوار است امّا خامشم کہ اجتماع ضدین بیرون از حیّز اختیار است درباب فتحاب جانب حریم نواب حمید الدولہ بہادر کہ فرمان رفتہ است در وندادن فتوری در بستان سرا برزبان آمدہ ابواب تعجب کشود کہ ملازمان چرا با جابت سوال در لطف بر روے شان وانمودند و رنج انتظار فرمان این فرمان پذیر بمو کلان آں بروند منکہ بفرمان شما رخنہ در کاخ رویئن وسوراخ در سدّ اسکندر کنم تا بایں دیوار گل چہ می کردم قصر اگر قصر بہشت است وباغ اگر باغ جنت از دوستاں دریغ داشتن روا نیست کہ رخنہ در بنیان مہر ووفا نیفتد کہ اصلاح آں سہل است ودرستی ایں مشکل ودشوار رر ابر آسان پذیرفتن شرط خردمندی نیست تا مقتضائے محبت ووداد چہ باشد والسلام بالوف الغرام در ماہ ج سال ہزار ودویست وچہل ونہ بسات اول آخر ایام تشریق بقلم آمد **نامہ پانزدہم** سبحان اللہ مشتری گوہر جوی و فروشندہ خزف ریزہ در دکّان پیش آوردن پے آزرمی درد برتافتن نافرمانی بخشین پذیرا افتاد کہ دویمیں نامقبول تر بود مصرع گر قبول افتد زہے عز وشرف -

# غزل

مزن طعنه کایں نقش مشکل نشیند — که بر تربت کشتهٔ قاتل نشیند
نه خود را که از ره برد عالمے را — حکیمی که در فکر باطل نشیند
همه عمر خود را بحسرت فروشد — ورآنم که کس از تو غافل نشیند
کشم ناز آهیکه از سینه خیزد — دهم داد تیریکه در دل نشیند
تو بر دام خود تکیه داری وگرنه — ندیدم که صیاد غافل نشیند
ز پیشِ تو فرزانه دیوانه خیزد — ببزم تو دیوانه عاقل نشیند
بجوئی جز ابری که گوهر فشاند — بپوئی براهی که سائل نشیند
چو رامم کنی فارغ از من نباشی — که آسان رمد آنکه مشکل نشیند
فزون از دو دم خسته در خون نغلطد — بگوئید کاسوده قاتل نشیند
کنون حسرتے چون تمامست کارش — ز خلوت بر آید بمحفل نشیند

**نامهٔ شانزدهم** مصرع باما بالتفات نه ایں چه ماجراست - تغافل از حد گذشت تحمل را مجال نماند چه کرده ام که چنیں می رود ندیده ام که خواجه بنده را بایں ناروا روش پرورش فرماید نشنیده ام که دوست با دوست بچنیں تیره و تیره زیست نماید خدارا ایں نو آئین آئین آموز که بود ایں شیوا شیوهٔ طبیعت

جدّت پسند از کجا ربود علاج بمثل نیز قسمی از معالجہ است ہمبرتن جادہ خراشش
میخواستم امّا ازیں ژرف نای گذشتن را تاب کو **بیت**

اگر تو فارغی از حال دوستان یارا ✤ فراغت از تو میسّر نمے شود مارا

**نامہ ہفدہم** بنام نواب عبداللہ خاں بہادر پایہ افزا صاحب والا نامہ آمد و مژدہ
اعتبارم داد اگر موالات موالات پذیرد جاہ و گرد ہد وارج و گر فرمان رفتہ است کہ عطیہ
بلا شرط خدمت کہ فرماں روائے میرٹھ برائے مفتی محمد قلی صدر الصدور ازیں رو کہ باد
دل خوش ندارد بیخواستگاری او از اہالی صدر خواستہ است بعالیجناب باز
گویم بدایت ایں حکایت خود بر ضمیر سنجل نظیر عکس افگن شدہ است بنابران سخن
از ماجرائے نشنودہ میرود کہ ارباب صدر چنیں پاسخ باز دادند کہ ایں آرزو تا از
زبان متمنی بر نیاید بے استدعائے مستدعی امری صورت نمی بندد و کاری نمی
کشاید دستش نہ بستہ اند و قلمش نشکستہ چوں خواہش از قبل حاکم من تلقاء نفس
خودش بود نہ بتمنائے مفتی بعد ازیں مصلحت ندید لا سکوت فسبحان من بیدہ
لا مر وله العظمة والکبریاء والجبروت واز اراجیف عوام دیگر نیز ہست کہ
پذیرفتن نشاید و نوشتن نباید با بجملہ ہنگام درخورد با حاکم در مطلب مطلوب فکری
و پیشگاہش ذکری می کنم خاطر آئینہ آئین جمع و تالش لمعۂ اقبال جگر سوز شمع باد

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

مستهل شعبان سنه هزار و دو صد و پنجاه و یک بضبط تحریر آمد نامهٔ هجدهم
ایضاً بنام نواب عبد الله خان بهادر مشتمل فنوازا حدیث شوق که گزین داستانی ست
از کارنامهٔ عشق نه چنان دست فرمود روزگار رشده که تمنای کوهکن بوصل شیرین
باور نکردن از بدگمانی باشد بدگمانی را آن مایه روز به بازار که در عداوت دیوانهٔ
بخد باشاهدی خاطر شکاند و ساختن در چار سوی ساده لوحی شائسته منزلی
بدست آوردن است پس مرا چه افتاده که در پوستین خویشتن افتم و گروهی را بسوی
سوء ظن خوانم و قومی را ساده دل لقب نهم گرفتم که لختی دل خالی میشود و مرا دل و آسته
از نیک و بد زمانه و خاطر فارغ از ردّ و قبول روزگار و هرگاه سود و زیان خود جمع
و پریشان نکند دوستان را چه محل شکایت و دشمنان را چه مجال سرزنش امّا
ننگ تنگ حوصلگی را چه درمان همان بهتر که راز درون در میان ننهم و جهانی
را در عرصهٔ اختلاف گذر ندهم مرا که چمن آرای ایتلاف و آشنائی کرده اند حیف
باشد که خارزار مخالفت و بیگانگی پیراسته آید مسیح را دم جان بخش داده اند آزار
مردم ندهد خضر را بلد راه آفریده اند غول طریق نگردد و سعادت را ببال همابسته اند
براثر بوم نرود فرد

گویند حرف شوق زمعنی تهی ست پس ✦ اے حسرتے کنوں سخن مدعا کنم

روزگاریست که همایون نامه دل را بتروتازگی چشم را افروغ و خاطر را فراغ کم می‌بخشد
سر را بسجده دوست را بتسلیم و زبان را بسپاس گستر گستاخ می‌کند گناهی نرفته
است پاداش چه است **بیت**

یارب چه کرده ایم که مخصوص جان ماست ✤ این تیغ زهر داده که ناش تغافل است

داستان مفتی محمد قلی بنمطیکه گوش از شنیدن سر بر نتابد و دل از پذیرفتن بستوه
نیاید در نامه سابق گذارده آمد **مصرع** دگر هر چه گوید افسانه است -

افسانه دراز شد و نه اینقدر فرمان وقت بود و شوق سگالد که هنوز سطرے از کتاب
ننبشته آمد و من در حجاب که بیصرفه زحمت دوتن رفت لازم متعدی گشت
خامه افگندم و نامه نوزدیدم سلام سلامت انجام پذیراباد - **نامه نوزدهم**
بنام نجم الدوله مرزا اسد الله خان بهادر غالب که گلشن بے خار تذکره مولفه راقم طلب
فرموده بودند و هنوز باتمام نرسیده بود و چیزوی چندها وجود ناتمامی ارسال یافت
سخن پناه سخنور امیدگاه سلامت اگرچه از دیر باز میدانم که ما یاران را بسوئے سفینه
که ببرق بیخی فکرت پریشانم و رگرد فراهم آمدن است علاقه خاطرے هست
اما در آن بزم که نمی رسید تشنگی چند فراراه داشت یکے آنکه عرض خزف نے جوهر در
نظر مشتریان گوهر نه اندک تشویر است و پیش آوردن متاع کاسد در پیش خریدار آن

سره نه کم خجالتست دوم آنکه هنوز تشریف تمامی در بر نداشت بسا سخنور که سخن شان
بنقطهٔ انتخاب توشیح نیافته و فراوان زبان آور که ترجمهٔ شان بضبط تحریر نیامده
اکنون که آوازهٔ کمین التفات بتازه آویزه گوش گشت تامل را محل نماند حجاب در
نقاب شد ایں نوخاسته شاهد شوخ و شنگ **مصرع** نیم پوشیده حلّهٔ بیباک
دراں انجم انجمن جلوه گری می کند دریں صورت اگر بدلے جانکند صورت دارد و بجا
دارد اما سخن را با آں او اشناس سخن نسبت قیس و لیلی ست اگر لیلی در نظر دیگران
حسنی ندارد از کجا که دلربائے قیس هم نیست **مصرع** عاشق بر نیم جلوه سراپا شناخت است
**نامه بستم** بنام حکیم محمد مومن خاں صاحب مومن تخلص - گرامی برادرم مهر آگیں
نامهٔ مهر جلوه پرتو انداخت نوید روشن ستارگی آورد ستایش گر یهامیخواستم
روے دل ندیدم کسے را که زمانه مدحت سرا باشد مرا چه افتاد که تهمت ابنازی
بر خود بندم فرمانست که فرماندهٔ مراد آباد را نامه بنگارش آید خود از دیر باز م در سرست
باد و داد و جستجو ها جز اینقدر که هم اختر هفت اختر است نشانی از قرار جاے او
پدید انگشت دریں حالت نامه بر رسالت کجا و کرا رساند انیم بخیال است که زمان
فراهم آمدن پراگنده طبعان هند بر ساحل دریاے گنگ چندے وقفت می فروشد
چوں آنرا وقت رسیده رسیدنش را امید است یکے هم در انجا سر راهش

گیرد زیادہ ہر چہ نویسد آرزو شوق است کہ عنواں نوشت **نامۂ بست و یکم**
بنام مرزا اسد اللہ خاں غالب محرر ما غزل تازہ ورود کہ بشنیم گل و لطف مل بود
مرا از من ربود سرخوشم کرد و بدستم نمود بدستی ترانہ سنجی بار آور و زبان بگفتار کشود
ہمدراں زمین گلی چند جلوہ فرمود و گرفتم و دستہ بستم کہ بزم خواجہ فرستم آری آری
گل گفتنم نہ از ہوش است لیکن تو کہ گاہے از خود نرفتۂ قدر بیہوشی را چہ دانے
خاموش

## غزل

رحمی بکس نخوردہ و ممنون نکردہ کس
در شہر کس نماندہ کہ مفتوں نکردہ کس

آزردہ گر شوم بنگہ شادی کند
جز می علاج خاطر محزوں نکردہ کس

ور زد صلائے جلوہ و خلقی بر شک شست
دستِ کرم کشادہ و ممنوں نکردہ کس

تا وصل او زبخت ندانم کدام جور
کانرا بروز فال ہمایوں نکردہ کس

نازم بہ اہلِ عشق کہ بر قیس غیرت است
رشکے بملک و جاہ فریدوں نکردہ کس

صد گونہ اعتراض بگفتار بو علی ست
تعریض بر طریقۂ مجنوں نکردہ کس

گر غیر و رشک غیر بروں کردہ باش
از دل خیال بزم تو بیروں نکردہ کس

اے دل ز جور یار شکایت چہ می کنی
کس را بزور و الہ و مفتوں نکردہ کس

خونم چکد ز دیدہ و بر قم جہد ز لب
سویم بالتفات نظر چوں نکردہ کس

| | |
|---|---|
| زیں غم کہ ساغرمئ گلرنگ نشکند | با وی حکایت دل پرخوں نکردہ کس |
| اے حسرتی مپرس ز غالب کہ از غزل | آں کار میکند کہ بافسوں نکردہ کس |

**نامہ بست و دوم** کرم گستر آرزو مندان حجاب آلود را بہ دلا آلا نامہ نوختن چہ گراں مایہ نوادش است و گناہگاران بے جرم را نوید عفو ناکردہ قصور دادن چہ سنگ والا منشی ست فی المثل اگر عمر خضر دہند و آں صرف ادائے سپاس گردد فرجام بار منت ہماں بر دوش خواہد بود منت اینہ دراکہ از اں پیشتر کہ نطع اعتذار گستردہ شنود صفوت سرائے دل خدام از خس و خاشاک کدورت پاک فتوشد ورنہ چوں واقعی گذارش قارع سمع شدی و واجبی نگارش از نظر گذشتی خجلت بدگمانی بر طبع نازک گراں آمدی مخسب۔ **نامہ بست و سوم شعر**

زماں زماں جہم از شوق و گردد دل گردم ✦ کہ دل بہ گرد تو گردیدن آرزو دارد

حسرتی مجور ناصبور از نفس گرم خویش من سوز باد سموم چوں بلبل قفس پرورد از جملہ گل محروم از جدائی بستوہ آمدہ حرفے چند بخودانہ نوشتہ **مصرع**

خود را بیاد یار فراموش کار داد **مصرع** یارب تغافلش کم و لطفش زیاد باد۔

**نامہ بست و چہارم** یار مہر وش و ماہ مہر روش سلامت و رود محبت فزا نامہ عزیز تر از فرمان شہریار آمد با دل نشگفتہ کار نسیم باغچہ کرد و دزنہاد

افسردہ خری گل نہاد از شوق وصل واندوہ ہجر باز گوید یا از سپاس یاد کرد
برنویسد و ہر یکے بصد کتاب در گنجد لاجرم اظہار تمنا نیکو شمرد امید کہ تا سپہر دراں
فرخ بزم گاہ برخصت گذر دہد گاہ گاہ ایں دور افتادہ را بخاطر ہمایوں جا دادہ
باشید کہ دوستیست اگرچہ از شما دور است زیادہ دعاے طول بقا و تمنائے
حصول لقاست **نامہ بست و پنجم** بنام مولانا صدرالدین خاں بہادر
آزردہ مطاعا کرما لطفیکہ بود و مہربانی صحیفہ آرزومند شما دریافت از التفات
شاہ بگدازمد و از نوازش معشوق بعاشق رو نماید شمس از سر آغاز طلوع
یکے را بایں سرور نیافتہ و قمر از روز نمود کسے را بایں سرور نیافتہ و قمر از روز
نمود کسے را بایں مسرت نگرستہ آفرینندۂ مہر و ماہ ہر روز و ہر شب شما را روز عید و شب
قدر سازد و دل می کشد کہ لختے از شوق آں انجمن حکایتے و پارۂ از دوری آں بزم شکایتے
رود اما قطع نظر از انکہ نہاد شکیب چنداں تنومند نیست خوے مخاطب را ہم نازک
می شناسد خوشتر آنست کہ شکوۂ ہجراں روز وصال گذاردہ آید ہمانا نامہ نگار را
آں در سراست کہ اگر چرخ بکام دل یک دو سہ رقص زند زود تر کامیاب بغیت
مطلوب گردد لغت نشائین روزی باد **نامہ بست و ششم** رخشندہ
گوہرا تابندہ اختر اپرتو مہر و نورافشاں نامہ ظلمت اندوہ از دل ربود و زنگ

عزم زود و شرح صدر نمود فرمان رفته است که حسرتی شوریده نوا پاره از گفتار تازه ارمغان آن فرخنده انجمن کند بایں مایه ارزش منت برخویشتن نهد پیداست که تقریب ترنم طرطی نظاره طوطی است و سبب فریاد بلبل جمال گل نه دریں قفس زار طوطی مشاهده میشود که بهتر انگی آن لبے تواند کشود و نه دریں خزاں کده گلی بجلوه می آید که بدل شورشی تواند افزود لاجرم نواهاے خونچکاں در زیر لب خون میشود و خیالات دلپذیر از دل بزبان نیامده بیرون نمیرود از پے امتثال امر نفسے با دل براز گوئی نشست مردمان انجمن بودند فرصت کمتر داشت زود تر از خلوت برخاست وه که درج هاے گوهر کشاده و سبد هاے گل و نسرین نهاده آن مایه رخصت و ایں قدر فرصت نشد که از اں میانه شایسته ریشه کلاهی بکف دامنی آورد ناگزیر هرچه بدست افتاد برفرق فرقدان فرسای افشانده میشود

## غزل

| | |
|---|---|
| مشاطه سحر از رخ خور مقنعه برگیر | مه را ششم پنج بگو مهر قمر گیر |
| هنگام صبوحی ست بیا ساغر می کش | اے زاهد شب خیز یکے فیض سحر گیر |
| تا می بجبانست که نوشد می جنت | رحمی بظلوماں کن و از تاک اثر گیر |
| از غیر مکن شکوه چه بیم و چه حجاب است | آں عارض افروخته افروخته تر گیر |
| گر خاک تو با آب ریاضت بسرشتند | از خاک گل از آب مل از باد شرر گیر |

| | |
|---|---|
| بس بے نمک از دعوی رندست تقوی | اے غیرتو عشق برولاف دگر گیر |
| از نالہ وزاری بر و باری نستانی | ہرچند کہ از بید برازسرو ثمر گیر |
| شمشیر بکف داد چرا دشمن مارا | خونم چو بریزند دیت از آئینہ گر گیر |
| ای حسرتی اشب کہ بدست آمدہ آنشوخ | ہاں سخت در آغوش بکش تنگ ببر گیر |

**نامہ بست و ہفتم** بنام مرزا اسد اللہ خاں غالب مکرّما در وصول نامہ بہار ہنگامہ عبرت بین شمامہ مشکین خنامہ کہ لختے دیر کشید شور عجب از سینہ برخاستہ بود فاذ ۲۲ نا بصحیفۃٍ شریفۃٍ کانّہا عشیقۃٌ رشیقۃ ونرُ غرّتہا بدریۃ طیبۃ وطُرّتہا عنبریۃ از نزولش طرفہ سلوت فواد وست بہم داد ہاں گلہ دارم ومنّت نیز ہم وہر دو بوجود ہم در نفی ہم لاجرم از ہر دو غض بصر واز ہر یک قطع نظر نمودہ دیدم کہ آں عطوفت شیم را با من بنا رسیدن مکتوب من آویزشی ہست خواستم ہماں نامہ باز فرستادن کہ مطلب یکیست ونظر اتحادی کہ در میانۂ ما و شماست بمضمون بیگانہ نیست اما ریختۂ آں دست وقلم را نیارستم جدا کردن غزل تازہ کہ طلبیدہ اند و نوشتہ ام دلیل است کہ نگفتہ ام واگر سبب پرسند گویم ماہ صیام وانگاہ سبب جوئی گوئی ورد یار مخاطب بعد شعبان شوال می آید **بیت**

داغ می لالہ دمانیدہ ز پیشینۂ ما ✦ روز شنبہ ہمہ زاید شب آدینۂ ما

شعرے بتقریب بر زبان گذشت ورنہ مدتی ست کہ سودائے سخن خواب فراموش
است منشی دیانند ہان پنڈت گرامی تخلص تحصیل فیض صحبت گرامی طرفی می بندد
از زبان آوران است سخن میگوید و می شناسد سنجد و از خطا بست و از منتہا ن
ایں بہیچ و حساب گوش النفات بکلامش باید نہاد و چشم لطف برویش کشاد
زیادہ توفیق یاد آوریہا پیوستہ رفیق باد **نامہ بست و ہشتم** ایضاً بنام
نامی میرزا اسد اللہ خاں بہادر غالب نیازمند نوازا اگر بیاد آں بزم ہنگامہ رستخیز
برہا نمی کنم و شوق بیصرفہ حزام را از محشمہ آرائے بر کراں میدارم ادب
آموختگاں شناسند کہ از پایہ شناسیست و محفلیکہ عطاردرا از بارجز آزردی
بار بہرہ دست بہم ندہد من بر خود چہ گمان بردہ باشم کہ باشوب گاہ دعوی
طرح شورش انداز م آری پیرہ زالی بخریداری یوسف آزکردہ پیشہ وری
بعشق شیریں ہوس برانگیخت از عجزی و مزدوری پائے کم نباید آورد خوش
گفتی خوشتر گویم مرا بہ نیش ملامت دل فگار بودن نیکوتر است از انکہ ازاں
انجمن رشک چمن داغ ابنازی گل کند لاجرم از خون جولاں ہائے گرم آرایش
بساط شکیب نمودہ دل پر بنوع دگر خالی می کنم **فرد**

حرفے زدوستان محبت نہ گفتنی ست ✦ گر شکوہ کنم ز تغافل گناہ نیست

از چیست که از چندے کبوتر را پر از نامہ و صبا را دم از شمامہ خالیست آں شیوۂ قدیم کجا شد ایں کرشمۂ نو کہ آموخت آنچہ بدی داشت ایں چہ خوبی دارد از مہر ورزیہا کہ پیشتر دیدہ ام و پیشتر دیدہ ام نیارم گفت ورنہ گفتمے و مکرر گفتمے کہ در عطای ادای لطف و کرم با خدام مخدوم مضائقہ رفتہ است سازایں زمزمہ بلند نشد و جگر خراش آمد کہ اندازہ دانی با مدارد گر نغمہ سنج ساخت

## غزل

گر بستے آں بہاراں جلوہ گل یاد آورد
داغ می گل گردد و بلبل بفریاد آورد

آرمید نہائے جانم در کمند طرّہ ات
آہوے وحشی عنان کش سوے صیاد آورد

آنکہ از زہرہ تگاہ معنی بصد ناز آمدہ
کی بشورشگاہ صورت تاب بیداد آورد

با عدو نیکو وفامی در زعشق آں بد بلاست
ہمچو شیریں بیوفائی سوے فرہاد آورد

با دوستی ہائے ما از ابر نیساں بگذرد
گنج باد آورد ما را ہم اگر یاد آورد

بر نغاید خاطرت گر شور مرغانِ چمن
آسمان ہنگامۂ وی فصل خرداد آورد

میفروشد رایگاں در کوچہ پیر مغاں
ہر متاعی را کہ دل از کوئی زہاد آورد

میروی بر تربت اغیار و دانم بہر چیست
تا دل من نالہ ہائے محشر ایجاد آورد

حسرتے ایں تازہ گل با ید نثار دوستی
بوکہ ما را از نسیم کوے او یاد آورد

غالب آں رنگین نوا بلبل کہ ذوق نغمہ اش
عندلیبانِ گلستاں را بفریاد آورد

رقمزدهٔ شب بست ونهم رجب سال هزار ودو صد ۱۲۵۲ وپنجاه ودو۔

**نامهٔ بست ونهم** بنام جناب مفتی محمد صدرالدین خاں بهادر آزرده عالی پایگاها شیوهٔ مهربانی رانه بآنمایه والا پایه آفریده اند که گستاخی نیازمندانه خللی در ارکان آں تواند افگند دل والا ستیزه وطبع آزور آویزش است وچگونه نباشد که گله بدل آمده برلب آوردن ناگزیر تا در بزم اصحاب نفاق گذری واز مجمع ارباب وفاق گریزی روندهٔ حسرت نایافت ودولت وصل از اندازه بیش است ودر وبی التفاتی ازاں بیشتر ورنه ناکامی گوارائی افتاد وتلافی بهر نوع دست بهم میداد **فرد**

نے لطفی بحال تو دیدم که سوختم + وحشی بگو که از تو چه تقصیر آمده است

انصاف بالائے طاعت است و وتیرهٔ شیمهٔ کریمه حضرت آمدن من دلال دیار ومحروم ماندن از لعمت دیدار کمتر است از رفتن سکندر به ظلمات ونیافتن آب حیات شکوه را چوں سپاس روے قبولی نیست که سخن گذار در اطناب معذور باشد وسخن شنواز درازی ملول نگردد وهر آئینه نفس در کشیدن ارزنده است **نامهٔ سی ام** باز وقت ست که ازیں سو یا ازاں سو گلهٔ سخت بر زبان آید وشکوهٔ تلخ از قلم فروریزد حسرتی تو پیشه ستی کن وباک مدار که براولوالفضل

چوں تقدم جویم مخاطب ما را اگر تقدم است بالشرفست و صاحب تقدم
بالشرف چه لازم که در هر باب تقدم داشته باشد این فضل جزوی یا فضل کلی
مولانا را زیاده نمیرساند و اگر می رساند ما را چه زیان کاریکه شایان شان اینان
نبود چرا سر بر زند منصفی کو که از و پرسم که فرامشکاری دوستان سهل کاریرا بوده است
و شرط کنم که جواب انگاه دهد که او را هم در زمانه یاری بوده است مولانا از انداز و
او امی تراود که برش دیدار ما کرده نی نی مکن که اگر کرده جفا کرده از ما چه دیدی
که بریدی چه یافتی که رو برتافتی از چه بهرزه سوختی و چرا ایگان فروختی دل از
مواد سخن گذاری خالی شد و از شکوه همچنان لبریز **مصرع** بضاعت سخن
آخر شد و سخن باقیست۔ **نامه سی و یکم** بخدمت میرزا اسد الله خان بهلور
غالب فضل گل است و مرغان در نوا حسرتی اے بلبل شیرین سخن تو چوں خاموش
نشستی اگر آناں نسیم چمن در خروش آورده تو از نسیم کوی صاحب شاملی
می در زن مزمۂ شوق سر کن داستان وصل بر گوی فصلی از هجر برخوان
نشید سپاس و رکش ترانۂ طرب بسنج بغزل نورس نوازان شو حرف آرزو
بلب آر ثنائے شیوه یاد آوری کن و رزش این رسم پیاپے درخواه فطرت
نادره سنج را ستایش که حرفے ناگفته گفتنیها گفته و دُری ناسفته در ها سفته شد

قبول خاطر نکته رس باد **نامه سی و دوم** ۳۲ ایضاً بنام نجم الدوله بهادر غالب - آسمان پایه صاحبا به رسیدن نامه ساده از رنگ آمیزی حرف و رقم روشن شد که ساده دلان محبت را بهر رنگ میتوان فریفت و بهر شیوه خورسند میتوان کرد هر چند رسیدن پیدا نامه در حکم نارسیدن است لیکن دل صفا منزل بایں ادا ے نیم نگاهی هم نشاط آمود افتاد **بیت**

باندک التفاتی از تو دل خشنود میگردد ✦ دل بازی خورمن از تو راضی زود میگردد

ادراک ایں مدعا از سواد آں بیاض موافق مشرب اهل محبت بود اما در عالم شاعری بوے چنیں بدماغ میرسد که دریں ایام دوری صفحه دیوان از نقش و نگار قصیده و غزل صاف و ساده ماند و اگر فهم سخن بر نمط ارباب تصوف کنم پدید آید که بایں شیوه آگاه کرده اند که آئینه ضمیر از زنگ کدورت ماسوا صفا پذیرفته و اگر بمذاق رندانه بپرسی که چه فهم افتم روشن گردد که دل بساده روے داده اند و از رهگذر بیدلیها دل بنگارش نهاده اند بپاسخنامه سفید دراز نفسی کردن از اندازه شناسی دور است و الا لبسی شقوق و احتمالات میتوان ذکر کرد و السلام

**نامه سی و سوم** ۳۳ بخدمت نجم الدوله میرزا اسدالله خان بهادر غالب زبان فرو بسته بجنبش آشنا میگردد خواجه را دل که در بند غمخواری بید لانست کشایش

پذیرباد از سرگذشت من پرسیده اند که روزگارت در فراق دوست چونست
شرح این جان آشوب الم را اگر از توانائی تنومندان بیرون نیست از نیروی
ناتوانان خود بیرونست برفرمان پذیری من هزارگونه آفرین آید خواند و بگونه گون
شیوه آباد بایدگفت باچنین ولیکه درفرمان من نیست و باچنین افسانه که گزاردن
آن درتوان من نیست خامه بکف و ورق بدست گرفته ام یا ایها الخلیل الجلیل
اگرچه این بیت درشرح ماجرای من جامع و مانع است **بیت**

آنچه دل از بیم آن میسوخت هجران تو بود ✤ آخر از بیمهری گردون باهم سوختم

لیکن لختی بتفصیل گویم که در آغاز این جان گسل سانحه اندوهی رو نمود که گرانباری
آن دل و جگر را نیکو بشکست اگرچه دراں هنگام هم چنداں بیجا و خرام نیفتاد
که ناشش در جریدهٔ ناشکیبان میتوان نگاشتن امّا انصاف بالای طاعت
در وادی ضبط و تحمل هم شایسته جایگاهی بدست نیاورد هرچند یک صیحه جانخراش
از لب بدر نزد و اما از کجا که صد صفیر بیهسانه بدل اندر نزد **شعر**

بحفظ گریه مشغولم درونم را اگر کاوے ✤ نزد تا گوشهٔ چشمم دو شاخ ارغواں بینی

آخر نوری در دل افروخت و متاع کاسد پاک بسوخت **بیت**

مژدهٔ صبح دریں تیره شبانم دادند ✤ شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند

عرفی

میرزا غالب

الحمد لله علی ذلک حمداً کثیراً شب دوازدهم رمضان سال هزار و دو بیست و پنجاه و چهار و هم در روز ورود همایون صحیفه نگارش پذیرفت ـ

**نامه سی و چهارم** سبحان الله ستم روزگار با اهل فضل و هنر بایں پایه رسید که چوں منی در شمار سخن شناسان و نکته سنجان در آید و بژده بهنگامیکه طبع از شعر بل از گیتی گرفته و سودای سخن خواب فراموش گشته سلسله جمعیت برهم خورد و پراگندگی بر خاطر استیلا یافت سلامت از ذهن رفت و نزاکت از فکر رم کرد طبع افسرده دل پژمرده دور زمان گردشی دژم کرد و چرخ گرداں رقصی نژندزده آرامش صفیر الوداع برکشید و آسایش آهنگ خیر باد برآورد و بخانمان طبیعت آتش افتاد و بستانچه فکرت را آب برد آشفتگی در حواس پدید آمد و پریشانی در نهاد پا افشردیم از جگر بچشم رسید و دم از دل بمژگان آمد و اینهمه مرگ عزیزی که جانم فدای او باد پیش آورد و پس دریں حالت که من باشم اے تو و خدا بشعرے توانم پیچید و اگر خاطر داشت شمارا نظری براں کردم به نکات آں کی میتوانم رسید من و افسردگی دل شوخی نظم چه دانم و با گرفتگی طبع روانی نثر چه شناسم از آه کشیدن فرصت کو که دل بجانب نالهٔ موزوں کشد از صور دمیدن فراغ کجا که زبان بشعر ترانه بندد مرده دلاں را با نشاط زندگانی چه کار گرفته نهادان را

باسخن دلکشا چه ربط اے کاش این نغمت غیر مترقبہ بہنگامیکہ من مینجواستم میرسیدی
تا سرمایہ عشرت دوبالا گردیدی ہم انجمن مرار و لقی تازہ پدید آمدی و ہم بازار سخن گرمی
دیگر گرفتی بہر بیت صد بار بیش نہ از دیدہ کہ از دل گزشتے ہر سخن کہ ناخن بدل زدی
نہ دست کہ جان برافشاندے در شکر این منت کہ مرا ازیں طائفہ علیہ گمان بردید
ابیات بلند گفتے و بگلہ این ستم کہ چوں منے را ازیں زمرہ گراں مایہ شناختید
آویزش ارجمند نمودے امّا چکنم کہ مرا از من گرفتند لبم از شعر و زبانم از سخن بستند
حوصلہ سپاس گذاری کجا و نیروے شکوہ سرائے کو کوتاہی سخن آشفتگی اطوارم از پریشانی
عبارت میتواں دانست و سراسیمگی احوالم از بے نظمی مطالب میتواں فہمید کم
مدتیست کہ یکے از دوستان سخنور بیتی چند از نتائج اشعار آبدار ایشاں خواندہ بود چوں
دراں زمانہ در انجمن اہل شعور نطعی و بساطی داشتم بیشائبۂ تکلف بعضی ازاں ابیات
باسلیقہ راست آمدہ بود و بمذاق گوارا افتادہ ہر چند تعارف ما باشما داشتم امّا سیر
دیدن را تشنہ کام بودم در سر بود کہ شناسائی باشنائی کشد آوخ کہ آنچہ مینجواستم
در وقتیکہ بمنجواستم میسّر افتاد و ہمانا چرخ کجرفتار ہموارہ بر ہمیں شیوہ میرود گلہ از جور
فلک بسی رفت بہ کہ ختم سخن بسپاس ایزدی گردد الحمد للہ فی الاول والآخر والباطن
والظاہر در ماہ شوال سال ہزار و دو صد و پنجاہ و چہار بقلم آمد۔

**نامہ سی و پنجم** بخدمت جناب مولانا فضل حق صاحب شعر

زبیباکی و رندی منفعل بودم چہ دانستم ✤ کہ در آخر کشد کارم بسالوسی و زاہدی

درین ہنگام کہ دل را با عزم سفر حجاز پیوند التیام و بہبود یک جہتی افتاد و ماہ ذی الحجہ زمان رحیل قرار گرفت بحکم آنکہ **مصرع** امید وصال تو بعبرد گرافتاد۔ طبیعی آرزومند نعمت دیدار است امّا چہ علاج کہ ستیزہ با مشیت آوردن را نیرو نداد و اندوبا قضا معارضہ را دستگاہی نہ بخشیدہ نہ سپہر تابعست و نہ اختر فرمانبر بالضرورت رضا و تسلیم شیوہ باید گرفت و بہر وجہ خوشنود بود شگرفان عالم اتحاد و آگاہان مراسم محبت نامہ را بوصل معنوی بلند نام کردہ اند بنا بران خامہ بجنبش و ورق بکشایش آمد مدارج عطوفت را دستگاہی والاست لطف عمیم پوزش پذیر گستاخی بادیک دو سہ قصیدہ کہ در نزدیکے ایں ایام بدل حوالہ کردند و دل بزبان سپرد وھُلّم جرّاً سر بصفحہ و صحیفہ کشید ارمغانی فرخ انجمن است تا اگر من نباشم ذکری از من دراں بزمگاہ باشد اگر گاہے نگاہے فرمایند بے تحمل نخواہد بود والسّلام مع الاکرام۔

**نامہ سی و ششم** بنام نامی نواب عبد اللہ خاں بہادر **بیت**

زہر غم ہجر تو بجاں کار گر افتاد ✤ امید وصال تو بعبرد گر افتاد

شوق وصال پیوسته از اندازه بیرون است خاصه دریں ہنگام کہ بجذب لطف یزدانی شوق کسب سعادت زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً در سر افتادہ و بکشش آبشخور ہوائے سیرابی از ماء معین زمزم و نہار نکنی از رطب طائبہ طیبہ در دل ہجیدہ خاطر لبی مشتاق دیدار است گرفتم کہ وصال روحانی را بُعد المشرقین مانع و حائل نتواند شد امّا اسیران طبیعت و گرفتاران رسم و عادت را بے دست بہم دادن دولت مجالست جسمانی و بے نیل نعمت ہمزبانی دل تسلّی نمیشود لیکن چوں دور فلک نہ بفرمانست و سیر انجم نہ برحسب ارادت مصرع

بجرے الریاح بما لا تشتہی السفن - ناکام بہر وجہ کہ سر نوشت رفتہ باشد خرسند باید بود باری بایں شادم کہ آرزوے کہ میسوزم و شوق کہ میگداز دم کوتاہی سخن دریں ایام فرّح صحیفہ کہ رسیدہ ارشاد رسانست کہ در مشاہد مشرفہ و بقعات متبرکہ جنبش لب دریغ نباید داشت مکرّما من خود کہ باشم دعاے من چیست امّا چوں شرف مواضع ارجمند در پذیرائی مسئلت عظیم تاثیرے وارد انشاء اللہ تعالی و تقدس کہ عاقبت دو جہانی خواہم خواست واز کجا کہ دریں باب نیازمند فرمانستے فرمان رفتہ است کہ از عرض راہ ناہمواکہ باحباب برنگاری مراہم بیاد آوری چوں سرنخیل آں گروہ کہ دل را بمہر ایشاں پیوندی باشد خدام

والامقام اندفما ظنکم فی هذا الباب وان هذا الشی عجاب والسلام مع الوف الاحترام وصنوف الاکرام العبد المستکین محمد المدعو بمصطفی ختم الله له بالحسنی وجعل آخر خیراً من الاولی **نامه سی و هفتم** بخدمت میرزا اسدالله خان بهادر غالب **شعر**

وصل تو ناگهان بسر سبب نداشت ✦ هجر تو اتفاق فتاد آرزو نبود

شورش انگیزی جنون دوازده شبم بکوه و دشت آواره داشت تا انگاه در گل کده جی پور گذر افتاد و چون دیوانه را با گلستان آمیزشی هست سه چار روز دیده محو نظاره نیرنگی های این دیر آور فریب ماند هم محل از ناقه فرود آورده شد و هم بارگی پچرا سر داده آمد آهنگ کعبه و اقامت در صنم خانه از طرفگیهای جنون ماست **بیت**

متاع دیر اگر داریم بر ما رد مکن زاهد ✦ بعزم کعبه میرفتیم راه کاروان گم شد

از انجا که اهل تلوین را بیک شیوه قرار نیست ازین کوی هم دل بگرفت و وقت آن آمد که دگر با خدیو خان هم نوا شوم ادعدی ساز کند و من ناله آغاز کنم صدایش شتران را در رقص آورد و نالهٔ من وحش و طیر را از رفتار باز دارد میرویم بدین نمط تا دگر گاه نفسی برگیرم و دمی بر آسایم هر جا بیکه پارهٔ وحشت کمتر میشود

نظیری نیشاپوری

نظیری

لخته دل بسکون میگراید باز بخاطر عاطر میگذرم ملاذ اول نه وطن را جویاست
و نه اهل وطن را الا یکدو سه یاران عزیز را که خواجه نیز از آن گرامی زمره است
لطف صحبت شما بیاد مے آرم و نشئه می شوم **بیت**

یاد باد آن همی کن و گلدسته پیش من میار ✤ صحبت یاران رنگیں یاد می آید مرا

غره محرم سال هزار و دو صد و پنجاه و پنج از جے پور بقلم آمد - **نامه سی و هشتم**

بخدمت حکیم محمد مومن خان صاحب مومن - منت ایزد را که حالم از وطن زبون
تر نیست جز اندوهیکه در خضر جا نفرسا بود رنجی و گر نیست بسکه دل را در گلستان
وطن کشائیے نبود امروز بشکنج دام غربتی دلتنگ نیست و چون در دیار
یار راحت صلح ندانست اکنون با بخت درستیزه و با فلک در جنگ نیست
سفر از حضر نشناسد و غربت از وطن نداند ولی چون بر جمال حضرت نظر
کمی افتد روشن میشود که از دهلی بدر زده ام و گام بر جاده گر زده ام خلاصه
با یه الامتیاز غربتی و وطن ذات شریف شما آمده وعده آن بود که نامه از اجمیر
بنگارش خواهد آمد این نفس که شوق همزبانی زور آورد ناچار چاره گریها کرده
آمد چندی دونگاشته میشود هرچند که با مقام ربط ندارد اما با سال ربطی تمام
دارد ابیات

نظیری

| | |
|---|---|
| دربروی عیش تا بستیم دیگر وانشد | صد کلید آور بخت وقفل این در وانشد |
| درگریبانی که غم آویخت کمتر شد درست | خوشدلی کم دوخت جیبی را که یکسر وانشد |

غرهٔ محرم ۱۲۵۵ھ از جے پور نگارش یافت۔ **نامه سی و نهم** بخدمت احترام المدقق حکیم احسن اللہ خاں صاحب **نظم**

مرزا غالب

| | |
|---|---|
| روندگان ملولیم روبهم کرده | دماغ در سر افسانه های غم کرده |
| بطرف هر چمنے چشمهٔ نموده رواں | بخاک هر قدمے دانهٔ نم کرده |
| بسر کلاه نمد کج نشسته خوش بزمیں | قفا بتاج فریدون و تخت جم کرده |
| باشتیاق اجل راهِ غمزه پیموده | مقام بر در دروازهٔ عدم کرده |

بحالیتکه ذکر یافت دوازده شب رفتم تا پری روز بروے جے پور نظر افتاد چشمیکه از جمال دلارائے دہلی قطع نظر کرده باشد جے پور مسکین بصد عشوه فریبش نتواند داد دلیکه در مساحت بهشت غنچه باشد گلشن هجا پوره بهزار نیرنگ نتواندش کشاد دویم محرم آهنگ اجمیر دارم بیم رهزنان دریں راه بتواتر شنیده میشود امّا باک نیست **بیت**

تا جرشوق در آن ره بتجارت نرود ✦ که ره انجامد و سرمایه بغارت نرود

غرهٔ محرم ۱۲۵۵ھ از جے پور بتحریر یافت **نامه چهلم** بنام میرزا اسد اللہ خاں

بہادر غالب دریں تغافل کہ از دوست رفت شکوہ سرائی برجاے خود بنود
کہ دل نہ بشرط وفا بستہ بودم و نہ عہد مہر گرفتہ لاجرم ہماں دم از محبت میزدم و بر ہر چہ
میرفت خرسند بودم امّا طعن ندیمان و سرزنش رفیقان خجلت زدہ کردی
و حجاب آلودہ داشتی ہر چند حرف شان را آشکارہ بگونہ گونہ لغزی پاسخ گفتی
دلی از کجا کہ در نہاں از شرم کم سخنی دوست و از ننگ سخن سازی خود جگر آب
نگشتی و دل خون نشدی یکے می گفت کو آں صحیفہ کہ تازہ از بزم غالبے رسیدہ بیار
تا بخوانیم و ذوقی برگیریم و بر آں فرو ہیدہ سخن سرائے آباد گویم دیگرے می گفت یکہ
ہموارہ نام نامی و ذکر گرامی آں گزیدہ مرد از تو میشنویم گاہے ندیدیم کہ کاغذی
در دست داری و تبسمی بر لب و میگوئی کہ اینک نامۂ اسد اللہ خاں مہر و وفای
آں مہربان بہ بینید و حسن معنی و شوکت الفاظ ایں خجستہ کتاب بنگرید گفتم
ہما نا شوخی از آں می کنید کہ ایں پختہ سخن نشنیدید **بیت**

تا راہ از دلے بدلے برنہ بستہ اند ✦ مکتوب ما ببالِ کبوتر نہ بستہ اند

چہ گفتند گفتند دیدیم کہ ایں بیت از نست و سخن خویش تر اکار بستن بایستہ تر
بود تو آنرا چوں در کار نیاوری گاہ قاصد از جی پور فرستادی و گاہ نامہ از بڑودہ
نوشتی اگر صراط مستقیم اینست آوارہ خرامی تر اچہ عذر و پیرایہ، روے تر اچہ

سبب گفتم اے بیخبراں از تفنن شیونِ محبت محبت را نہ شیوہ یکے وشان
یکیست دریارا امواج گوناگون است وہر موج را رفتارے دگر چمن را گلہا رنگارنگ
است وہر گل را بوے جدا القصہ بطو لہا امروز والا نامہ فرخے ورود آورد ومرا
بستاویز اعتبار آمد اکنوں آں زمزمہ ایں زمزمہ سرودن آغاز نہاد کہ اگر آں شیوہ
شیوا بود چنانکہ تو دانی ایں چیست واگر ایں شعار نیکوست چنانکہ حریفان میدانند
آں چہ بود گفتم واے برتان وبرفکر نارسای تان برمن می آرید حجتی را کہ مراست
نگفتم محبت را تطور رسم است والفت را تلون شیوہ آں دعوی را اینک برہان
باے سخن تراشی ومعنی آفرینی بکار آمد ورنہ کار مشکل شدہ بود ہمانا حبیب نکتہ
داں من چوں میدانست کہ حسرتے زبان از سخن سرائی فروبستہ است ودلہا
از مضمون بافی برکندہ بایں ہنجار ارج واعتبار آں در چشم دلش افزود کوتاہی
سخن دیدن دیدار وشنیدن گفتار را شوق جوش ہاے دگر میزند می آید وورقی
چند برسم رہ آورد مے آرد وآں گذارش آئین ہر بوم وبراست ونگارش مناقب
نیکوان ہر شہر وخوبان ہر مصر النفات از دور افتادگان کم مباد بعد معاودت
از حرمین شریفین از بمبئی در ماہ جمادی الثانیہ سال ہزار ودو صد وپنجاہ وشش
نگاشتہ شد۔ **نامہ چہل ویکم** بخدمت مولانا محمد صدر الدین خاں بہادر

صدر الصدور آزردہ بشیوہ شناسان رسوم سموات و ادایابان رموز ملکوت
بدین نوعی آگہی یافتہ اند کہ چوں یکے را از افراد بشر از میان ہمی نوع برگرفتہ
بجایگاہی والا پایہ جاہ برافرازند و بگلگونہ حسن قبول رخ اعتبار برافروزند شگرف
نوازشہای گونہ گونہ درکار کنند و سترگ موہبت ہای نوع نوع درمیان آرند
ہم دل دانا دہند و ہم روان روشن بخشند ہم دانش دوربیاب عطا کنند و ہم
بینش دقیقہ شناس ارزانی دارند ہم در رموز شناسی علم گرانمایہ دستگاہی
دہند و ہم در اداشناسی سخن گزین پایگاہی نہند ہم بر سریر صورت جلوہ گر
سازند و ہم افسر معنی بر سر نہند ہم دولت ظاہر دہند و ہم حشمت باطن بخشند
پس ازاں محک امتحان درمیان آرند و بشکنجۂ ابتلا درکشند ہر چند یگانہ داور خفیات
واں بہ آزمون نیازمند نیست اما تا نیایشگرے و سپاس گذاری آں گزیدہ
مرد در چشم مردم جلوہ گر افتد و ہم آں مورد نعمت ہا بجزاے صدق و اخلاص شایستہ
افزایش آلاکرد و سنت الٰہی بریں روش جاری شدہ یا مولنا اعظم اللہ اجرک
صبرے و دلیکہ دریں داہیہ کبرے و حادثہ عظمی بکار بردہ اید کار کس نیست و حد
بشرے نہ آرے مقتضاے فراخی حوصلہ و سمو مکانت حضرت ہمیں بود تا ایں خبر
وحشت قران و شورش قرین دشمن مہیب و خصم آستین بمن رسید دلم پارہ

پارہ گشت تا جانکاہی ایں اندوہ باشما چہ کردہ باشد باچندیں درد ضبط آ یعنی
چہ وباچنیں الم حذر از نالہ چہ معنی دارد دربادی النظر چوں نگاہ برتومندمویہ بیخ وبُن
شکیب برکن وبرتوانادلی نہادنازک آں والانہادمی افتد پائے خرد ازجا میرود
وموجۂ طوفان حیرت از سر میگذرد ولے چوں بامعان نظر نگرستہ شود پردہ شگفتی
ازمیان برخیزد وحقیقت کار پدید آید چہ حقیقت قیاس حمل نظیر است نہ برضد
پس چوں توانست صحیح شد کار آسمانیان را باز مینان چہ مناسبت رسم روحانیان
را باجسمانیان کدام پیوند تقاضائے کوتہی حوصلہ من آنست کہ ازینجا نگذرم تا یکدو سہ
نالۂ حزین بشورشے کہ کہسار را طپش مرغ بسمل دہد ووقار را شوخی اضطراب نبخشد
نکنم ولے چکنم کہ از زمزمہ اداے بزم ناشناسان میشوم ودر طائفہ شور انگیزان
بشمار می آیم لاجرم ازاں مخزن گوناگون فیوض وبرکات استعارۂ تاب تحمل کردہ
ودریوزۂ ہمت نمودہ منع لب از زاری ومنع چشم از اشکباری می کنم مخدوما دل از پئے
شریک بزم ماتم شدن وبا غمزدگان گریستن اضطرابی تمام دارد ومنشا ایں ہمہ
اضطراب آنست کہ دریں ناہنگام نمی خواہد کہ از حال خدام بے خبر باشد تا ازینجا
رہا شدگستہ عنان تر از باد میرسد کہ تا ایں دل از جا رفتہ ملازمان را نمی بیند
فارغ از وسوسہ نمیشود ودریں نامہ چنانکہ رسم دبیرانست صبر آموزی نکردہ واز ضبط

وفضایلش نگفت مجبور است چه کند از ہجوم غم عقده بر زبان فصیح افتاده است
وانبوہی ماتم نمک در کاس بیان ملیح افگنده معهذا اندرز شکیبائی دریں وقت و
حال بے اثر نزد شیون ماتمزدگان ست وہم دانندہ راد دانش آموزی خنک
فالصمت زین دو راہ شین ۔ در ذی حجہ سال ہزار و دو صد و پنجاہ و ہفت از
رام پور نوشتہ شد ۔ **نامہ چہل و دویم** ۴۲ بمیر جھبو جان صاحب یار موافق
صدیق صادق سلامت نامۂ نامی رسید ہیہات ہیہات باچنیں جانی وارستہ
کہ من دارم دل بفراق شما بردہ آید و شوق دیدار ہجوم آرد من کجا و ایں پستگیہا
کجا مرا کہ گستگی شیوہ افتاد چرا با کسے اینقدر علاقہ خاطر باشد کہ خیال او بضمیر مجال
گذر و استہ باشد ہمانا طرفہ کاری ہائے محبت شماست کہ در من اثر کردہ پایں
خوبیہا دیر بمانند والسلام **نامۂ چہل و سوم** ۴۳ اے شگفت کہ ایں مدعی آزادہ
وشی و وارستہ روشنی آنچناں تعلق گرد بر آمد کہ رقیمہ کہ بہ حضرت عالی درجت
کہ آنچنے عزت ورود بخشیدہ از نیامدنش پیغارہ سرا و شکوہ نواستی کجا شد
آں دعویہائے بلند نعوذ باللہ لافہائے بیمعنی کار مردان راہ دیگر است بر اثر
شتاب رفتن نیروے ہر لنگے نیست ۔ آہ سالکان طریقت دیگر است بر طریق
شتاب نطرہ زدن یارائے ہر بے حقیقتی نے ہمانا ایں و رنگ و رنامہ نگاہی از مخدوم

لطفے بود خنی ہر آئنہ رائے روشن آئینہ فرا روی این ناشستہ روی داشت
ماشاء اللہ چہ رفیع است پایگاہ آں والا جایگاہ کہ در تغافل آموزگار است
بخت من کہ کار با کسے افتاد عنایتش از نہایت بعید و رعایتش بغایت دور
مزید باد۔ **نامہ چہل و چہارم** ۴۴ ارادت درست و جذب توانا و ستارہ روشن
و یاری روزگار راسپاس کہ دوست مرا مہر جنبید نامہ فرستاد و غزل نیز
انشراح صدر کرد و سلوان کبد نیز و قتست کہ بگلستان روم و برلب جوئے پائے
سرو بادہ از کف ساقی گیرم و بوسہ از لب شاہد رحیم گیرم اگر محتسب برسد بہ لابہ و
لطف برگردانم و اگر ناصح بیاید بجور و عنف برانم بود کہ بخود شتوم و دوران بخودی مرا
از من رہانند و در فیض بکشایند نامہ و چامۂ باغ و راغ سرو و سمن چشمہ و چمن شاہد و
ساقی ہمہ گم کنم بلکہ نفس متکلم ہم نماند الا وجہ باقی ذو الجلال والاکرام۔
**نامۂ چہل و پنجم** دوست بیہدہ رنج من پاسخ نامۂ طول الذیل مختصر اینکہ درویش
باعث رنج خاطر شد ہان وہاں آب و گل این مشت خاک از نفاق تخمیر نیافتہ
دل را با زبان نہ آنچنان پیوندست کہ زبان بر غم عزیمت دل بجنبش آید و زبان
جز آنچہ در دلست سر ایدصد بار آزمودہ اید و بسم اللہ دگر بار متحان برخیزید شعر

با صاف دل مقابلہ با خویش دشمنی ست ✦ ہر کس کشد بآئینہ خجل بخود کشد

والسّلام **نامہ چہل و ششم** بنام مولوی فضل اللہ خاں صاحب شعر

دل را غان گرفتہ صنم می کشد بہ دیر ✦ اور ابو عظ بر سر سجادہ چوں کشم

ہاں خواجہ با التفات گر د سر نوازش ہاے شما گردم کہ چوں من آزادہ وشے

رمیدہ روشے را بدام آوردید از اقسام جادو جادوئے بابل را ارجی دگر است

اما حاشا کہ با افسوں محبّت دم برابری تواند زد مَن کستن خرزہ با پیوستن پوندے

ناگسل بخشیدن نہ سہل کارے بودہ است ہر چند تو الی عنایت کہ از اں

سو میرود بصورت خللے در کارخانۂ آزادی افگند ولیکن بمعنی ایں خراب

مشو بُنیان را قوے اساس نمود چہ صاحب من صاحبیست کہ قواعد تجرد از

خدمتش تواں آموخت و وارستگی را از حضرتش نسخہ نوشت ہمانا التیام

با چنیں فرخ ذات ظفر بمطلوب را موجب ست و فوز بمرام را سبب ریب

آوری اگر آواز دہد ہمیں شگرف نامۂ تازہ ورود کہ بریں سخن دست آویزی

درست و در دست دارم بنامیش حنبذا نامہ کہ بدستانزا بہ اشک ندامت جامہ

نمازی کن است و آتش نایان رنگ و بوئے معنی را گلدستہ و بیگانگاں را

کمند گیر او فطرت را ہمت بخش و ہمت را تنومندی وہ آنچہ بصحو رقم گشتہ

مضمونش ہمہ خلاص جستن از پندار و مستی و ہر چہ بسکر از قلم ریختہ فحوایش

همه محو نقش هستی شعر

حکایت ها ہشیارانہ سنجد فہم ہستے ✤ ولیکن نکتۂ مستانہ را ہشیار مے یابد

چوں در خود ایں استعداد ندید از معنے بصورت میرود و میگوید کہ ازیں کہ پارۂ
در پاسخ نگاری در نگ افتاد و خجل از خویش است نہ از مخدوم کہ وے بحسب
کرم جبلّی بر مقصران خدمت کم گیرد و بالتسلیم تقصیر عذرے دارد مقبول و آں
جلوہ فرمائی جناب مولانا صدر الدین خاں بود از حضرت دہلی دریں خرابۂ معمورہ
نمائشے و سحرے چند بفیض صحبت آں بزرگوار بہ لطفے گذشت کہ شام را
از سحر باز نشناختن مگر کار نابلدان کوچۂ انصاف باشد و پیش لختے روش عناصر نہ
بر جادہ بود بالجملہ بود آنچہ بود و رفت آنچہ رفت ذکر ماضی و مستقبل جز از اطفال
بنیران طبع صراقان بازار معانی راست نیاید سخن از حال باید راند و حالے ندارد
کہ شایستگی التماس در بزم مخاطب نادرہ سنج داشتہ باشد لاجرم استعانت
از اغیار کردو آنکہ بحقیقت آشناست میداند کہ غیر کجاست عرفی اگرچہ از آشوب
گاہ قال بہ نزہت سرای حال خرامش ننمودہ لیکن سخن ہائے آشنا دارد
بیتی از وے مے نگارد بود کہ بمذاقِ معنی رس گوارا آید شعر

ہر دل کہ پریشاں شود از نالۂ بلبل ✤ در دامنش آویز کہ با او خبرے ہست

**نامہ چہل و ہفتم** عزیز من ایزد پرستی دولتیست عظیم و ایزد شناسی ازاں عظیم تر و چوں ژرف نگاہی بکار رود ہر دو یکیست چہ عبادت صورتست و معرفت معنی و صورت بمعنی جسد لیست بے روح از صورت بے معنی چہ آید و از جسد بے روح چہ زاید الٰہی از صورت بمعنی آشنا کن **نامہ چہل و ہشتم** مخلص نواز اول شورش اندود با نغمہ بسیار ساز و حسرتی بداں کم پرداز با مرنار و اوتار خود سروکار ندارد و اما از آواز حزیں و الحان خوش نیارد گذشت شبے گویندۂ نیکو زمزمہ بیتے چند در نعت از مخزن اسرار سرود و دلربود وقت خوش و صورت خوش و سخن خوش چوں جمع شود مستمع در خویش چوں ماند حضرات ما را با سماع کار نیست لیکن انکار نیست والسلام **نامہ چہل و نہم** اما بعد صحیفہ مشکین رقم مرہم ریش دل شد اما بعد آنما یہ روزگار دراز کہ اگر با سیاقت سخنوری و صناعت شاعری سرے داشتمی نہ ہمیں زلف عنبرین مویاں و شب ہجر خورشید رویاں گفتمی و گذشتمی بلکہ می شنیدند آنچہ گفتمی شکوہ مختصر

مصراع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است

سرایش سخن بدفع دخل تقدیری ناگزیر مرا تساہل در جذر فطرت و تغیر فطرت اگر نہ محال صعب و دوست را طبیعت عفو دوست اگر از من در نامہ نگاری تقصیر زود از کدر رود و عذر

کوتاه مصرع خطا نموده ام وچشم آفرین دارم - آز خزابی درونی و بیرونی سخن
رفته امّا درونی پس من بدین مخاطبه سزاوار نیم که مراد اینکار نیم واگر بنا چار چیزے باید
گفت میگویم که همّت شرط هر کار ست ان ا الله یحب معالی الهمم بزرگے را گفتند
وصیتے فرما گفت الهمة الهمة فان علیها مدار الامر نکته یا با ارتقا یافت مقصود
گله ناک بنا ید بود کما قلت **بیت**

عبث زدوری مقصود شکوه مندیستم ✤ دم گسستن از خود به دوست پیوستم
طلب ویافت دست وگریبانست اگر صدق طلب ست فوز بمطلوب آسانست

**شعر**

عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد ✤ ایخواجه در دنیست وگرنه طبیب هست
خستگان را مژده که آنکه حبیب ست خود طبیب است آلهی دردے ده
ودوائے ده هم درد از تو دوا هم دوا توئی **مصرع** کس از تو زیان نکرد من
هم نکنم - و ا الله المستعان وعلیه التکلان واما بیرونی **بیت**

اگر بلطف نوازی مزید الطافست ✤ وگر بقهر برانی درون با صافست

صفائی درونی کدورت بیرونی را میبرد تا اینجا سخن نظر به علو حال مخاطب والا خطاب
بود اکنون پست فطرتی خویش وا نماید که دیدن دیدار را آزو وهم بدان

ارج وامرج دیدن راحریص وہر دور اخواستگار و بہ نیل ہر دو امید وار دچرا نباشد کہ عُسر را بایُسر توامے و دعا را با اجابت ہمدمے نہ امروز لیست مقصود ظاہر و باطن در کنار و طبع مقدس از اندوہ صوری و معنوی بر کنار باد۔

**نامہ پنجاہم مصرع** امشب زیارخصت آہے گرفتہ ایم۔ آہ از تطاول ہجر و تغافل دوست حسرتی چند انکہ خواہی بنال **مصرع** کا مشب زیار رخصت آہے گرفتہ ایم۔ **نامہ پنجاہ و یکم شعر**

آں ندائے خواجہ کہ در صومعہ بازی ہیہی + کار من بارخ ساقی ولب جام افتاد

حاشا اگر ازاں جمع پریشاں باشم کہ بنوائے چنگ و نے بادہ پیمایند و ترانہ سرایند و با او باش نشینند و مغاں شیوہ بتان را در پہلو نشانند و در واکہ از اں طائفہ علیہ ہم نیم کہ بر صوت دولاب پا کوبند و دست برافشانند و فارغ از ساقی و جام نام ساقی و جام بر زبان رانند پس مرا بایہ ادایں بیت چہ ربط و کدام پیوند قطع نظر از انکہ فالے زدم مگر اختر در گذر باشد بیتے بود دلپذیر و لے داشتم شورش آئین طبعے داشتم لسخنہائے آشنا آشنا حوالہ قلم کردم و پیش معذرت رقم کردم والسلام علے من اتبع الہدے۔

**نامہ پنجاہ و دوم بیت**

اینست رائے من کہ بروخویش راشناس ✤ تادرمیان چہ رمزے و ہوائے خداشناس
گویند گوینده ازیں سخن چہ خواستہ است راہے نشان دادہ است کہ روندہ جزبہ
درد وست قرار نگیرد اقرب طرق ایں طریقست ونزدیک ترین سبیل ایں
سبیل من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ والسّلام **نامہ پنجاہ و سوم** عزیزمن
میگویم آنچہ عزیزان گفتہ اند انیقدر ہست کہ فاش میگویم آنچہ نہاں گفتہ اند نہاں
مانا د کہ عالم وہرچہ در وے بینی نیست است ہست نماد ریاب کہ ایں نمایش
با اینہمہ آرایش دریں نیست کہ ہمہ ہیچ است از کجاست و بنگر آنکہ ہست
نیست آنرا نتواند دید ونتواند دریافت **شعر**

صد پردہ بافتاد زحمے کہ بلب رفت ✤ داریم سرائر بجناں خوشتر ازیں ہم

ساقی قدحے بیار مغنے غزلے بخوان بود کہ در نشہ سرّے کہ دریں نشہ نتواں
گفت از لب فرو چکد کہ انکشاف آں را عالمی دیگر است دیوم تُبلَی السرائر کا
آنست **شعر**

دیوار و در از لطف نوائی تو برقص است ✤ اے مطرب خوش زمزمہ ہا خوشتر ازینہم

## نامہ پنجاہ و چہارم قطعہ

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت ✤ واندراں برگ و نوا خوش نالہ ہا زار داشت

گفتش در عین وصل این ناله و فریاد چیست + گفت ما را جلوهٔ معشوق بر اینکار داشت

آه و زاری که در وفاق رود دیگر ست و ناله و بیقراری که در وصال سر زند دیگر آن مصیبت است و این نعمت آن از فقدان مقصود است و این از وجدان مطلوب علت فغان در هجر بسر ایش محتاج نیست اما نالش در وصل پس جلوه حسن از حوصلهٔ عشق بیش ست لاجرم از تنگ ظرفی بشور و فغان میآید چنانکه گفته اند شعر

دامان نگه تنگ و گل حسن تو بسیار + گلچین بهار تو ز داماں گله دارد

قطع نظر از تنگی دامن نگاه و بسیارے گل حسن تقاضاے شان جلوه همیں تب و تاب و ولولهٔ و اضطرابست نه بینے که کرشمه و ناز و ادا و انداز هر یکے جدا جدا دل از بر و هوش از سر رباست جلوهٔ که نام هیئت مجموعی اینهاست چرا بے طاقتی آورد ناشکیبی آفریں نباشد تا اینجا سخن متعلق به ابیات بود اکنوں بالاتر ازاں میروم که یاران همدریں ایوان بساط عشرت و بشارت گسترون فوز عظیم نه پندارند اگرچه نے شائبه ریب فوز عظیم است مخفی نماند که جلوه بخشیدن از ذاتست و به چیزے خارج از ذات غایت قصوے همیں را دانستن از اعلے درجات سعادت بازماندن است ذات معرا از نسب و اضافات

وشیون واعتبارات مقصود اصلی سالکان این طریق است ومطلوب
حقیقی سائرانِ این راه تعالے اللہ ذاتی کہ اطلاق اطلاق بران از قیود است
ولا بشرط داخل شروط بالجملہ آنچہ در وہم بگنجد در فہم چگونہ گنجد آنچہ بخیال در نیاید
خیال ازاں چہ خطا رہا بد یافت کجا دریافت کو بصر چہ بصیرت کدام مصرع
اینجا ہمیشہ باد بدست است وام را جان من وجان شما ایں یک نا یافت
وآنکہ گاہے کسے دریں مقام از یافت دم زدہ ظل باصل مشتبہ شدہ عکس را
صاحب عکس دانستہ ولنعم ما قیل بیت

عکس روئے تو کہ در آئینۂ جام افتاد ✤ عارف از خندہ مے در طمع خام افتاد

ایں انوار مقتبس از مشکوۃ صاحبدلانست من تیرہ درون کجا وایں روشن
بیانے وبوز افشانے از کجا الٰہی چنانکہ وقت گفتار بخشیدۂ نیروے کروار دہ۔

**نامہ پنجاہ و پنجم** اے یار عزیز سخن فہم شب دوشین کہ از خواب نوشیں
برخاستم طرفہ شورے از سینہ برخاست چارۂ نیافتم الا آنکہ خشک و مدادتر نگاہ
چوں قلم ورق بدست گرفتم در حیرت فرو رفتم کہ چہ نگارم تا آنے بر روے
کار آرم ہم آتش مرا نشاند وہم طبائع اصحاب شگفاند پس از ژرف نگاہے
پدید آمد کہ اگر مستانہ ورندانہ سخن سرایم نہ دیوانہ ام ونہ اوباش واگر دفتر نصیحت

و وعظ کشایم نه خود فروشم و نه خود فراموش و اگر از سلوک دم زنم و نه را هبر و اگر از حقیقت رقم کنم آه آه آه لاحد مصرع قلم ایخار سید و سر بشکست والسلام

## خیر ختام نامه پنجاه و ششم شعر

منکه رقم نمی کشم شادی بوستان کراست + منکه سخن نمی کنم رونق نوبهار کو

ایصاحب فکر رسانکته چند از خامه مے ریزد گوش دار و هوش دار راز چرخ و انجم جستن از بیدانشی ست تو کیستی که در گرد آنی که بدانی که فلان چرا در نشیب لاخ خفا متواری و بهمان چگونه به فراز نای پیدائی کرشمه سنج این راچون قبای سعادت در براست و آنرا از چه گلیم شقاوت بر دوش حاشا که خردمند بدین سو نظر کند و دریں کو گذر کند تا گُبند لاجوردی بر پاست بهمیں شیوه عشوه نماست نیرنگ سازی شیون شکر فگاری اسمارا جلوه هاست مرد سخن شناس دانش اساس باید که در فکر کار خود افتد سر خود جوید و از حق گوید نه آنکه بر سر آں باشد که سرّ گیتی بداند هر که بریں روش خرامش کند آه از وے و داد از وے فکرش همه نیستی ست و کارش همه لایعنی اگر از خفایاے عالم ناآگاه از عالم رفت در محشر نه نهار پرسند و اگر از خدا غافل رفت البته بگیرند و با لاتر از چه عذاب خواهد بود که از دوست در نقاب حجاب خواهد بود آنکه امروزش

نشناخت فرواش ندید بگذر این نکته رسید ہر کہ رسید اگر گوئی کہ نعمت دیدار عام مومنان را است مختص باہل عرفان نیست امّا بحسب تنگی و فراخی حوصلۂ استعداد و خرق حجب و اندفاع نکرت در عالم مجاز نمے بینی کہ یک معشوقہ بدیع الجمال را خلقے کثیر تماشائے فرمایند لیکن ہر یکے ہماں مقدار بہرہ مے رباید کہ فراخور حال اوست لیلے را فراوان کس دید و جز مجنوں کسے ندید شعر

میرفت و عالمی نگرانش ولے کسے ❊ زشکم بدل فرود کہ تاب نظر نداشت

اینہا بگزار و بگو کہ نادان و دانا و ناشناس و شناسا کے برابر تواند بود

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ فَفَهِّمْهُ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

## نامہ پنجاہ و ہفتم

مخدوما از حال زار خود چہ شرح دہم کہ انفس ایام عمر در لہو و سہو رفت و روزگار کار در بیکاری سر آمد از گذشتہ چہ نالم کہ ہنوز طاعت اطاعت نفس خود است و پرستش پرستاری ہوا پند ناصح سخن سفید است و بذلۂ ندیم قول حکیم نغمۂ مطرب رواں آساست و حدیث واعظ جان فرسا دل و ہزار مشغلہ جان و صد ولولہ از چنیں جان و دل یاد حق نیاید و اگر آید حق انیست کہ اعتبار را نشاید غفلت بہ از ذکرے حضور کہ ایں چنیں ذکر نہ دل را سرور

بخشد و نه جان را نور فرد

جلا کنی بچنیں ذکر حسرتی دل را ✣ دل تو رہن و سا دس لب تو در تہلیل

طاعت بنست و اگر ہست ریائی تو و خدا در حق چنیں طاعت چہ فرمائی

در خود دیدن و جز خود ندیدن دیدنست خود نمائی آئین و خود ستائی فن

آہ آہ آہ فرد

آنچہ در اسلام من کردم نکرد ✣ بت پرستی کافری زناری

انگاہ با ایں اعمال زشت امیدواری بہشت حسرتی تا چند عیب ہا ے

من بر روئے من آری و آئینہ رو برو ے زنگے داری بگذار و بگذر بیت

گر پریشانیم عطر سنبل آشفتہ ایم ✣ در سیہ کاریم کحل نرگس مستانہ ایم

اللھم مغفرتك اوسع من ذنوبی و رحمتك ارجی عندی من عملی۔

فقط